

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226548

UNIVERSAL
LIBRARY

وَلَعَلَّكُمْ

لَا تَخْلَفُنَا مِنْ دِينِنَا فِي جَعَلْنَاكَ شِعْرًا وَقَبَائِلَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

توئیں پیدا کیا گیا ایک مرد اور ایک عورت سے اور کہنے بنائے گئے اسنے کو تم پہچانے جاؤ اس کے نزدیک بڑا وہ ہے جو متقی ہے

ساداتِ تیریش کا قومی اصلاحی اور تاریخی

رسالہ
امریتہ
الغیر
جو

بہرمان عالی نشان سلطان العلوم ہرگز اندیشہ نانیس تاجدار کن اسد مہربان جبے ملا مدرس محروہ سکر عالی نام جاری ہے

ایڈیٹر
محمد علی رونق سیلانی

صفر المظفر ۱۳۴۹ھ

جلد ۱ - نمبر ۱

ماہ جولائی ۱۹۳۰ء

فنزیر ہند پریس امریتہ میں محمد علی رونق پرنٹر پبلشر و ایڈیٹر فی ہند می چھاپکرنے کیا

القریش کیا چاہتا ہے

یہ کہ مسلمان خصوصاً قریشی زبانی دعووں سے نہیں بلکہ اخلاق و اعمال اور کردار و اطوار کے لحاظ سے اسلاف و متقدمین کے صحیح جانئین بن جائیں، یہ کہ قریش کا شرعہ منظم و منبج ہو، اور اندرونی اصلاح کے بعد وہ قرآن کریم کی صحیح تعلیم پیش کرنے کا فرض ادا کر نیکی قابل ہو جائیں، اسلام کی رسی مضبوط تمام کر دینا وہی ترقی حاصل کرنے میں پس و پیش نہ کریں، تعصب اور کورائزہ تقلید سے پاک رہیں، رفت و رفت اور قوت ایسی مین بہا امتوں کو بیدار دی سے نہ لائیں، اپنے شکستہ قومی قلعہ کو اتفاق و اتحاد، ہمدردی اور خلوص کے آہنی حصار سے مستحکم کریں، محنتی، جفاکش، اولوالعزم، مال اندیش، منتقل مزاج اور کفایت شعار بن جائیں، اپنا بوجہ دوسروں پر نہ ڈالیں، قومیت کی بنیادوں کو تترزل نہ کریں، آپ اگر ان زریں اصولوں کے حامی ہیں تو ان قریش کی صداقت قبول کریں،

القریش کی مدد آپ کن طریقوں کر سکتی ہیں

- ۱۔ رسالہ خود خرید کر، ۲۔ اعزاء و احباب اور متوسلین کو خریدار بنا کر، ۳۔ غیر مستطیع اصحاب کے نام جاری کر کر، ۴۔ قلمی امداد سہ ماہی کر، ۵۔ متعلقہ کتب خانہ کی کتابیں خرید کر، ۶۔ رسالہ کی صورتی و معنوی نقائص کی اصلاح کسب متعلق مشورہ دیکر، ۷۔ ان قریش کی آواز پر قہور اور ریافت طلب امور کا جواب دے کر،

نوٹ کر لیجئے

اگر آپ کو کسی وجہ سے ۲۴ تاریخ تک رسالہ نہ ملے تو دفتر کو مطلع کر دیں، اگر آپ کا ایڈرس مستقل طور پر بدل جائے، تو نئے پتہ سے دفتر کو اطلاع دیدیں، اگر کوئی پرچہ ڈاک کی غلطی سے موصول نہ ہو تو مہینہ کی آخری تاریخ تک مکرر طلب کیے بغیر خط و کتابت میں نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیں، دریافت طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ایک آنے کا کٹھ ضرور بھیجیں،

نیاز مند

مینجر،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

القریش

جلد ۱ نمبر ۱

صلو علیہ وآلہ

ترا دمف ہے بہ کسا بہ	تری شان ہے بجا بہ
تو بنا تو سارا جہاں بنا	ترا مرتبہ ہیثا بہ
ہے ہر ایک، دل سے فدا ترا	تری ذات حسن خصالہ
ترا دمف گیا میں بیاں کروں	بلغ العلیٰ بکا بہ
ترے حسن کا ہو جو تذکرہ	کشف الدجی بجا بہ
تری ذات جمع نقص ہے	حسنت جمیع خصالہ
بچے دیکھتے ہی پڑھیں گے	صلو علیہ وآلہ
تو غضب میں لطف کا کام لے	تری شان جل جلالہ
ترے جہر میں ہوں غمزدہ	بہ طلب مرا بومکالہ
ترے دم میں ہی ہوں مینوا	بخدا از عشم نوالہ

ترا ایک نامیٰ خستہ ہے

کہ ہر اک منظر بہ کسا بہ

القریش کی خدمات کا عملی اعتراف

زرق و برق کی تھیلی کی پیشکش

صوبہ دہلی، یو پی اور صوبہ پنجاب کے ۱۲ اضلاع کے قریشی نمائندگان کی موجودگی میں ۲۹ جون ۱۹۰۷ء کو ”ندوة القریش“ کے ہفتہ اجلاس میں ذیل کارزوبیشن متفقہ طور پر منظور ہوا اور ”القریش“ کی خدمات کے صدیں قوم کی طرف سے زرق و برق کی تھیلی پیش کی گئی۔

”ندوة القریش“ کا یہ اجلاس مولانا محمد علی صاحب اردو فن مالک و مدیر القریش کی ۱۴ سالہ ساعی کو عموماً اور گذشتہ اڑھائی سالہ خدمات جلیلہ کو جو انہوں نے مراست کے اعلیٰ قریشیت کی بطلان و تکذیب سے متعلقہ مواد تاریخی کی اشاعت میں بوجہ حسن انجام دی ہیں خصوصاً قدر و منزلت اور عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوا تجر کر رہا ہے۔ کہ اظہار تشکر کے طور پر آپ کی خدمت میں قوم کی طرف سے کم از کم ایک سو ایک اور زیادہ سے زیادہ پانستو روپیہ کی تھیلی پیش کی جائے، دینیز یہ اجلاس ہر ارباب قریش سے اپیل کرتا ہے کہ وہ ”القریش“ ایسے مفید ترین قومی آرگن کی امداد و اعانت کے علاوہ اس کی توسیع و اشاعت میں اپنی سعی و کوشش سے حصہ لیں۔“

محرم - حافظ شب رسول قاضی فیض حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ دستوری قلات، آنریری جنرل سیکرٹری انجمن قریشیان پنجاب، گوجرانوالہ،

مئی - ڈاکٹر محبوب عالم صاحب لدھیانوی، بیر غلام غوث صاحب صدیقی گورنٹ ہنٹر، ساہن پریسیڈنٹ انجمن تشریفین گوجرانوالہ،

نایب مزید - جناب صدر و حاضرین جلسہ بلا تعاق،

ندوہ کی تیار کی حقیقت

اور اس کے اجرا کی موجودہ ضرورت

تاریخ عرب اس بات کی منظر ہے کہ اہل حجاز میں سب سے زیادہ ممتاز قبیلہ قریش ہی کا تھا جو فہر الملقب بہ قریش کی نسل کو
تھا۔ فہر تیسری صدی عیسوی میں ہوا۔

پانچویں صدی عیسوی میں فہر کی اولاد میں سے قحطی بن کلاب قریش کا ایک بڑا مدبر سردار تھا۔ اسی کے دم سے قریش کو قوت
شوکت اور سلطنت حاصل ہوئی، اس نے مکہ پر اقتدار حاصل کر کے بتدریج سارے حجاز کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اس کے عہد سے
پہلے مکہ چوٹی ٹھہری بیستوں کا مجموعہ تھا جن میں عام طور پر جو بنو نزیہ اور غنیمے ہوتے تھے۔ قحطی نے لقب کو از سر نو تعبیر کیا اور اپنے لئے
ایک نئی بنوایا۔ جس کا ایک بڑا کرہ چلک کاموں کی انجام دہی کے لئے لوگوں کی کوشش کے کام آتا تھا۔

اس نے کعبہ کے ارد گرد قریش کو چتر کے جے ہوئے مکانات میں رہنے پر مجبور کیا اور لوگوں پر مناسب طور سے حکومت
کونے کے لئے لگان کی دہائی اور عرب کے بہت سے حصے سے کعبہ کی زیارت کو آنے والے جاہلوں کے کہنے اور پیچھے کا انتظام کر کے
کیلئے قوانین بنائے اس نے اپنے دوران حیات میں خانہ کعبہ کے قریب ایک دار المشورۃ قائم کیا جس کا نام دار الندوۃ رکھا۔ اس
میں وہ قوم کے معاملات تفصیل کیا کرتا،

یہی نہیں بلکہ قریش جب کبھی کسی جلسہ یا جنگ کی طیاری کرتے تو اسی عمارت میں کرتے۔ قافلے باہر جاتے تو یہیں سے طیار ہو
کر جاتے۔ نکاح اور دیگر تعادیب کے مراسم بھی یہیں ادا ہوا کرتے،

قحطی نے مسلمانوں میں کم میں جمہوری حکومت کی بنیاد رکھی، آپ کا سن ولادت تو نہیں مل سکا۔ مگر سن وفات مسلمانوں
آپ کے بعد عبدالمناف پہراشم پہر عبدالطلب (المولد سلفہ ۶) اور پہر ابو طالب اپنے اپنے زمانے میں مکہ کے محرم سردار
ہوا کئے، اسی دوران عالی میں جو اباعن جہ مغزہ امتداد متاثر چلا آتا تھا۔ غزوہ بنو حنیفہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موسم بہار میں دو
شعبہ کے دن ۹ ربیع الاول ۱۱۰ عام الفیل مطابق ۶۲۰ء اپریل ۱۱۰۰ء مطابق یکم مئی ۶۲۰ء بکری کو بعد از صبح صادق و قبل
از طلوع آفتاب مکہ معظمہ میں منیا پاش عالم ہوئے، حصہ ملی اسلام علیہ وسلم کی بعثت مبارک کے بعد بعید اسلام سلسلہ نبوت میں کھنڈ
قریش نے جب یہ دیکھا کہ مسلمان مدینہ میں جا کر طاقت اور قوت پکڑتے جلتے ہیں اور وہاں اسلام پہلے جاتا ہے تو اسلام کی اس دہائی

سے قریش کے سینوں میں آگ لگ گئی، اس بنا پر کفار نے نہ کہنے ”دارالندۃ“ میں جو دارالشرع بنایا تھا۔ ایک آخری فیصلہ کے لئے اجلاس عام کیا جس میں بڑے بڑے قبائل کے رؤسا شریک ہوئے مختلف راسیں پیش ہوئیں، ایک نے کہا کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کچھ کر تیر کر دیا جائے۔ ایک رائے بھی کر آپؐ کے اہل پاؤں میں زنجیریں ڈال کر مکان میں بند کر دیا جائے، ایک نے کہا آپؐ کو جلا وطن کر دیا جائے مگر یہ راسیں جلد کو پسند نہ آئیں، آخر ابوہل نے کہا کہ جب تک محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) زندہ ہیں، خواہ کہیں ہوں اسلام ضرور پھیلے گا۔ اگر اسلام مٹانا چاہتے ہو تو محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کام تمام کر دینا ضروری ہے، ابوہل کی رائے پر بھی تہی کہ اس مقصد کی تکمیل کیلئے ہر قبیلے سے ایک ایک شخص کا انتخاب ہو اور پورا مجمع ایک ساتھ ملکر تمہاروں سے اُن کا خاتمہ کر دے اس صورت میں اُن کا خون تمام قبائل میں بٹ جائیگا۔ اور آل ہاشمؑ تمام قبائل کا مقابلہ نہ کر سکیں گے، اس اخیر رائے پر اتفاق عام ہو گیا اور جھٹ پٹے سے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استثناء مبارک کا محاصرہ کر لیا گیا، تاکہ آنحضرتؐ مسلم جب باہر نکلیں تو یہ فرض ادا کیا جائے،

دوہر کفار نے یہ فیصلہ کیا تو دھڑ دھڑانے کی طرف سے حضورؐ کو حکم ہوا کہ مدینہ کی طرف ہجرت کر جائے، چنانچہ اسی بنا پر ۱۲ جولائی ۶۲۲ء کو بدر جمعہ آپؐ رونق افروز مدینہ ہوئے، اس واقعہ کو ہجرت کہتے ہیں اور یہی وہ ہجرت ہے جو فتح اسلام کا باعث ہوئی، دشمن ناکام و نامراد رہے اور حضورؐ صلعم مظفر و منصور، کعبہ کی تعمیر مختلف زمانوں میں ہو رہی تھی۔ چنانچہ ابتداء سے لیکر آج تک فوراً تعمیر کعبہ ہو چکی ہے، معتقد باللہ عباسی کا بعد خلافت ۱۹۰۰ء سے لیکر ۱۹۲۵ء تک رہا۔ اس دوران میں جب اس نے محسنِ مہم کو بڑھایا تو ۱۹۰۵ء میں دارالندۃ کوہ قضیہ کے زمانہ سے ملاقاتاً مہمسار کر کے داخل حدودِ مہم کر دیا۔ اور جدائیادی پر ایک دروازہ تعمیر کیا جس کا نام باب الزیاد رکھا،

پس یہ ہے اس ”اولیئہ ندۃ قریش“ کی مختصر تاریخی کیفیت، زمانہٴ حال میں جو صدیوں صدی ہجری کے رہنے نمانی میں بزرگ قوم مولانا حکیم فرید احمد صاحب عباسی پرنسپل طبہ کالج دہلی نے مقتضیاتِ زمانہ کی دہستہ قوم کی بغضِ شامی کرتے ہوئے شدت کے ساتھ اس امر کی ضرورت کو محسوس کیا۔ کہ تنظیمِ قریشیت اور قومی شیرازہ بندی کے لئے ایک منضبط مرکز قائم کیا جائے، چنانچہ آپؐ نے قریشیانِ ہند کے نامہِ قومی ”اگن“ ”القریش“ امرت سر کے ذریعہ سے ستمبر ۱۹۰۵ء میں یہ تجویز پیش کی کہ سادات قریش کا ایک ندۃ ہونا چاہیے جس کا نام ”ندۃ القریش“ ہو اور یہ نام اس لئے موزون سمجھا۔ کہ قریش کے جدِ اعلیٰ حضرت سید یحییٰ بن کلاب کا مہم کر دہ ہے۔ جبیں نے اطرافِ دجانب سے تمام سادات قریش کو کہ میں جمع کیا تھا اس لئے اس نام کی برکت جانبِ تلوہ ہو گی، یہ مفید تجویز کسی ایسی ساعتِ سعید میں آپؐ کے سامنے پیش کی جی جو اندر ہی اندر اپنا اثر ادا کر چکی تھی اور حقیقت جانبِ تلوہ بھی ثابت ہوئی،

چنانچہ ۲۹ جون ۱۹۰۵ء کی تاریخ ایک نہایت مبارک تاریخ ہے۔ جبکہ حکیم صاحب موصوف کی تحریکِ مہم نے پانچ سال بعد امرتسر کی تاریخی سرزمین میں حکیم صاحب مداح ہی کی زیرِ صدارت ایک اجتماع میں ”ندۃ القریش“ کے افتتاح کی کاروائی پوری کامیابی

کے ساتھ مل میں آئی ،

تاریخی لحاظ سے اگر ازمنا ماضیہ کا وہ اولینہ مذہب پانچویں صدی عیسوی میں ملک عرب کے اندر قریش کے منتشر جزائے نوئی کو مجتمع کرنے کے لئے بنا تو بیسویں صدی عیسوی کا یہ حالینہ مذہب ہندوستان میں سادات قریش کو جو بہت مجموعی مباح سترہ لاکھ ستائیس ہزار چار سو چالیس نفوس پر مشتمل ہیں ایک ہی سلک میں منسلک کرنے کے لئے ہے۔ اگر وہ مذہب یا یا م ابو جہل اسلام کے مٹانے کے لئے بنا تو بعد اسلام کا یہ مذہب اسلام کے پھیلانے کے لئے ہے، اگر وہ مذہب "مسئلہ نبوت میں جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس کی مخالفت کے لئے بنا تو محرم مسئلہ کا یہ مذہب ہمارے آقا و مولا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و محبت کے لئے ہے ،

پس قریش والو! اٹھو! سنبھلو! اور بڑھو، اس لئے کہ اگر چاہتے ہو کہ غلبہ رفتہ کا رد باختم ہو جائے، سخت فقر باگئے اور غربت کی زندگی غیب ہو تو سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں جو درجہ "ندوة القریش" میں شامل ہو جاؤ اور نفع پاؤ

حال و مستقبل ہر دور حاصل مذہب یرت

ہاں بھجہ آمادہ شد در دست تو تعمیرت

گوچر انوار ، یکم جولائی سنہ ۱۳۶۰ ، قاضی فیض حسین قادری ، ریٹائرڈ مستوفی

القریش

۱۔ یہ قلم جو ہر قسم جناب ذکر محبوب عالم جمالہ بنوئی

جس قوم کا ہے قاصد سالار القریش کرتا ہے اس کو آج کل بیدار القریش
کرتا ہے سولہ سال سے مذمت قوم کی بن جائیں اب تو آپ خریدار القریش
فلت قریش کی ہوئی ہے جس سے سر بند ہے ہند میں وہ ایک ہی اخبار القریش
اس نے بجایا ہند میں ناموس قوم کو قومی حقوق کا ہے طلب گار القریش
روشنی میں بزم قوم کی روشنی بنے ہوئے جب سے لگایا ہند میں گلزار القریش
اعدائے قوم کو تھا کیا جس نے لاجواب قوم قریش کی ہے وہ تلوار القریش

رمبر ہے اس کو قوم نے تسلیم کر لیا
محبوب ہم بھی مان دوسرے اتر القریش

ندوة القیش کا قیام مستقل

افستہ اجماعی اجلاس کی مختصر رویداد

قوم کی شہید ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے تنظیمِ زشتیت کے لئے رئیسِ الاعباد حضرت مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی الہامی شہنشاہِ ہندوی طیب خاص طیبہ کالج دہلی نے ستمبر ۱۹۷۷ء میں ندوة القیش کی ایک پرزور تحریک میں کی۔ جس کا مقصد حق حقیقت کی سیادت کی تفصیلی طور پر شائع کر کے ایکہزار کی تعداد میں آپ نے قسیم ہی کر دیا، "ندوة القیش" کے مقاصد اور قواعد و ضوابط کو قوم کے سامنے پیش کر دیے گئے، لیکن قوم میں اس قدر احساس ہی نہ ہوا کہ وہ قومی ضروریات کا کاغذ کرتی ہوئی اس مفید تحریک پر ٹھیک کہتی، ہندوستان پہرے کم و بیش ۱۸ لاکھ ساداتِ زمین میں سے کوئی ایک آواز بھی تائید میں بلند نہ ہوئی اور تبدلِ حکیم صاحب موصوف یا موسیٰ کے ساتھ خاموش ہو گئے، ہندوستان میں تو نہیں البتہ پنجاب کے بعض اصنام "القیش" کی پیروی سے قومی جدوجہد میں ایک قاطع پید ہو چکا تھا اور اس وجہ سے پنجاب کے بعض مقامات پر قومی انجمنیں موجود ہیں جن میں کئی کمال انیس انتہائی ربرخ اور حیدر لال کا مقام ہے کہ ان انجمنوں میں سے کسی ایک نے بھی حکیم صاحب مودج کی اس مفید ترین تحریک کی تائید نہ کی قوم کی یہ بے اعتنائی اور یسودہ مہری بدرجہ اتم و صد شکن حتیٰ اور شک نہیں کہ مولانا حکیم فرید احمد صاحب عباسی کی جگہ کوئی دوسرا شخص ہوتا تو زندگی کے آخری لمحوں تک قوم کا نام تک نہ لیتا، لیکن آپ مستقل مزاج، پختہ کار اور سرد گرم چسبیدہ، تجربہ کار تھے، اس لئے قوم کی اس بے پرواہی پر آپ کی جبین پر بل تک نہ آیا، اور اپنی تحریک کو عملی جامہ پہنانے کے لئے موقع کی تلاش میں لگے رہے، القیش پانچ سال تک برابر قوم کو ہم آہنگ کرنے کے لئے ساری راہ، کسی کی محنت، رکاوٹ نہیں جاتی، خدا کا فضل، کرم شامل حال ہوا، قوم نے پہلو بدلا آنکھ کھولی، اور القیش کی آواز سنی تو بجائے خود ہر شخص "ندہ" کی حمایت و اعانت کیلئے تیار ہوا سرزمینِ ام نثر کو قد تبار شرف حاصل ہے کہ وہ ہر مفید تحریک میں پیش پیش ہوتی ہے، مراسیت کے اور عاصے بالحد کہ خلعتِ آواز اٹھائے اور اس کی سرزنش کے بندہ "ندوة القیش" کے اجرا کی مدد کے تائید بھی ہیں سے بلند ہوئی، اور چند دروہندان کی جمیعت نے مستقیم طور پر باطل شکن، حافظِ لب رسولؐ، تاضیِ نظیر حسین صاحب فاروقی و میاں زبستونی گوچر انوار کے مشورہ سے پیچھے محافلِ نور کے باوجود اسٹاک کا نام لیکر ندوہ کا سنگ بنیا و رکھ دیا، اولیٰ چم پہلا اجلاس منعقد ہوا اور زفری ضروریات کیلئے گیارہ روپیہ کی نقد، رستم تبر کا جمع ہو گئی، حکیم شہاب الدین صاحب سکرکڑی اور بابو طفیل صاحب حکیم فاروقی خواجہ سکرکڑی مقرر ہوئے، اور کام شروع کر دیا گیا۔ چند دروہندان قوم کی خدمت میں مراسلات کیجئے اور تاضیِ نظیر حسین صاحب

فاروقی موصوف، حکیم سید فزید احمد صاحب عباسی محک اول، حکیم فضل حسین صاحب اکبر اسٹنٹ کٹر، قاضی شاہ ولی صاحب صدیقی وکیل، قاضی فضل حسین صاحب رئیس این آباد، ڈاکٹر احمد علی صاحب سب اسٹنٹ سرجن، ڈاکٹر محبوب عالم صاحب لہیا دہانی پیر غلام غوث صاحب صدیقی پشتر، مولوی محمد سید عالم صاحب ناروٹی بی۔ او۔ ایل، پیر علی احمد صاحب فزیدی قریشی، قاضی اللہ حسین صاحب پشتر، ابو احمد دین صاحب پشتر، حکیم طالب علی صاحب وٹرنری انسپکٹر، قریشی محمد عظیم صاحب اسٹنٹ ڈسٹرکٹ قانونگو، رونق حبیب میر القریش اور نایب شہاب الدین۔ سکریٹری کے دفتروں سے ایک مطبوعہ اعلان قوم کے سامنے پیش کیا گیا۔ کم و بیش پانچ سو مراسلات جاری ہوئے، قوم بیدار ہو چکی تھی اسے اپنی ضروریات کا احساس ہو چکا تھا۔ ہر طرف سولیک لیک کی صدائیں بلند ہوئیں فارم ممبری اور چنے سے موصول ہونے لگی اور ایک ہی مہینہ میں ایک سو سے زائد مستقل ممبر بن گئے اور ۲۹ جون تک اس میں بیش از حد اضافہ ہو گیا، اب استقلال مذکورہ کی تجویز پیش ہوئی، اور حافظ لب رسول، قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی حکیم سید فزید احمد صاحب عباسی، حکیم فضل حسین صاحب ای۔ اے۔ سی، قاضی شاہ ولی صاحب صدیقی، ڈاکٹر محبوب عالم صاحب لہیا دہانی اور مقامی ممبران کی رائے سے قرار پایا۔ کہ ۲۸-۲۹-۳۰ جون مستطابہ کو افتتاحی اجلاس کر دیا جائے، چند روزہ حوصلہ افزا کارروائی سے لاکھنؤ اور مقامی ممبران کے حوصلے بلند و بالا ہو چکے تھے، ان کے عزم میں بیش از حد بینگی آچکی تھی، اس لئے انہوں نے اغراجات اور تکالیف کی پروا نہ کرتے ہوئے افتتاحی اجلاس کا اعلان کر دیا۔ اور صوبہ دہلی و یوپی اور پنجاب کے نمائندگان قرین کو شرکت اجلاس کی دعوت دیدی، عزم راسخ کامیاب ہو کر آتا ہے اور صدارت پنجاب، مہاؤن کی آمد کا نوادر ۲۸ صبح سے شروع ہوا، ریلوے سٹیشن پر مہاؤن کے استقبال اور قیام گاہ پر انکی خاطر و مدارات کیلئے ۱۲ کمر بکوائٹ انڈر گریجویٹ نوجوان بطور والٹیر خدمات انجام دے رہے تھے، ۲۹ صبح تک صوبہ دہلی اور یوپی کے علاوہ صوبہ پنجاب کے ۱۲ اصناف کے نمائندگان تشریف لائے تھے، پہلا اجلاس ۲۹ تاریخ کی صبح کو بجے مولانا حکیم سید فزید احمد صاحب عباسی اور دوسرا بعد نماز ظہر مولانا قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کی صدارت میں ہونا تجویز ہو چکا تھا۔ لیکن صبح ترسخ شروع ہوا اور جت باران نے مذکورہ کا استقبال کیا۔ اس لئے پہلے وقت کا اجلاس ملتوی رہا اور دس اٹھیک ۱۲ بجے اختتام کرنالی، لدھیانہ، جالندہر، گوردھسپور، گوجرانوالہ، فیروز پور، سیالکوٹ، لاہور، شیخوپورہ، لائل پور، جہلم اور امرتسر، اور صوبہ دہلی و یوپی کے نمائندگان کی موجودگی میں شروع ہوا۔ قرآن خوانی کے بعد حکیم طالب علی صاحب وٹرنری انسپکٹر پنجاب نے تجویز صدارت پیش کی، جس کی تائید قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی، جناب رونق حبیب میر القریش اور حاضرین جلسہ نے کی، جناب صدر نے کرسی صدارت کو زینت دیتے ہوئے خطبہ صدارت پڑھنا شروع کیا۔ حاضرین لطف اندوز ہو رہے تھے اور جہنم تھے، اس کے بعد ضرورت و عدم ضرورت مذکورہ پر مختلف خیالات کا اظہار شروع ہوا۔ ایک مقرر نے اپنی طویل تقریر میں قیام مذکورہ کی مخالفت کی، جس کے جواب میں باطل شکر، حافظ لب رسول نے خدا واد قنایت سے ایک فاضلانہ لیکچر میں بدلائل قاطع و برابر اس ساطع ثابت کر دیا کہ قیام و استقلال مذکورہ کی قوم کو شدید ضرورت ہے اور ہونا چاہیے، اس موضوع پر چند تقریریں ہوئیں لیکن باطل موصوف کے دلائل

نابتہ کی کوئی تردید نہ ہو سکی اور بالآخر جناب صدر نے اپنا فیصلہ سنایا۔ کہ میں قومی ضروریات اور تنظیم ملت کے لئے ندوہ کو قائم کرنا ہوں اور میں نے ندوہ قائم کر دیا ہے۔ آپ کے اس ارشاد سے بحث ختم ہو گئی اور ندوہ کی ضرورت تسلیم کرتے ہوئے ندوہ کو قوم کی نمائندہ جہانت مان لیا گیا۔ چون و چرا کی گنجائش نہ رہی اور کارکنان ندوہ کی محنت ٹھکانے لگی، الحمد للہ علی احسانہ،

اب کارروائی شروع ہوئی اور پہلی سہ ماہی داد بالفاظ ذیل صدارت کی طرف سے پیش ہو کر باقاعداں رائے منظور ہوئی،
صوبہ پنجاب، دہلی اور پٹی کے قریبی نمائندگان کا یہ اجلاس اصلاح و تنظیم قریبیت کے لئے قومی مرکز کی شدید ضرورت محسوس کرتا ہوا مشتعل طور پر "ندوۃ القریں" کو اپنا قومی مرکز تسلیم کرتا ہے اور برادرانِ قریش کا فرض قرار دیتا ہے کہ وہ قومی تنظیم کیلئے ندوۃ القریں کے ماتحت ہندوستان بھر میں صوبہ دار اور ضلع دار کمیٹیاں قائم کر سکیں انتہائی کوشش کریں۔ اس کے مفاد کی اشاعت کریں، اور اپنے اقارب و اعدا کو اس کی رکنیت قبول کر سکیں قریب و لاکر عندہ اسد ماجد ہوں،

دوسری قرارداد

"ندوۃ القریں" کا یہ اجلاس اس امر کی شدید ضرورت محسوس کرتا ہے کہ حکومت پنجاب کی توجہ اس فوجداری امت کی جانب معطوف کرانی جائے۔ جو قریبیں اقوام زراعت پیشہ کی وقت قوم قریش کے متعلق وقوع میں آئی، اور جس میں بذریعہ پنجاب گورنٹ گزٹ سورہہ ۹ گزٹ مجریہ ۱۶ اگست ۱۹۱۷ء اور بذریعہ سٹیڈنگ آرڈر نمبر ۱۷ مورخہ ۹ فروری ۱۹۱۷ء اور ذراں بدیعہ ترسیم و تبصیح ہو چکی ہے، سادات و قریش بنی حنیث سے کوئی فرق نہیں ہے، اس لئے جس طرح سادات کو بلا استثنیٰ زراعت پیشہ تسلیم کیا گیا ہے اسی طرح قریش بھی نبات پیشہ تسلیم کئے جانے کا حق کہتی ہے، اصلاح پنجاب میں وہ بڑی بڑی جاگیروں اور اراضیات کی مالک ہیں اور اس کو کرناں، راجٹ، دھیانہ، فیروزپور، امرتسر اور گورداسپور باقی تمام اضلاع میں ذمہ غائد ہو چکی ہے، چونکہ تذکرہ چھ اضلاع کے قریشیوں کو ذمہ غائد نہ ہو سکی وجہ سے تعلیمی و معاشی نقصان پہنچتا اور انکی شدید حق تلفی ہوتی ہے لہذا یہ اجلاس مناسب سمجھتا ہے کہ حکومت پنجاب کی خدمت میں التماس کیلئے کہ وہ ان اضلاع کے قریشیوں کو بھی زراعت پیشہ تسلیم کر لے،

۳

"ندوۃ القریں" کا یہ اجلاس مولانا محمد علی صاحب دہلوی مالک و مدیر القریں کی ۱۷ سالہ سامی کو عموماً اور گذشتہ اڑائی سالہ خدمات جلیلہ کو جو انہوں نے مراسیت کے اعلیٰ ترشیت کے بطلان و تکذیب سے متعلق ہوا تاریخی کی اشاعت میں جو جہنم انجام دی ہیں خصوصاً قدر و منزلت اور عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوا تحیر کرتا ہے کہ انہما قشر کے طور پر آپ کی خدمت میں کم از کم ایک سو ایک اور زیادہ سے زیادہ پانسو روپیہ کی پتیلی پیش کیلئے انیز یہ اجلاس برادرانِ قریش سے اپیل کرتا ہے کہ وہ القریں ایسے مفید ترین قومی اگڑ کی امداد و اعانت کے علاوہ اس کی توسیع اشاعت میں پوری سعی و کوشش سے حصہ لیں،

اور منہ قوم "حافظ نبی رسول" حضرت مولانا قاضی نظیر حسین صاحب ناہ، نے قومی ایک دولت انگیز، چرغفر ناصد تقریر کے ساتھ اس رزولوشن کو پیش کیا جس پر ہر طرف سے تائید تائید کی صدا میں بلند ہوئیں، اور متفقہ طور پر قرارداد منظور ہو جائے پر قاضی مکتوم صرف نے

اپنی حیب سے پا چڑھنے میں پیش کیے، ساتھ ہی یہی خواہ قوم کلیم فضل حسین صاحب اکثر اسسٹنٹ کمشنر نے دس روپے پیش کر دیے اور چہرہ ہر ما شروع ہوا بعض احباب نے وعدہ کھلنے کو کہا۔ لیکن صدر صاحب نے وعدے قبول نہ کیے اور کہا کہ جو کچھ ہوا نقد وصول ہونا چاہیے، چنانچہ ایک معقول رقم تسی وقت بصورت نقد وصول ہو گئی،

دو قسٹ صاحب نے رقم کی اس حوالہ افزائی اور تدریجی کا محقق الفاظ میں شکریہ ادا کرتے ہوئے اس عطیہ کو لطیف خاطر "مذہ" کے فنڈ میں منتقل کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس پر ہر طرف سے جزاک اندر کی صدائیں بلند ہوئیں چنانچہ کچھ اس ہدیہ کو مناسبت خوشی کے ساتھ مذہ کے لئے قبول کیا گیا۔

۴

یہ اجلاس "مذہ القرین" کی اگر کوئی کمیٹی منعقدہ ۱۴ مارچ سنہ ۱۹۸۰ء کے منظور کردہ ریزولوشن کی تائید مزید کرتا ہوا قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی رٹائرڈ مستوفی کی ان خدمات جلیلہ کو انہوں نے مہرست کے اوقاتے فرشتہ کی دیچیاں بکھیرنے میں قلمی جہاد کی صورت میں مستند تاریخی ریکارڈ کے حوالوں سے انجام دی ہیں تدر و منزلت کی نغمے و یکھتے اور تجویز کرتا ہے کہ اہل دانش کے طور پر آپ کی خدمتیں "مذہ" کی طرف سے سنبھالی گئی ہیں جس پر "حافظ سب" رسول قاضی نظیر حسین فاروقی کے الفاظ کثرت ہوں میں پیش کیا جائے، اور قاضی صاحب سے ہمیشہ کرتا ہے کہ وہ قوم کے اسلامی امور میں پیش پیش حصہ لیتے ہوئے "مذہ القرین" کے مقاصد غائی کی اشاعت و تکمیل میں کامیابان مذہ کی زیادہ سرگرمی کے ساتھ امداد و اعانت کریں،

یہ ریزولوشن ایک محقق تقریر کے بعد جناب مفتی میر القرین نے پیش کیا، یہ پر غلام غوث صاحب گورنٹ ہفت سنڈ اور حاضرین نے احترام و عزت کے ساتھ تائید کرتے ہوئے اس کو شرف قبولیت بخشا، بعد ازاں حکیم فضل حسین صاحب اکثر اسسٹنٹ کمشنر کی طرف سے اس کیلئے بھی دس روپے پیش کیے اور چہرہ شروع ہوا، اور ایک معقول رقم اس کے لئے ہی فراہم ہو گئی، اس موقع پر کچھ وعدے ہی ہوئے تفصیل بعدیہ شائع کی جائیگی،

محترم قاضی صاحب نے فرمایا کہ میں اس خدمت کا جو میں نے محسوس ہوئی تھا، رسول کے لئے انجام دی ہے اجر خداے برتر و اکبر سے چاہتا ہوں، اس لئے میں تمہ کی رقم "مذہ" فنڈ کی نذر کرتا ہوں، اس پر جناب صدر نے کہا کہ تمہ میں اپنی گروہ سے ہونا کہ عید لگا، کیونکہ قاضی صاحب اس سبب کے راقی سختی میں، اس لئے فراہم شدہ اور سوچوہ رقم جو اس فنڈ میں وصول کیا "مذہ" فنڈ میں منتقل کر دیا میں، اس پر جناب صدر اور جناب قاضی صاحب کا حاضرین کی طرف سے شکریہ ادا کیا گیا،

۵

مذہ القرین کا یہ اجلاس مہرسم مرد و بقیہ کو شرفیت عقد اسلامیہ کے سرآسرخان اور حوج و اذھانے قومی کے اڑس سنائی خیال کرتا ہوا ابرار اذان قرین کا فرض قرار دیتا ہے کہ ائذہ وہ اپنی شادی یعنی دینی و عہد تقابیل پر ان فرمانات بھی سے طے حساب کریں، جو گرامی رہتا ہی کیلئے ایسا کہ نفسی و تعلیمی کا موجب، خدا کے برتر و اکبر کی نذر قاضی کا باعث ہو رہے ہیں، یہ انہیں مناسبت چاہتا ہے کہ کھانا پر نذر نقد ضائع کر دینے بجائے ان مواقع پر اپنے قومی مرکز "مذہ القرین" کی فراہمی کے ساتھ امداد کی جائے،

۶

نذۃ القرنین "کایہ اجلاس سلطان ابن سلطان بزرگانشیدائی نس المنفرت سر میر عثمان علی خان زمانقرائے دکن امامتہ برائے ان تعقبات و تطفات شانہ کا بعد نذل سپاس گز رہے جو جہاں چاہ کیطرت سے قوم زمین کے جریہ زیدہ "القرین" پر جاری و ساری ہیں و نیز جن کی علم پر یہی و سارے نذری سے اپیل کرتے کہ خسرو دنیا کا اپنے بزل جاریہ بخشش ساری ساری اپنی نوازشات کو کایہ کو جاری رکھتے ہوئے زمین کے نائذہ مرکز "نذۃ القرنین" کو اپنے تمام خصوصی میں کامیاب ہوئیے لے کی دستگیری فرمائیں، یہ نذر و پیش پنجاب صدر پیش ہوا۔ اور محترم قاضی نظیر حسین صاحب مارو فی (حافظہ نسب سول) کی تحریک پر ادب و احترام کو ملحوظ رکھنے کے لئے سرودہ کپڑے ہر کر منظور کیا گیا۔

۷

نذۃ القرنین "کایہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ نذر و پیش نمبر ۳ و ۶ کی نقول زمیں حروف میں شانہ ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے سلطان علوم شہر یار اکن حربا اسرار مشہرہ المفق کی بارگاہ قدسی اس میں مناسب طریق پر پیش کر مئی عزت حاصل کیجئے؟" یہ نذر و پیش قریشی محمد عظیم صاحب کی تحریک و اکثر محبوب عالم صاحب لہ میانوی کی تائید اور حاضرین کی تائید مزید سے بالافتاق منظور ہوا۔

۸

"نذۃ القرنین" کایہ جلسہ علیا حضرت بیگم صاحبہ بہر پال کی وفات حسرت آیات پر ولی تاسف کا اظہار کرتا ہے، مرد و حقیقی مسنون میں مسالوں کی اور ہر ماں ہتیں، اس لئے مذہ کی رائے میں ان کا انتقال قدم و ملک کیلئے ایک ناقابل تلافی صدمہ ہے، اللہ تعالیٰ مرحومہ کو فریق رحمت کرے،

یہ نذر و پیش جناب صدر محکم فرید احمد صاحب عباسی کے فرزند علی محمد خان صاحب بی۔ اے نے پیش کیا اور حاضرین نے عزت و احترام کے خیال سے کپڑے ہر کر منظور کیا۔

۹

"نذۃ القرنین" کایہ جلسہ ہر پال نس نواب صاحب دام پر کے انتقال پر ہلال پرانہ و الم کا اظہار کرتا ہے، مرحوم اسلام کا سچا اور اپنے دل میں رکھتے تھے اور آپ کی وفات مذہ کی رائے میں اس محمد الرحال کے زمانہ میں قدم و ملک کیلئے ایک صدمہ عظیم ہے، خدائے برتر و دکر مغفرت کرے۔ آمین۔"

یہ نذر و پیش ایک دہلی بیانی کیطرت سے پیش کیا گیا اور اسے بھی موافقہ طریق پر کپڑے ہر کر بالافتاق منظور کیا گیا۔

۱۰

"نذۃ القرنین" کایہ اجلاس حکومت پنجاب کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرنا اپنا فرض جاننا ہے، کہ چونکہ عیدین کا قیام ہلال کی نذر پر

جینی ہے اور چونکہ مولانا لائبل ازوت مقدم ہونا ممکن نہیں جیسی دوسرے مسلمان سرکاری ملازموں کو جو اپنی ملازمت کے مقاموں سے دور اپنے گروہ میں جا کر عید منانا چاہتے ہیں اور نیز جس مقام سے کہ ان بہترین اسلامی تہواروں پر بہت سی مذہبی رسوم اور کرنی ہوتی ہیں۔ اس لئے یہ ازبس مفری ہے کہ عیدین کی تعطیلات بھلے الیک کے آمد نہ دو ہو کریں۔ تاکہ سرکاری ملازمان مذکور کو سہولیت اور باہمی ادا کے فرائض مذہبی کا موقع ملے۔

۱۱

”مذہ القربین“ کا یہ اجلاس قریشیان ہند سے خواہش کرتے ہیں۔ کہ وہ ”ذکوۃ کا تمام روپیہ“ مذہ القربین“ فنڈ میں داخل کیا کریں تاکہ قوم کے بنائے کی تعلیم و تربیت مذہ کی طرف سے کی جاسکے،

اس کے بعد کارکنان مذہ کا انتخاب عمل میں آیا، سر فاضل احمدی نظیر معین صاحب نادر فی کی تحریک اور حامزین کی تائید سے مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب صدر جلسہ ایک سال کیلئے ”مذہ“ کے مستقل صدر قرار پائے، اور جناب آفتاب محمد عبدالقربین نائب صدر منتخب ہوئے، سکریٹری، جو انٹن سکریٹری کے عہدوں پر حکیم شہاب الدین اور ابو محمد طفیل عظیم نادر فی مستقل کئے گئے، علی ہذا افزودی اور آؤنٹس آف اکاؤنٹس کے عہدوں پر علم الدین محمد حفیظ قریشی اینڈ کو، اور قریشی محمد عظیم صاحب مستقل ہوئے، اور تجویز ہوا کہ مذہ کے صدر وادسر پرست مقرر کئے جائیں، چنانچہ جناب صدر کی تحریک پر جناب حکیم محمد عیسیٰ خان صاحب سید انظم سکریٹری جیہ لاج صدر دہلی کی طرف سے اور ”فاضل سید رسول“ کی تحریک پر جناب حکیم فضل حسین صاحب اکثر اسسٹنٹ کمشنر کرناں موہن سجاد کی طرف سے سرپرست منتخب کئے گئے،

اس کے بعد نیازمند نائب صدر کو صدر صاحب نے تجویزی اجازت دیدی کہ مقامی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مقامی ممبران کے مشورہ سے مجلس عاملہ کے اراکین منتخب کئے جائیں اور کام کو بطریق حسن جاری رکھنے، مقاصد کی تکمیل و اشاعت اور مذہ کو صحیح معنوں میں قریشین کی مہم گیر باڈی بنانے کے لئے مناسب ذرائع عمل میں لائیں، جلسہ مہمانوں کے شکریہ اور دماغے خیر کے بعد بھجور وغربی برخواست ہوا، فلیتہ الحمد،

نامناسب ہوگا اگر اس موقع پر مذہ کارکنان قوم جو مختلف شعبوں میں جلسہ کے انتظام میں حصہ لے رہے تھے شکر یہ ادا کیا جائے
مشرع محمد طفیل صاحب عظیم نادر فی جو انٹن سکریٹری ذیاب خاص میڈ و انٹیر کی خدمات پر مامور ہوئے اور آپ نے جس شغف و اہمیت اور مشق سے تمام کاموں کو انجام دیا وہ جتنیں و آفرین کی حد سے بلند و بالا ہیں، مشریشیر احمد صاحب شعلی بی۔ سے معلم ایم۔ اے کا کار
غریبان علیہ العبد، عبدالرشید طالب علمان ایف۔ اے، محمد غفر شیدہ عبدالواحد طالب علمان انٹرنس کلاس، منشی احمد علی، منشی محمد حفیظ فچورن اور منشی احمد دتا لکڑ وغیرہم جو انہوں نے اپنی پوزیشن کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس موقع پر نہایت سہرت کے ساتھ چہرہ مسیوں کی خدمات انجام دیں اور مہمانوں کی خاطر و ہدایات اور جلسہ سے متعلق انتظامی امور میں کوئی دقیقہ فراموش نہ فرمایا ہونے دیا۔ قوم کے ان فوہانوں کا یہ جذبہ قومیت اور یہ دلورہ ترقی بہر نفع قابل ستائش ہے، خداوند کریم اس بیگ پارٹی کے عزائم

مذہ القربین امرتسر

کے قیام پر سرت و شاد کامی کا اظہار اور دلی تپاک کے ساتھ اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے اس کی رکنیت قبول کی اور بڑھندہ اجلاس پر شریک ہونے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ چند مراسلات کے امتیاسات حسب ذیل ہیں :

ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب سب سسٹنٹ سرجن مخبر زمانے ہیں۔ کہ قریب کی قومی ہاؤس مذکورہ القومین کے قیام سے سید سرت و املین ہوا۔ دلی خواہش تھی کہ افتتاحی اجلاس میں شامل ہو کر نصف اپناؤں۔ لیکن ملازمت میں کثرت کار نے انہیں کہہ دیا :
قریشی غلام حسن صاحب رئیس ہریہر ! "دلی تپا تھی۔ کہ افتتاحی اجلاس اشڈ کر کے مذکورہ کی کارروائی میں حصہ لوں، صوبہ سرور کے لوگ شاہد ہیں کہ میں قومی کاموں کا مذاقی ہوں، انہیں کہ اس وقت حاضری سے معذور ہوں۔ بار مذہبعت باقی !

قریشی محمد انور بخش صاحب سسٹنٹ انکسپکٹر، کراچی : مذکورہ کا قیام قوم کے لئے موجب ترقی اور فخر ہے۔ کوشش ہونی چاہیو کہ قیام قوم کے بعد پہلا کام ترک رسوم ہو، میں چنانچہ دے سالانہ حبزہ دکنیت اور کارنامہ نگار۔ میں خود حاضر ہو کر تجاویز میں کرتا مگر انہوں نے کہیت دہوں، میری طرف سے حسب ذیل تجاویز جلسہ میں پیش کر دیئے،

ایس غلام نسیر صاحب سیکرٹری : قیام مذکورہ کی مبارک باد میں کرتا ہوں، اس خفتہ قوم کو سیدار کرنے کی میں یہی ایک تجویز ہے جس میں اس کامیابی کے لئے خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ دن دوئی اور رات چوگنی ترقی بخشنے۔ تاکہ قوم اپنا کھربا اور اقبال حاصل کرے۔ فی الحال اپنا اور اپنے بھائی کا نام ممبری میں بھیجتا ہوں اور باقی برادری کے فارم بھیجنے کی کوشش کر رہا ہوں۔
پیر عبد الرشید صاحب سوداگر، کشمیری دھڑ سے سفر میں تھا۔ وہی پر آپ کا خط ملا تو وقت گزر چکا تھا انہوں نے حاضری سے معذور رہا۔ حبزہ واخذ ممبری ارسال ہے، وصولی پر رسید بھیجیں،

بابو عبدالغنی صاحب سود : مذکورہ کے قیام نے دل کو خوش کر دیا۔ دعا ہے کہ خدا سے کامیاب کرے۔ سرکاری کام کی کثرت میری اس سرت میں ارج ہوئی ہے جو مجھے شمولیت جلسہ سے حاصل ہونیوالی تھی، فارم ممبری ارسال خدمت ہو،
پیر علی اصغر صاحب ڈپٹی کلکٹر : خواہش تو یہ تھی کہ حاضر ہو کر فخر حاصل کرتا۔ مگر اتفاقیہ سرکاری کام کی وجہ سے یہ تھا پوری ہندو سکی، پر کسی وقت حاضر ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ،

قاضی شاہ ولی صاحب صدیقی دکنس، قیام مذکورہ نے مدت کی آرزو پوری کر دی، امید ہے کہ مذکورہ قریب کے جوہر کو توڑے گا۔
۲۸ تاریخ کا دن انتظار کی گھڑیاں گن گن کر گذر رہا تھا۔ مذہبکہ سید انتظار کوئی رنگ نہ ملے گا وہی ہوا۔ ۲۷ کو تپ ہو گیا۔ مگر گل بس سے ختمی ہو گئی تو اشتیاق پر ادا کر دیا۔ اگر نہ پہنچ سکا تو مجھے شامل ہی بھیجئے، دعا کرتا ہوں کہ اجلاس کامیاب ہو،
مولوی محمد الین صاحب تعلیم، باجوہ محنت کوشش کے میں حاضر نہ ہو سکا۔ قوم کے اخلاقی، تمدنی، سائنسی حالات کی دستی، بچوں کی تعلیم و تربیت پر زور دیکھئے۔ اور رسومات بد کے انہوں کی علمی کوشش بھیجئے، صفت و حوت کا قوم میں رواج دیکھئے، اور اپنی آواز کو بلند کرنے کے لئے القومین کو ہفتہ وار کرنیکی انتہائی سعی فرمائیے،

قریشی عبدالقادر شہید ماسٹر لاہور، شمولیت اجلاس کا بعد اشتیاق تھا، جو وجہ پورا نہ ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ عزائم میں برکت

دے اور ہمارے کاموں میں سہایت پیدا کرے، آمین !

قریشی محمد عطا دہشتہ صاحب دالبندین :۔ مذہ کے افتتاحی اجلاس کا خط دالبندین سے غیر حاضر کی وجہ سے آج لا۔ مجھے انوس ہے کہ جلسہ میں حاضر نہ ہو سکا۔ فارم روز کرتا ہوں، چنہ بیحد دھکا۔ خدا تھلے ہمارے ارادوں میں استقامت اور کامیابی عطا کرے،

قریشی فقیر محمد صاحب خیر :۔ قومی مرکز کی شدید ضرورت تھی، خدہ کا قیام قوم کی اس ضرورت کو پورا کر دیکھا۔ میں افتتاحی اجلاس پر اپنی تمام برادری کو فکر حاضر ہونیوالا تھا۔ کہ عادتہ پیش آگیا، دو گونہ رنج ہوا۔ خدا آپ کے ارادوں میں برکت دے اور مذہ کے اجلاس کو کامیاب کرے، آمین !

قریشی محمد ضمیر صاحب بیڈکنشل :۔ ان دنوں سخت مدیمہ انفرمی ہے، کثرتِ کار کی وجہ سے رخصت نہیں مل سکی، مذہ کے قیام سے مسرت ہوئی، انوس کو میں جلسہ میں شریک نہ ہو سکا، میں آپ کے ساتھ ہوں، خدا آپ کا حامی و مددگار ہو !

بعد کی کارروائی

۳ جولائی سنہ ۱۹۳۳ء

دفتر انقرضی میں اخراجات جلسہ کی تقسیم اور جسر آمد و خرچ کی تکمیل کے لئے تنہید صاحب کی کمیٹی منعقد ہوئی، ذمہ داران خرچ جلسہ نے اپنے اپنے مستحق اخراجات کی رسیدات اور بل پیش کئے جن کی غور و خوض کے بعد تعین تکمیل گئی اور آڈیٹر صاحب مذہ نے گوشوارہ مرتب کیا اور جسر جٹروں میں اخراجات کر کے تحویل کر دی، گوشوارہ الگ شائع کیا جائیگا،

۱۳ جولائی سنہ ۱۹۳۳ء

زمینی محمد علی صاحب ردفن حریر انقرضی کی صدارت میں دفتر انقرضی میں اگر کم کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوا۔ تاریخ کی کمیٹی کا مرتبہ گوشوارہ تصدیق ہونے کے بعد سالانہ اجلاس کی رپورٹ پڑھی گئی اور تجویز ہوا کہ اسے شائع کر دیا جائے، اس بعد اگر کم کمیٹی کی تجویز ہوئی جس کی تفصیل آئندہ شائع کی جائیگی، ابو محمد علی صاحب حلیم خادق جو امنٹ سکریٹری نے تجویز پیش کی کہ "مذہ" فوج ہند کے علاوہ بلاد عرب و عجم کے زبیدیوں کی صحیح معنوں میں ہر گیر باؤی بنانے کے علاوہ تبلیغ و اشاعت اسلام اور تنظیم قوائے ملیہ کا فرض ہی انجام دیکھا اور اس کی بنیاد وسیع تر مانیہ پر رکھی گئی ہے، اس لئے کام کی نوعیت کا لحاظ کرتے ہوئے ضرورت ہے کہ جنرل سکریٹری کا عہدہ ایزاد کیا جائے، اس تجویز پر نہایت مسامت و سفیدگی اور تدبر و فکر کے ساتھ غور کیا گیا اور بالآخر اتفاق رائے جنرل سکریٹری کا عہدہ ایزاد کرنا منظور ہوا۔ اس پر زمینی محمد علی صاحب آڈیٹر نے ایک مختصر تقریر کے بعد جنرل سکریٹری کے لئے سٹریٹریز احمد صاحب بٹلی کی ہے کا نام پیش کیا، بٹلی صاحب نے اگرچہ مسدودت پیش کی، لیکن یہ فتویٰ نہ ٹھیک لگی اور حاضرین نے نہایت مسرت کے ساتھ بالاتفاق آپ کا تقریر منظور کرتے ہوئے پراگشٹا دیک آپ کے سپرد کیا، بٹلی صاحب کا شکریہ ادا کیا گیا کہ آپ نے اگر کم کمیٹی کے اس فیصلہ کو بر طیب خاطر قبول کرتے ہوئے دیا دلی کے ساتھ ہونے والی امور کے لئے اپنی خدمات پیش کیں، اس کے بعد بعض اہم ضروریات اور فارم نامے

مہری کی باج پڑنا اور تصدیق و سفارش کے لئے سپیشل کمیٹی کا انتخاب عمل میں آیا جس کی تفصیل بشرط ضرورت علیحدہ شائع کجائیگی۔ اس کے بعد انتظام و نفاذ و تقسیم کار کا مناسب اہتمام کیا گیا، مقامی ممبران سے وصول شدہ حذوہ کا فرض مولوی محمد علی صاحب نے اپنے ذمہ لیا، اور جو انٹ سکریٹری کو بذات لکھائی کہ وہ جدا شدہ کو ترتیب دیکر جیسٹر مشنل بند کی تکمیل کر کے آئندہ کمیٹی میں سپیشل کریں، مقامی تفصیلات کا کام مسٹر محمد حفیظ صاحب کو تفویض ہوا جسے انہوں نے بخوشی منظور کیا۔

”ابن جن فریسیان سیاب“ کو جو انوار کے اہل حق کا مسند میں ہو کر تجویز ہوا کہ خطا و کتابت کیجئے اور قرار پایا کہ جن مقامات سے ”مذہ“ کا نقیب لایا گیا ہے امر و زور و فرامی و اس ایک نمائندہ صحیح دیا جائے، اس کے لئے مفتی علم الدین صاحب ”مفتی محمد حفیظ قریشی“ انڈیا کو نے اپنی خدمات میں لکھیں، آپ کے اس ایثار کا دلی شکریہ ادا کیا گیا۔

اس کے بعد شیخ عبدالحیہ صاحب امید و از نائب فقیدہ کا خط جس میں انہوں نے مبلغ ۲۵ روپے مذہ کے لئے ارسال کرنے کا ذکر کیا ہے پیش ہوا، اس سے قبل آپ ۳۵ روپے کی یکمشت رقم عطا کر چکے ہیں، اس پر آپ کی حمیت قومی کی تحسین اور اسی وجہ کی تلاش لکھائی اور تجویز ہوا کہ آپ کو شکریہ کا خط لکھتے ہوئے خراہن کیجئے کہ مذہ کو چونکہ مالی امداد کی عید ضرورت ہے لہذا آپ اس کی امداد و اعانت کے لئے بیش از پیش توجہ فرمائیں، تجویز ہوا کہ جن ممبران کے تمام منظور ہو چکے ہیں لیکن چندے ہنوز وصول نہیں ہوئے انہیں خطوط لکھے جائیں کہ مذہ کی ضروریات کا احساس کرتے ہوئے باقی ڈاک اپنا اچھا زور چندہ بیجا کر منسکور کریں،

قاضی نذیر حسین صاحب فاروقی کا ایک گرامی نام جس میں انہوں نے اپنے عزیز اور القریش کے مدارج قاضی محمد غریب عالم صاحب سٹنٹ شیش اسٹریکٹ تقریب لگائی پر دو روپے ”مذہ“ قندیس عطا کرنے کا ذکر کیلئے پڑ گیا۔ قاضی صاحب کی اس نیک تحریک کو جو انہوں نے اس طریق سے ایسی تعاقب پر مذہ کی امداد و اعانت کے لئے قوم کے سامنے عملی طور پر پیش کی ہے تدر و دعوت کی نظر سے دیکھا اور تجویز ہوا کہ سبک باد کے ساتھ مذہ کی طرف سے آپ کی خدمت میں بذریعہ تشکر بھی پیش کیا جائے، پانچ روپے کار و دلی بخیر و خوبی ختم ہوئی، اور جلسہ برفاست ہوا، الحمد للہ،

خطبہ صدارت افتخار امدت خاندانے مغرب شائع ہو گا۔

بشیر احمد شبلی بی اے، جنرل سکریٹری

د شباب الدین، سکریٹری، ندوۃ القریش، امرتسر

نوٹ:- فارم مہری، دستور و اس داغ و من مقام، قواعد و ضوابط و دفتر سے مفت طلب فرمائیے اور ممبرانے اور بائیں کو شش کیجئے

آپ کا قومی فرض

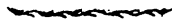
ہے کہ آپ کی توسیع اشاعت کے لئے پوری پوری کوشش عمل میں لائیں، اگر آپ اسے نمونہ دیکھ رہے تو خریداری کا آرڈر دیجئے، زر چندہ اگر خریدنے والی آرڈر چھوڑیں تو وہی بل کے اجراء کی رحمت اور زائد خرچ کی نیرامی نہ ہوگی، انجیر،

نوائے ظفر

عنوان بلا سے زین کی نظم جناب ظفر ہاشمی کے ذہن کا نتیجہ ہے۔ آپ قرین کے ایک ایسے خاندان کے چشم و چراغ ہیں جس کا دل قوی و دوست لبریز اور ہم حشر شبہ علم و عمل ہے، مولانا محمد یوسف صاحب ایم۔ اے، مولانا محمد ابراہیم صاحب بیڈا سٹر، پیر علی اعجاز صاحب بی بی کلکٹر پیر علی اکبر صاحب صاحب قیدار (مروم) سے ہیں دیرینہ قاریت حاصل ہے، ان کی اصلاحی و تحسینی اور قوی امور کے شغف و انہماک کے ہم ہیشہ حارج رہے اور فی الحقیقت وہ اس قابل ہیں کہ قوم ان بزرگ کے حضرت ظفر قوم کے اصلاحی امور اور علمی و ادبی و تحسینیوں میں بہرہ وافر اور دستگاہ لاق رکھتے ہیں، اما شاء اللہ آپ امر قمر کے معروف رسالہ "ہیستانتان" کے مدیر سعاد ان ہیں۔ اور یہ مجلس آپ ہی کے ہاتھوں سرسبز و شاداب ہو رہی ہے، آپ کا علمی ذوق اور ادبی شوق ایک بیضا بصرہ کا مغنعتی ہے، مگر افسوس کہ وقت کی قلت مانع ہوئی انشاء اللہ قتلے ایضاً کسی محبت میں تاریں کراہیں سے آپ کا ذرا وضاحت کے ساتھ تعارف کرایا جائے گا۔

ضبط کی تاب نہ لے کر یہ کچھ کام ابھی
دل خمیازہ کش دیدے سرور مگر،
صبر سے کام لے کچھ محبت مروانہ اگر
غیر کیوں دے آواز میں کیا سمجھ میں
بن تو جائیں ہر تن شیوہ عجز و تسدیم
بگڑا نما بگڑے و بگڑے ہر
قوم سے کہنے کو ہوں زیت کا پیغام ابھی
آنکھ ہے مچو تماشائے لب بام ابھی،
روکش نور سحر ہونے لگے شام ابھی
پرست اتنی تو نہیں بت اسلام ابھی
پرست اندیشہ بے مہرِ اصنام ابھی
ہم یہ اچھا ہے کہ میں دردِ تر بام ابھی

ہائے اصنام خیالی پہ ہے معروف نیاز
شام ناموس ظفر کرے گا بدنام ابھی



اسلام اور امن و امان

(از جناب مولانا حمید احمد صاحب کلمی)

سورہ فاتحہ کے بعد قرآن مجید کی عبارت یوں شروع ہوتی ہے، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، آئمہ ذالک الکتاب لایب فیہ بدئیٰ یثیقن الذین یؤمنون بالنبی و یقیمون الصلوٰۃ و عمار ذقہم یتقون الذین یؤمنون بالانزل الیک و ما انزل من قبلک و بالآخرۃ ہم یوقنون، اولنگ علی ہدیٰ من ربہم و اولنگ ہم یصلحون۔

یہ ابتدائی تین آیتیں میں امیر غور کرنے سے فوراً معلوم ہو سکتے ہیں کہ اسلام کے نزدیک دنیا میں امن و امان قائم کرنے اور نوع انسانی کو جنگ و جدل سے بچانے کا کیا طریقہ ہے، اس عبارت کا ترجمہ یوں ہوگا۔ "اس خدا کے نام سے جو مہربان اور رحیم ہے، آئمہ ذالک الاسلام اور اسلام دونوں کا مخفف ہو سکتے ہیں، اس مقطع لفظ کے حقیقی مراد ہی معنی تو خدا ہی جانتا ہے، اس کتاب میں بے شک چوتھوں کیلئے ہدایت کا سامان ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں جو تمیز اندازی گئی اور کبھی بھی جو تم سے پہلے آماری گئی اور وہ قیامت پر ہی یقین رکھتے ہیں، یہی اولنگ منجانب امر ہدایت یافتہ ہیں اور یہی لوگ صلاح یاب ہیں۔"

ابتداء رحمت اور مہربانی کی فدا کی جاتی ہے، اس لئے اس کے بعد کچھ اور احصاء ہی کا پر تو اور سایہ ہوگا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حق باطل میں فرق کرنا ایک کتاب میں ہدایت کا جو سامان ہدایت چاہئے والوں کیلئے موجود ہے وہ یہ ہے کہ

(۱) سب لوگ اپنا ایک خاص معنی نظر سے لیں اس اور یہ ایسی چیز جو حاصل نہ ہو، (۲) یمنون بالنبی

(۳) سب لوگ احتیاجی کریں (۴) اپنے نفس میں یمنون کی مدد کریں (۵) عمار ذقہم یتقون (۶) اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے دوسرے مذہبوں کا احترام کریں (۷) یمنون ... من قبلک (۸) انجام کا ابتداء ہی سے محاذ رکھیں (۹) بالآخر ہم یقین سے پہلی بات پر شخص کا اپنے لئے ایک مطلع نظر قرار دینا ہے، اس کی ہمت بالکل واضح ہے، یہ بات اب تسلیم شدہ ہے کہ بیکاری سرمایہ داری ہے اور جب شخص معروضی عمل دیکھتا ہے اور اپنے معبود کو حاصل کر نہیں سکتا تو اس سے مشغول رہتا ہے۔ تو وہ تعداد بھی وہ نہیں ہوگا، جو بیکاری کے باعث دو عالموں کے درمیان جگہ بیکار شخص اور زمین کا مدار ہو کر ان کے کام میں ہرج پیدا کرتا ہے،

دوسری بات غور کرنی چاہیے، غور کریں کہ سب لوگ اپنے امام کے اشاروں پر اس کی ناسمجہ دیتے ہیں، اس اتحاد عمل کا وہ اثر ہوتا ہے کہ انفرادی طاقت الگ الگ آدمی کو کم کر کے ان کی کچھ نہیں ہوتا۔ امداد باہمی اور اتحاد عمل میں دامن کی اہم ترین شرائط ہیں، کیونکہ اس طرح قومی مفاد کو قائم رکھنا اور انفرادی فائدوں پر ترجیح دینی پڑتی ہے۔ سو بروہ نہانہ کی سب سے بڑی مصیبت اشتراکیت، کیونکہ سرمایہ داری ہے جس میں مالداروں اور سرمایہ داروں کے خلاف انتہائی جدوجہد کی جاتی ہے لیکن سرمایہ داری اور اشتراکیت دونوں اشتراکیت ہی کے اصول ہیں، قابلِ غور یہ ہے کہ سرمایہ داری اور اشتراکیت دونوں کے اصول ایک ہی ہیں، وہ یہ قرار دیا گیا ہے کہ اپنے نفس لوگوں کی مالی امداد فرض سمجھی جائے،

اس بارے میں اپنے سے والد کی جانب نظر نہ رکھی جائے، اس نیرات کی قرآن مجید میں دو تیس تراویگیں ہیں، ایک زکوٰۃ کلمات ہی اور دوسری نفقہ خیر، نکاحات میں سالانہ پانچ فیصدی رقم اور تجارتی سالانہ، شدائد جالوز وغیرہ پر بھی ایک فیصد ساکن حکومت کی جانب سے وصول کیا جائے اور وہ فیض و سکین کی اعانت، تالیف قلوب، کذاوی کے مستحق کی امداد، قرضداروں کی مدد، خدا کی راہ میں صرف کیا جائے۔ ان الصّدقات للفقراء والمساکین والعالمین علیہا والمرفقۃ تعلیم و فی الزّکّات والعارین فی سبیل اللہ ابن سبیل (الایہ) یہ تو حکومت کی جانب سے انتظام ہو گا۔ دوسرے ذاتی طور پر شخص کو حکم ہے کہ نفقہ خیر گھر کے اس محتاج، اعزّہ و اقارب، یتیم، مسکین اور مسافروں کو دینے کا حکم ہے دیکھو! انفقتم من خیر فلوللّٰہ الدین والاقربین والیتامی والمساکین وابن سبیل۔ (الایہ) یہ وہ مسئلہ تیس راہ ہے جس سے انسان سرمایہ داری اور مشترکیت دونوں کے مصائب سے بچ سکتے ہیں۔

چوتھی بات آنجناب خود زہد پسندی براہِ گراں ہم پسند ہے۔ شخص کو چاہیے کہ وہ دوسرے کے جذبات کا احترام کرے اور اس کے بزرگوں کا ادب کرے۔ اس کی ہمت ان دونوں بالکل عیاں ہے کسی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ پانچویں اور آہستہ ترین شرط یہ ہے کہ جو کچھ کہتے ہو اس کا انجام سوچ لو، اچھے کام کا انجام سیکڑوں مصائب سے دوچار ہونے کے باوجود بھی اچھا ہو گا۔ اور بُرے کام کا لالہ او کامیابیوں کے بعد بھی بُرا ہو گا۔ کسی بات کے اچھے اور بُرے جو نہیں امتیاز کرنے کے لئے خدا نے انسان کو عقل اور اس سے بڑھ کر ضمیر عطا فرمایا ہے۔ ان دونوں کو جو کوئی بھی دھتھاننا ہو گا۔ وہ کبھی راہِ راست سے نہیں ہٹے گا۔ اور ہر نفس پر قدرت اسے متنبہ کرے گی۔ اگر صرف اسی ایک بات پر انسان تن کرنے لگے۔ تو دنیا میں کوئی مبرا نہ رہے۔ مگر، آہ! کہا یہ ممکن ہے؟

آخر میں ایک بہت بڑی ضرورت پر مجھے عام طور سے نظر انداز کر دیا جاتا ہے ماضی دینی نامناسب نہ ہو گی۔ اور وہ یہ کہ ہر کام کی خود ابتدا کرنی چاہیے، صرف دوسروں کو نصیحت کر دینا اور خود اسی نصیحت میں مبتلا رہنا کبھی موثر نہیں ہو سکتا۔ اس کے ساتھ ہی یہ خیال دل سے نکال دینا چاہیے کہ میرے ایک کے کرنے سے کیا ہوتا ہے، دنیا کی دنیا اس کے خلاف ہے، جب تک دنیا کا اس بارے میں ساتھ دو گئے ترقی نہیں کر سکتے خود ایک اصول کے تحت دنیا سے بالکل الگ ایک کام شروع کر دو اور اس پر مجھے رہو۔ تو دنیا خود بخود اس طرف کھینچ آئے گی۔

- اقوال سقراط** ۱۔ اپنی اہلیت پر غور کرو۔ ۲۔ نیچر فلاسفر بالکل بیوقوفی طرح میں کہیں کہہ دیا یہ لوگوں سے خوش نہیں ہوتا۔ جس بات کو وہ بڑے راز میں رکھنا چاہتا ہے ظاہر کر دیتے ہیں، پس یہی وقت اگر وہ جسے کاموں میں خوب کرنے تو خلق خدا کو بہت ناز و غم پہنچا سکتے۔ ۳۔ قانون اور انصاف کی وجہ پر غور کا مقابلہ کرنا ہی ہمارا فرض ہے۔ ۴۔ موت سے ڈانٹ بڑی کام ہے۔ ۵۔ زندگی تو موت ہی کا نام ہے۔ ۵۔ بلا جانچ پڑتال کے کسی چیز کا دست ان میں نہ سب نہیں۔ ۶۔ جس کام پر مڈلے ہیں مقرر کیا ہے اس سے پیڑا اس کی مخالفت ہے۔ ۷۔ اگر تم خود کسی چیز کو نہیں جانتے تو کبھی نہ کہو کہ تم جانتے ہو۔ کیونکہ اس طرح مبتلا رہنا نہیں چاہئے۔ ۸۔ دنیا ہی جس چیز کی طرف جاتی ہے

”ہرن منارہ شیخ پورہ“

بھائی رونق! منارہ نظم ”تازہ خواہی، روشن گردا، نہائے سینہ را، گاہے گاہے باز خواں آن قصہ پارینہ را“ کے تحت ادراکِ افریقہ کے لئے ”سال کرتا ہوں“ مدت ہوئی یہ نظم لائن پورے لاہور آتے ہوئے جہانگیری عہد کی یاد کا قلعہ شیخ پورہ کے قریب دیکھتے پراشک بکر میری آنکھوں سے بہ نکلی۔

شیخ پورہ کے قریب بہت بڑا جنگل بتا اور جیسا کہ کہا جاتا ہے یہی جنگل جہانگیری صید گاہ تھی۔ جنگل گنجان ہرن کی وجہ سے شکار کو دیکھنے کوئے یہ سینار تعمیر کیا گیا تھا۔ جسے آج کل عوام ”ہرن منارہ“ کہتے ہیں۔ مینا کی بندی اپنے قریب و جوار کے شکار حالت کیئے آئینہ تھی۔ اس پر سے شکار دیکھ کر شکار بارہ درسی کیلن جہاں بادشاہ سلامت صمد ملکہ رونق افزو رہتے تھے انک کہ لایا جاتا تھا اور پھر اس کا وہ حشر ہوتا تھا جو شکار کا ہوا کرتا ہے۔

شیخ پورہ بھی شیخ بابا کی نسبت سے شیخ پورہ کہلاتا ہے، آہ آج کل یہ مکانات عبرت کا مرقع ہیں اور ایک ماس کو وہاں ہلکا خراجِ انک پیش کرنے کے سوا چاہ نہیں،

ادفش و نگار در دیوہ شکستہ آثارِ پدیدست صنادیدِ عجم را

شاکر، صدیقی

اے منارہ عبرت افزا! شانِ چغتائی کی یاد، تری ہر اک خفت پر ہم یاس کے نقش و نگار،
شہرِ نادار ہے کتابِ غم کی تیری روئیداد، جس کے ہر اک لفظ میں پوشیدہ ہیں نشترِ نرا
استانِ شانِ پیشیں قلبِ عامش سے

کہہ رہا صحرا میں ہے ہر ایک اہلِ گوشش سے
کس میری سے ہے کسی کو راسخہ گوشیاں کہہ رہا ہے اس سے تو کیا حالِ ایام کہن
خونِ دروگر جہاں کو کر دہائے گستاں، بکسی دیکھے اگر تیرہی جہانگیرِ زماں
جہاں رہی تجھ پر گہنا ہے محبت و دوبار کی
استبدادی کا بیانا ہے تری افشاہ گئی

تیرے پہلو میں رکاں ہے اور جو حسرتِ فرا، دامنِ محرابِ تھا اک روز وہ رشکِ ادم
پیش کرتی تھی شطاحِ مہر بھی نذرِ ضیا، اس میں دگر بیٹھے تھے جب شہرِ دلاشتم

تجھ کو جب تاکا زمیں پر چرخ ناز جام نے
 لٹ لی روتی تری سب گردش ایم نے
 رد لے اپنی بیکھی پر اشک غوں دل کہوں کر
 اب کہاں تو، وہ کہاں، ان کا کہاں وہ کر دفر
 تیری بربادی تو اے محفل نقد پر تھی،
 دشت تنہائی میں اب یہ ماجراے بیکھی
 حشر تک کہتی رہے تیری زبان خامشی
 داستان پاستاں ہو کس طرح مجھ سے رقم
 جن کی سلفائی کے پردوں میں چھپے دارا و جم
 ہر وزن یوں ان کے جوہر فیض کا قلم رہا
 گو ہر مقصد بد اس اس سے اک عالم رہا
 خاک باغ دہر میں آمیزشیں تغیر ہے، ایک ہی صورت بیابان تلہ نہیں دہی مدہم
 دڑے دڑے پر ازل سے یہ جلی تختہ پر ہے، اور ہوتا ہے بدل جانے سے عالم کا نظام
 جن کے دم سے سخی مبارکشیں میں گل لہریش
 آج ان کی یاد دیر انوں میں ہے حسرت خورش
 گو بجھتے جن کے دُکے سے زمین و آسماں آج ہے گرد غریباں ان کی عظمت کا مال
 مر مر میں قبریں جن باقی ان کی حسرت کا نشان، غیہ زن ہے باس ان کے ایک دنیائے عال
 مل گئے خاک میں وہ انتحاب روزگار
 زندگی ان کی ہے شرح انقلاب روزگار
 شان و شوکت جن کی بھی کل تک کینیز خانہ زاد
 آج ہیں بزم جہاں میں خواہ وہ مسالی تشار
 پیر رہے معبود ہستی میں ہیں ناکام و بیکہ
 دیکھ اسے کشاکش کو یہ رنگ گردش ایم، دیکھ
 پردہ داری میکند بر کلاخ دگر نی حکمت
 چنڈ نوبت سے زندہ برگنبد افرا سیاب

پہلے پس میں رسالہ بدعت نہیں چھپ سکتا تھا اور نہ چھپائی حب و نحوہ ہر سکتی تھی۔ اس لیے جس تبدیلی کوئی ضرورت
 پیش آئی، یہی وجہ ہے کہ اشاعت میں دو تین دن کی تاخیر ہو گئی ہے۔ احباب معذرت ہمیں! میخرا

برہمائی سے ہاتھ نہ اٹھایا۔ ہارونک دربار میں پہنچ کر کہنے لگا۔ کہ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ ایک زمانہ میں ذر خلیفہ نہیں ہو سکتے، مگر میرے چچا ابوحنی بن جعفر کو لوگ خلیفہ کبیر السلام کہتے ہیں اور اطراف باد سے ان کو خراج بھیجتے ہیں اور انہوں نے خزانہ و خیر اور سلاح بھی ہاتھ سے جمع کر لئے ہیں، ایسے حکمرانوں نے اس کو بہن ہارون و ہم دیکر رخصت کیا۔ مگر وہ اپنے مکان پر آئے جی در وطن میں مبتلا ہو کر جہاں بحق تسلیم ہو گیا اور وہ درہم پیر ہارون کے خزانہ میں واپس ہو گئے، مگر چونکہ اس کا یہ کلام ہارون کے دل پر اثر کر گیا تھا لہذا وہ شیشہ میں حج کے بہانہ سے مدینہ منورہ داخل ہوا اور عین حالت ناز میں حضرت کو گرفتار کر کے بصرہ بچوا دیا۔ سال ہر تک وہ جناب عیسیٰ بن جعفر دائیہ بصرہ کی نگرانی میں قید رہے بعد اس کے ہارون نے عیسیٰ کو امام علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا۔ مگر جب عیسیٰ اس حکم کی تعمیل سے سامانی کا خزانہ ہارون نے حضرت کو بصرہ سے بندھا کر نعل بن ریح کے پاس قید کیا۔ ایک مدت تک حضرت اس کی نگرانی میں بھی مقید رہے اور جب اس نے بھی ہارون کی تعمیل حکم میں حضرت کے قتل کو ناکار کیا۔ تو فضل بن یحییٰ برکی کے پاس قید کیا جس نے پہلے تو حضرت پر بہت سختی کی۔ لیکن بالآخر حضرت کے مرم و صلہ اور دعا و مناجات سے متاثر ہو کر حضرت کی تعلیم و تکریم میں اہتمام لینے لگا۔ جب یہ خبر ہارون کو پہنچی تو وہ امام کو سند ہی بن شاہک کے پاس قید کر کے شام کی طرف چلا گیا۔ اور فضل بن یحییٰ کو سوکڑے مارنے کا حکم دیا۔ یحییٰ نے بیٹے کی جانب سے عذر خواہی کی اور ہارون کی رضا مندی حاصل کر لینے خود اس کفر و نافرمانی کے پورا کرنے کا وعدہ کیا اور سند ہی کے پاس پہنچ کر اپنے مائی الغیر سے اس مطلع کیا۔ پہر ان دونوں کو جو کچھ کرنا ہوتا وہ گزرتے، اور انہیں دونوں میں سے ایک نے حضرت کا کام نہر ملاں سے تمام کیا۔ یہ واقعہ ۲۵ رجب سنہ ۱۷۷ھ کا ہے جس کے بعد قید خانہ کا دروازہ کھلا، چار مزدور بلا بلا جانا ایک تختہ پر اس مقدس لاش کا اٹھنا، ہذا امام الففسہ کی مذاکے ساتھ تشہیر و نائین دن تک بند اوکے پل پر پڑا دینا، پھر سلیمان بن ابوجعفر کا اس لورضا کو زیر زمین پہنانا کرنا یہ وہ دلزدہ حکایات ہیں کہ قلم کا سینہ چاک ہو جاتا ہے، انافشہ و انابیشہ جوتی

قریاد

گردا بخیر نے ویران ، رسول عربی
کل جو دنیا میں تھے سلطان ، رسول عربی
نہر ہی پہلی سی وہ شان ، رسول عربی
ہوئے گروہ ، مملتان ، رسول عربی
چھاگیا غلبہ شیطان ، رسول عربی
آپ ہیں اس کے نگہبان ، رسول عربی
ہو رہا فیض کا طوفان رسول عربی
ماری امت ہے پریشان ، رسول عربی
راج ہیں بے سرو سامان ، رسول عربی
ان کئی دولت ایمان ، رسول عربی
کل پہلی شمع دہشہ آن ، رسول عربی
جو یہ غالب ہو ، سلطان ، رسول عربی
یکھئے شکنجہ آسان ، رسول عربی
قبول دے پیر در احسان رسول عربی
فیض دہشہ دہی

استاد کی عظمت

پانچویں صدی ہجری کے اخیر میں سلطان تاج الدین یلہ دوزغی کا حکمران ہوا۔ اس زمانہ میں سلطان قطب الدین ایبک کے پڑپوتے بہمن شاہ نے حکومت تہی جو سلطان تاج الدین کا داماد ہی ہوا۔ سلطان تاج الدین یلہ دوزغ کے دو فرزند تھے، ٹراڈا کا نام تو اکتیس ہوا۔ چھوٹے لشکے کو معلم کے پڑ کیا گیا۔ ایک دن شہزادے نے بہمن یا دہ کیا۔ استاد کے پاس ایک کوڑا ہوتا تھا جس کے سر پر دوسے مارا۔ شہزادہ ضرب کی تاب نہ لاسکا اور اسی وقت ہاں بخت تسلیم ہوا۔ اس اندھ ہناک حادثہ کی خبر بارشاہ کو پہنچی تو اس کے حواس بجا نہ رہے، سنبٹنے کے بعد حکم دیا کہ معلم کو زراہ راہ و کیر حضرت کر دو اور تاکید کر دو کہ شہزادے کی ماں کو خبر جوئے سے پیشتر جس طرح جوئے میری مملکت سے باہر چلا جائے۔ بادشاہ جانتا ہوتا کہ استاد نے عہد شہزادے کو ہلاک نہیں کیا۔ لشکے نے آمیزش نہیں سنا یا اسے طیش آگیا اور لڑنے کو مار جٹیا۔ اس کی اہل اس طرح تھی، وہ برداشت نہ کر سکا، مر گیا ۛ

فاضل استاد اپنی عہد میں صرف کرتے تھے، باہر ملتے تو شاگردوں کی ایک جماعت ساتھ ہوتی، جس وقت ویکھو بڑے بڑی مسائل مشککہ حل ہو رہے ہیں۔ بحث کا سلسلہ جاری ہے، اکثر استاد تو شاہی دہاروں میں جانا ہی پسند نہ کرتے تھے، اور اعلیٰ عہدوں کے لئے کسی حکمران کو دیا کرتے تھے کہ اس میں مشککہ ہو کر اعلیٰ و کچھپیوں سے بے پردہ نہ ہو جائیں، شاگردوں کی یہ حالت کہ استادوں کے تدریس کے نیچے انھیں پھیلے تھے، والدین اور بادشاہ کے بعد سب سے زیادہ حق استاد کا سمجھتے تھے، شاگرد امیر و پادشاہ و پادشاہ ہر ایک استاد کو واجب العزت سمجھتا تھا، تاریخ ہند کا ایک واقعہ ہے کہ خلیفہ امون الرشید نے جب یحییٰ بن زناد و یحییٰ کو اپنے دونوں بیٹوں کا استاد مقرر کیا۔ تو شہزادہ عیاد کی وجہ سے استاد کے برابر نہیں بیٹھتے تھے، ایک دن ایسا ہوا کہ یحییٰ بن زناد و یحییٰ کسی کام کے لئے مسند سے اٹھے تو وہ تو شہزادے ان کی جوتیاں سیدھی کرنے کے لئے دوڑے، اور آپس میں اچھڑ پڑے، ان کو لڑا ہوا ویکھو آخر استاد نے فیصلہ کیا کہ دونوں ایک ایک جوتی لب فرش رکھ دیں، امون الرشید کو اس واقعہ کی خبر ہوئی، تو اس نے سمجھ کر بولا یا ا اور دریافت کیا، آج دنیا میں سب سے زیادہ معزز کون ہے؟ یحییٰ نے کہا، خلیفہ اسلام ہے، بڑھ کر آج دنیا میں کون معزز ہو سکتا ہے، امون نے کہا، خلیفہ سے بڑھ کر اس کی عزت زیادہ ہے جس کی جوتیاں اٹھانے کے لئے خلیفہ کے دونوں بیٹے آپس میں لڑیں اور ایک دوسری پر سبقت میں اپنی کوشش کریں،

امون رشید نے کہا اس کشفش برداری سے شہزادوں کی عزت اور ہیرو بالا ہو گئی ہے، انہوں نے اپنی ذراست و احسانات کا نام یاں بڑا دیا ہے، ادب کی تعلیم و تربیت نے انہیں ادب و اخلاق کا مخزن بنا دیا ہے، پھر یحییٰ کو دس ہزار اور بیٹوں کو سب ہزار درہم انعام دئے، انوس آج یہ ایش کیاں، دھکتا،

جواب طلب اس کے لئے جوابی کارڈ یا کھٹ آنا ضروری ہے، ورنہ جواب نہ دیا جائے گا۔ غیر

جذباتِ امجد

تھوڑی سی رہ گئی ہے ابھی گزار دے

راہِ خدا میں زندہ گی مستار ہے چھٹنے سے پہلے جائے مہتی آثار دے
بہرِ وفا وختِ دلاں ارشہار دے غم دیدہ دل کے کان میں آجہ پکارے

تھوڑی سی رہ گئی ہے ابھی گزار دے

اُکے زمیں پر خاک اڑائے واسطے آنکھیں نہیں ہیں انکبہائے واسطے،
یہ زندہ گی ہے رنج اٹھائے کیواسطے ہرسانہ تن میں آتی ہے جانیے واسطے،

تھوڑی سی رہ گئی ہے ابھی گزار دے

مانا کہ تو شکستہ دل وختِ حال ہے مانا کہ مثلِ نقشِ قدم پاؤں مال ہے
مانا کہ ہجر یار میں جینا محال ہے دو دنِ فراق کے ہیں پیرِ آخرِ حال ہے

تھوڑی سی رہ گئی ہے ابھی گزار دے

اے جانِ ارجانِ رخ میں کھرتی ہو کیلئے بے چین ضبطِ دہ سے ہوتی ہو کس لئے
گردابِ غم میں ناؤ ڈوبتی ہے کس لئے بے شمع بیع ہوتی ہے روتی ہو کس لئے

تھوڑی سی رہ گئی ہے ابھی گزار دے

یہ قدرِ راست بارِ مصائبِ سو غم سہی آفتِ پرافت اور ستم پر ستم سہی
پاؤں میں چالے دلیں فلش اب پدم سہی اے پٹنے واسطے اور ذرا قدم سہی

تھوڑی سی رہ گئی ہے ابھی گزار دے

پیوندِ خاک کا ہے یہاں نیک ہو کہ بد اے سونیلے جہد کا انجام ہو محد
اے جینے والے مردوں پر کرتا ہو کیونچہ شامہ میں نفسِ نفسِ واپسین ہو

تھوڑی سی رہ گئی ہے ابھی گزار دے

میری سرگزشت

نمبر ۴

قاضی نظیر حسین حسنا فاروقی کے ذاتی حاکمات تاریخی زندگی

چند ضروریات کی بنا پر دیوسف خان کو قلات جانا پڑا، اس لئے ۲۶ مئی ۱۸۷۱ء کو براہِ خیابہ ہم تلات پہنچے، یہاں سب سے پہلا موقع تھا۔ جبکہ میں نے شہر قلات کو دیکھا، قلات بلوچستان کا دارالخلافہ ہے اور مذکور ہے کہ بلوچستان از ولایات شاہشاہی قدیم ہندوستان است کہ قدما اور جہد مشیر یا چہد و مشیر میگفتند، ہندو غزلی اور سلطنت ایران و جزئی اور محیط ہندوستان و مشرقی اور سندھ و شمالی اور سیستان و افغانستان است اور اس مملکت پر چند ولایت است کہ ہستان و مکران و سرادان و جہلان و جہلان دان و غنڈوہ گنڈوہ است، طول سرویل کے اس مملکت تحمید شش صد میل است اور اس مملکت طوائف بہتیار دارد، ہر طائفہ رئیسے و بزرگے از خود دارند و رئیسے معروف است، چہار است، بلوچ، ہند، افغان و ہمدان و ہمدان طوائف اور ہر یک بلان و پانچ ہزار تھیں کہ اندازیں ولایت مرتفع و کم ہمار است و صحرائے بے آب و علف بسیار دارد، و در کہ ہستان آبجا زمستان سخت و سرد میگنند، و در ہر مملکت بجز حکامات قلعہ آبادی نیست،

اب چو میں پشت سے خانی قلات بہ خاندان احمد زئی (برہمنی) چلی آئی ہے جس کے چوہوں میں خان قلات میر محمد خان موجود ہیں قلات میں ۹ شہر قلات ۶ درجہ ۲ دقیقہ شمالاً اور ۶۶ درجہ ۳۵ دقیقہ شرقاً، کوئٹہ کی جنوبی طرف ۱۶۰ میل کے فاصلہ پر ہے، سطح سمندر سے ۴۷۸۳ فٹ بلند، قلات جس کو قلعہ بھی لکھا جاتا ہے۔ اصلی باشندہ وہاں میں قلات بلوچی اور قلات سدا کے نام سے مشہور ہے اور یہ اس لئے کہ قلات غزلی ہے جو افغانستان میں ہے اپنے روایتی بانی کی وجہ سے تیز کیا جاسکے،

شہر قلات دادی قلات کے مغرب کی طرف کہ شاہ مردان کی چوٹی پر کابو ۴۲۵۰ میل کے فاصلہ پر بلوچ گوشہ مغرب و جنوب واقع ہے اور بلحاظ آبادی ساہی ساہائے سابق کے مقابلہ میں ویرانی کی طرف قدم اٹھا رہا ہے۔ ۱۸۷۱ء میں شہر تباہ خام اور اس کے گرد و فواح کی مجموعی آبادی ماہ ہزار کے قریب تھی۔ گراب بہت کم ہو چکی ہے جو چاندپڑ سے زائد نہ ہوگی، بلوچستان پر نعرہ انگریزی سے پیشتر یہ تجارت کا مشہور مرکز تھا۔ اور افغانستان سے ہندوستان کو جانوروں کے قاتلے یہاں سے گزرتے تھے۔ جو جوہروں کا کام کیا کرتے تھے، شہر کے اور گرد ایک خام دیوار ہے جس میں برج میں اور ہر ایک برج کا نام قدم دیوار کے فزوں کے نام پر علیحدہ علیحدہ ہے، دیوار ہی انکی مرمت بھی کرتے ہیں۔ تین دروازے ہیں، شمالی، جنوبی اور مشرقی، بالترتیب سنگی، لکھنڈ، اور دیوار کے نام سے موسوم ہیں، شہر تباہ کی بیرانی جانب تین مضامین ہیں، اور ۱۲ شہر ۲۰، روئے شہر ۳۰، اور خیل بابا باخی خیل، بالائے شہر "Mangla" میری (میر) کے رہنے کی جگہ اصل یا تلہ یا گڑھی، ہے جو پرانی وضع کی ایک شاندار عمارت ہے اس میں خانان قلات رہتے چلے آئے ہیں،

اور موجودہ خان قلات ہی اسی میں رہتے ہیں، اس کی پانچ ستریس ہیں اور کوہ ہر بونی کا نظارہ وہاں سے خوب دکھائی دیتا ہے، "نیری" کے مین نیچے "گالی" ایک ہندو مند ہے جو ممکن ہے کہ اسلامی زمانہ سے پیشتر کا ہو، اس میں روشنی کے لئے تیل حکومت کی طرف سے ملتے۔ دروازہ و دروازہ کے گادروں کے بالمقابل ایک بڑے پتھر پر "شٹو" کی صورت ہے، ہندو اپنی مذہبی رسوم پوری کڑاوی کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور تجارت پر تا بعض دستغرف ہیں، قوم دہراد کا ایک فرقہ سیوازی کے نام سے مشہور ہے مگر مسلمان ہے، شہر کا بانی اگر سیدا ہندو بتا تو اس کے متعلق اور کچھ معلوم نہیں ہو سکتا۔

مارنجی سخا سے قلات ایک فردی مقام ہے، جس نے تغیر حکومت اور زیر نگیں زمانہ کے بہت سی انقلابات دیکھے، چنانچہ مذکور ہے کہ کلاکت اول از سیدا ہندو ہوا، بعد از سیدا ہندو منغل ہوا، است، چونکہ منغل راجہ و لاسٹ خود جنگ نشا نشہ در خراسان برخاست، پس میردانی گرفت، تاکہ میر عمر میردانی در کلات حاکم بود، و چونکہ چاکر بلوچ سردار ہندو گہرام لاشی از ملک کرمان رو بہ کلات آؤند۔ پس از میردانی و شہک پدر چاکر بلوچ جنگ واقع شد، شہک بلوچ غالب آمد، و عمر شہد، قبر عمر میردانی تاحال در کلات موجود است، کلات را از میردانی گرفت، بعد از اس بلوچ دو سال در کلات نشست، بعدہ موسم زمستان بنک کچی رسیدی برائے مال چرائی خود میرفتند، و بموسم تابستان باز بہ کلات سے آہند، بعد از اس شہک و چاکر ہندو گہرام لاشی بہم مشورت نمودہ برائے گرفتن ملک کچی رفتند، چنانچہ چاکر ہندو شہک کے پدر چاکر است، از راجہ بون بر ملک ڈاڈا پھر پائیں شدند، و گہرام سردار لاشی را از راجہ مورہ (درہ مورہ) بہ گنجاب (گندارہ) پائیں شدند، و مند بلوچ را کہ از قوم ہندو پختی نامند، در کلات حاکم کر دہ رفتند۔

سن پذیرہ سو صدی عیسوی میں شہک نے بیعت اپنے فرزند چاکر خان کے قلات کو اقوام بروہی سے فتح کیا اور پھر پختونزی ہی عرصہ میں گندارہ، سہی اور علاقہ کچی کو اپنا مطیع کر لیا۔ اب کرمان، سرادان، جہالادان، السید، کچی اور کچہ حصہ افغانستان کے مجموعے کو بلوچستان کہتے ہیں۔ جو قبل ازیں ملک سندھ کی حدود میں شامل تھے اور بلوچستان کے نام سے اس سے قبل کوئی ملک نہ تھا۔

پندرہویں صدی عیسوی میں جب قلات میردادیوں کے ہاتھ آیا تو اس وقت سے بیکر خانان احمد زئی کا دار الحکومت چلا آتا ہے، مندو (منگل گرنر) کی قبر جس سے میردادیوں نے قلات کے دیواروں کی مدد سے تخت چینا تھا۔ مستوگی دروازہ کے قریب واقع ہے، بعض مندو کو بلوچ بیان کرتے ہیں، "اُمَن اکبری میں قلات اور خیابہ" قلات خیابہ کے نام سے ایک ہی علاقہ یا ضلع بیان کئے گئے ہیں میں نے ۲۵ مئی ۱۹۰۷ء کو خیابہ دیکھا۔ یہ جہالادان کے علاقہ میں ایک بہت ہی بڑا مستقل گاؤں ہے جو سلسلہ ہر بونی کے بڑے کوہ دغ کے جنوبی دامن کے نیچے واقع ہے۔ اہیں چاروں کے قریب مکانات ہونگے، یہ اس لیے ہی متغیر ہے کہ ہندوستان کے دیہاتی طریق سے بہت مشابہ ہے، زیادہ تر مکانات دو منزلہ ہیں جن کے باعث کچہ خوبصورت سا معلوم ہوتا ہے۔

افغانستان کی پہلی جنگ کے دوران میں مسعودیت قورمار کے موقع پر اس شکر پر کہ میر عجب خاں دغان قلات (ایرانستان) کا رہنما ہے، ۱۲ نومبر ۱۹۷۸ء کو انگریز نے شہر قلات پر قبضہ کر لیا۔ چنانچہ مذکور ہے کہ فوج انگریزی در ماہ رمضان ۱۳۹۸ھ بہ قلات آمد، آتش کارزار اشتعال یافت، از وقت طلوع آفتاب الے نصف روز جنگ توپ و تفنگ قائم بود، انگریز توپ و راسخاں دروازہ مستونگ گذشتہ بر چند گولہ دروازہ قلعہ را زدہ شکستہ، درون شہر حصار آوردند، میر عجب خاں مدد چند نفر شہر بہتادت چشمہ "مستونگی دروازہ براب تک برٹانیہ کی ان توپوں کے گولوں کی ضربات کے نشانات موجود ہیں، اس محاذ پر کے متعلق کرنل میلین نے یوں لکھا ہے کہ "بلوچستان میں برٹش انسرز کی بڑی غلطی جس کو جرم کہنا چاہیے یہ تھی کہ شریف طہیت خان قلات پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا گیا تھا اور اس کے بچے کو درافت سے محروم کرنے پر شوروش کے خیالات پہنچے ہو رہے تھے جس کا نتیجہ برٹش کے حق میں بہت نامیاب نکلا۔ ان کو اپنے جرم کا کفارہ یہ دینا پڑا۔ کہ جو کچھ انہوں نے انتظام کیا تھا وہ بالکل بدم برہم ہو گیا اور مقتول خان قلات کے بیٹے کو اس کی جگہ بحال کرنا پڑا۔

قلات میں باغات بکثرت ہیں اور آب رواں دافر، لیکن شہر میں صفائی کا انتظام نہیں چشمہ پر خانان ماضی کے مقابلہ میں شہر سے باہر کچھ ناصہر برٹش گورنٹ کا مقرر کردہ ایک ہسپتال ہے جس کا انچارج مسٹنٹ سرجن ہے، شہر سے شمال کی طرف قریباً دو میل کے فاصلہ پر پوینکل ایجنٹ اور ملٹری ایڈ وائزر کے بھگے ہیں اور انگریزی فوج کا ایک دستہ بھی یہاں رہتا ہے، ڈاکخانہ اور تارگاہ بھی ہے، ملکی باشندے اس کو چھاونی کے نام سے نامزد کرتے ہیں،

یہ بات قدرت ہی کے علم اور ارادہ میں تھی کہ کسی سال ۱۹۷۸ء سے سولہ سال بعد میر عجب سے چوٹے بیانی عزیز ماضی طالب حسین صاحب یہاں پر "جائشین" (بہتر لفظ ناب تحصیلدار) مقرر کئے جائیں گے اور مجھے مختلف اوقات اور مختلف حیثیتوں میں پہر کئی بار قلات کو دیکھنے کا اتفاق ہو گا۔

ہمارا قیام جہاڑی سے متصل میر عبد اکرم زک زئی کی بستی میں ہوا، شہر قلات میں عام طور پر برہمی، بلوچی، نادسی، پشتو اور سندھی زبانیں بولی جاتی ہیں، اردو بھی سمجھی جاتی ہے، مگر عام خط و کتابت کے لئے نادسی ہی مستعمل ہے، لیکن ریاست کی طرف دیست بہر میں تعلیم کے لئے مدارس کا کوئی انتظام نہیں،

قاضی نذیر حسین نادری
ریٹائرڈ مسٹری

گوجرانوالہ
{ یکم جون ۱۹۷۸ء

ملہ تاریخ افغانستان، مصنف کرنل جی میلین، جی، آئی، ای، ۱
ملہ المعروف قاضی طالب جہادی، آپ قریباً تین سال تک قلات میں "جائشین" رہے، مگر جون ۱۹۷۸ء میں آپ نے سیٹ سرورس پر قلات لاروی، اب آپ ایک لمبے عرصے کوئیہ میں سب الیکٹروپوس ہیں و

اسلام سے پہلے

قیامت کفرِ قمرِ عالم میں گردشِ جبِ بدل ہی تھی چراغِ توحیدِ سجہ رہا تھا ہوائے تکفیرِ صل ہی تھی
 غلامِ و آقا کے امتیازِ المِ نسا کی تھی بادِ شاہی کہ گرمیِ آتشِ جہالت سے آدمیتِ گھیل ہی تھی
 جفا پسندوں سے ذرہ ذرہ جہان کا تھا محشرِ تشدد کرم کا رماں کا خون ہوا تھا ستم کی حسرتِ کل ہی تھی
 عناد و بغض و نفاق و کینہ کی بجلیاں کوہِ تہی تہر ہو جہاں الم سے ٹپ رہا تھا ملاءِ الفت کی صل ہی تھی
 چمنِ چمنِ مقتلِ تنا روشِ روشن کر بلائے حسرت خزاں کی تلوارِ صل ہی تھی ہوا گلشنِ بدل ہی تھی
 فسادِ آرائیوں کی دُنیا، نفاقِ انگیرِ نون کا عالم فلک سے فتنے برس رہتے تھے زیں بلائیں اگل ہی تھی
 فیضی کی گہرائیوں میں رقصاں کچھ اس طرح شو آدمی تھا
 کہ گویا تہذیب و آدمیت کا نالہ و فتنہ جانِ کنی تھا

آظہر، راؤ لینڈی

برادرانِ قریش کی قوری توجہ کے قابل

تعلیمِ قریش کے لئے ”مدۃ العزمین“ کی آواز پر سرورِ قوم تک پہنچنے کے لئے قریشی بیٹاؤں کے مکمل ہتوں کی فہرستیں طلب
 ہیں ہندو جیسے ناظرینِ افریش کا قوریِ ذمہ ہے کہ وہ اپنی اپنی واقفیت اور تعلقات کے مطابق ایسی فہرستیں بہت جلد مکمل کر کے
 ہواپسی ڈاک دفتر میں بھیج کر ہم خادمِ ان قوم کی اشاعتِ مقاصد میں امداد فرمائیں۔ امید ہے کہ برادرانِ کرامی محمدی سی تحلیف سے
 ہیں رہن منت کر رہے،

اپنے غمیں بہانی، بشیر احمد شبلی بی اے کے جنرل کڑی مدۃ العزمین لکچر

سیرۃ الاولیاء

حضرت حبیب علی کا جو معروفہ کے بازو میں چو رہا ہے اور آپ کے پاس ایک پوستین تھا جس کو سرزدی گری میں بابر استعمال کرتے تھے ایک روز وہ سر کر نیچے لئے گئے اور پوستین وہیں چھوڑ گئے، اتنے میں حضرت من بصری آئے۔ دیکھا کہ پوستین پڑا ہے پہچان لیا اور فرمایا کہ حبیب ایک عجیب شخص ہیں، یہ نہیں سمجھتے کہ پوستین کوئی لیمیاؤ گا۔ اور وہ وہیں بٹھ گئے، اسی کہ حبیب وہیں آ گئے، سلام کیا اور پوچھا کہ اے امام حسین آپ یہاں کیسی ٹھہرے ہیں۔ من بصری نے جواب دیا کہ تہارے پوستین کی حفاظت کرنا ہوں، تم تجرہ اور پوستین کس پر چھوڑ گئے تھے؟ کہنے لگے اس ذات چرس نے آپ کو میرے پوستین کی حفاظت کیلئے بھیجا ہے،

امام صاحب مقام حضرت زین العابدین کے ایک کس صاحبزادے تھے اور صغیر سن صاحبزادی، ایک روز آپ نے صاحبزادی کو گود میں بٹھا کر ہٹا۔ اور پیادہ کر رہے تھے، صاحبزادی برابر کپڑی ہوتی تھی، بولی اباجان آپ بہائی سے محبت کرتے ہیں؟ فرمایا، اس! وہ یہ سن کر رونے لگی، حضرت کو فیال ہوا اگر شائد اس کو بہائی پر رشک آیا ہے اسے ہی اٹھایا اور پیادہ کرتے گئے، اور فرمایا کہ میں تجھ سے بھی محبت کرتا ہوں، صاحبزادی یہ سن کر اور رونے لگی، اب تو آپ کو بہت توبہ ہوا اور اس کے بعد لڑکی نے ایک چغ مادی اور بیہوش ہو کر گر پڑی، کچھ دیر بعد جب ہوش آیا۔ تو عرض کیا۔ کہ اباجان میں نے ایک وفد آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا۔ کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں، کیا جو شخص اس سے محبت کرتا ہے وہ مخلوق کسی بھی محبت کر سکتا ہے؟ جب آپ اس کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں تو کیا فیر اس سے محبت کرتے ہوئے آپ کو شرم نہیں آتی؟

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں چمکے ارادہ سے مکہ کو چلا تو راہ میں ایک نوجوان کو دیکھا کہ بالکل خاموش ہمارا ہے اور ذکر نہیں کرتا پر جب رات ہو گئی تو اس نے آسان کی طرف منہ اٹھایا اور یہ دعا مانگی، اے وہ ذات کہ جس کو نہ طاعات مسرور کرتی ہیں نہ معاصی فزیر پہنچاتے ہیں، اے وہ چمر بن بندے جو تجھے مسرور نہیں کرتیں اور وہ باتیں صاف کر دے جو تجھے فزیر نہیں پہنچاتیں ۛ

اس کے بعد میں اس کو ذرا تکلیف میں احرام باندھے ہوئے دیکھا۔ لوگ تلبیہ پڑھ رہے تھے مگر وہ خاموش تھا۔ میں نے سہا کہ شائد یہ تلبیہ ہے اس نے زب کیا اور اس سے کہا کہ اگر شخص تو تلبیہ کیوں نہیں پڑھتا۔ کہنے لگا۔ کہ تلبیہ کیا کام دیکتا ہے جیک میں نے ہمیشہ گناہوں کے ذمہ میں لا عقاب دیکھا ہے بخدا مجھے ڈر لگتا ہے کہ میں ایسا ہوں، میں کہوں لبیک اور اُدھر سے جواب ملے نہ لبیک نہ سعید، نہ میں تیرا کلام سنتا ہوں نہ تیری طرف رجکتا ہوں، میں نے کہا ایسا نہ کہو وہ علیہم ہے، جب فغا ہو تب خوش ہو جاتاہے اور جب خوش ہو تب اسے تو غصہ نہیں ہوتا اور جب وعدہ کرتا ہے پورا کر دیتا ہے اور جب وعدہ کر دیتا ہے۔ بولا تو کیا آپ مجھے تلبیہ کی راہ دیتے ہیں، میں نے لبیک اور فوراً زمین پر گر پڑا اور کوسٹ سے لیٹ کر ایک رفتار زمین پر رکھا۔ اور دوسرے کے اوپر بٹھ اور آنسوؤں کا دریا بہا کر رہ گیا۔ لبیک اللہم لبیک قد خضعت لک و ہذا مصرعی لک لیک (حاضر ہوں میں اے اللہ میں حاضر ہوں، تیرے لئے میں خاک میں ملتا ہوں اور یہ تیرے قریب ہی میری فنا کا مقام ہے) دیر تک اسی طرح راتا چل دیا۔ اس کے بعد پھر میں نے اس کو منی میں دیکھا اور وہ یہ کہہ رہا تھا۔

اے اور لوگوں نے قربانیاں کیں اور تیرا تقرب حاصل کیا۔ اور میرے پاس کوئی بھی شے نہیں جس کے ذریعے تیرا تقرب حاصل کر دوں بجز میری اس حقیر جان کے، پس اس کو میری جانب سے قبول فرما۔ اور اس کے بعد ایک لباس اس لبیا اور گرہڑا دکھا گیا (سید، ظہور احمد شاہ چانودی)

بددیانت ملّام

وہ لوگ بہت خوش نصیب ہیں، جن کو سنجیدہ دیانتدار ملازم میر میں، لیکن ایسے خوش نصیبوں کی تعداد بہت کم ہے، دیانتدار ہی سنجیدگی، اور اخلاقی صفات کے دو باتیں بہت ضروری ہیں، ایک شرافت نسبی اور دوسری تعلیم، شرافت نسبی کی بنا پر عموماً اچھے اخلاق ابتدائے عمر ہی سے پیدا ہو جاتے ہیں اور تعلیم کی بنا پر داغ میں جو روشنی اور نیک و بد کی جو تمیز پیدا ہوئی ہے وہ بڑی حد تک بگڑی ہوئی عادات کو سزا دیتی ہے لیکن جب شرافت نسبی اور تعلیم دونوں مفقود ہوں وہاں عمدہ اخلاق کی توقع بٹھ ہے، وہ ملازمین جو خدمت گاری یا ہار قسم کے ادنیٰ کاموں پر مامور ہوتے ہیں، عموماً نسبی شرافت اور تعلیم سے ستر ہو جاتے ہیں اور اس لئے عجیب و غریب واقعات ان کو رونما ہوتے ہیں، یادہ غیر معمولی یوفوف ہوتے ہیں یا غیر معمولی چالاک، صد انصاف میں کسی شکل ایک ایسا ٹکڑا جو اخلاقی حریف سے قیمت ہو اور مکی دیانتداری پر کسی حد تک اعتماد کیا جاسکے، ہستی، کاہلی، کاموں کو دقت پر انجام نہ دینا، بغیر کچھ اور بغیر تاکید کے اپنے فرائض انجام نہ دینا، بھڑائی اور باز پرس کو خوف کے بغیر ضروری خدمات سے غافل رہنا ان لوگوں کا معمول ہے یہ لوگ ملازمت کو ایک ناخوشگوار قید سے تعبیر کرتے ہیں جو کام کرتے ہیں بادل خواستہ کرتے ہیں۔ آنا کی حود، اگلی ان کیلئے ایک عذاب ہے، آنا کی غیر ماضی اور ان مواقع سے جو ان کام سے بچاؤں خوش ہوتے ہیں، ان کی عدم اہمیت کی وجہ سے کوئی بڑا کام تو سپرد نہیں کیا جاتا، معمولی کام اور بازار کا سودا سلف ان کے مستحسن ہوتا ہے۔ لیکن جہانک ممکن ہے یہ اس چوٹی کی مسامت میں ہی کافی نفع حاصل کر لیتے ہیں اور بعض اوقات اتنا فائدہ اٹھا لیتے ہیں کہ دنیا کی کسی بھی دکان کا سودا میں ممکن نہیں ہے، چالاک ملازم سودے سلف کی خریداری میں جیسے سنجیدگی کی، سلف ضرور نام کر لیتا ہے، وہ لوگ جو اپنے معاملات کو بے پردہ رہتے ہیں اور سختی کی بنا پر انہیں گہری باتوں کی طرف توجہ نہیں ان کو زیادہ تر ایسی خباثتوں کا شکار بننا پڑتا ہے، آمدنی کا بیشتر حصہ رو دو چار چار روپے کر کے روزانہ مصروف میں خرچ ہوتا ہے۔ اور مصارف روزمرہ عموماً ان لوگوں کے توسط سے ہوتے ہیں، پس اگر ایک شخص سو روپے مہینے کی تنخواہ رکھتا ہے تو اپنے غیر مستند ملازم کی بدولت اسکی تنخواہ سو کی جگہ پچھتر رہ جاتی ہے اور زیادہ تر ان فیس اس کا بے کر لوگ بدیانتی کے ذریعہ سو روپے جو رقم حاصل کرتے ہیں وہ ان کیلئے کچھ مفید ثابت نہیں ہوتی، بلکہ عموماً تھکے حرام رفت کی مصداق بنتی ہے،

معین واقعات ان ملازمین کی چالاکیاں دیکھ کر شدید نفقعات کا باعث ہوتی ہیں، مثلاً وہ اپنے فائدہ کیلئے باز دے تا کارہ سے کارہ جس خرید کرتے ہیں اور اس کا اثر تدریجی پر پڑتا ہے، کبھی ان کی چالاکیاں لطائف کی صورت اختیار کرتی ہیں، مثلاً ایک صاحب کا دفتر

ہے کہ وہ چند روز چار بستے کے بعد جب تندرست ہوئے تو نانوئی بہت تھی، حکیم صاحب نے تجویز کیا کہ آپ صبح کو روزانہ ناشتہ میں بخنی استعمال کریں، انہوں نے پندرہ پیس روز بخنی استعمال کی، لیکن فحاشی بدستور قائم رہی۔ البتہ انہوں نے محسوس کیا کہ ان کا نوکر جو ناشتہ تیار کرتا تھا روز بروز تو مند ہوتا رہا ہے، اپنے قیامات کی بنا پر ایک دن انہوں نے خفیہ طور سے بخنی کی تو معلوم ہوا کہ نوکر جب بخنی بناتا ہے تو پہلا خوش نکال کر خود استعمال کرتا ہے، اور پھر گوشت پانی میں ڈال کر آٹا کے لئے بخنی بناتا ہے۔

ایک صاحب بیمار کا دوا تھ اس سے بھی زیادہ دلچسپ ہے، ان کا خانسا مان دوائے فی عود کے حساب سے ڈنڈے لاتا تھا۔ ایک دن صاحب کے ایک بے تکلف دوست سے انشاء گفتگو میں انڈوں کا ذکر آگیا، اور معلوم ہوا کہ ان کے ہاں ایک انڈیا ایک آنے میں آتا ہے۔ صاحب نے فوراً خانسا مان کو بلا کر باز پرس کی، اس نے کہا کہ حضور خاکی انڈیا ایک آنے کو ملتا ہے۔ لیکن اس میں شافقت بالکل نہیں ہوتی۔ اگر حضور حکم دیں تو میں آئندہ سے خاکی انڈے لایا کروں، صاحب یہ بات سن کر خاموش ہو گئے،

ایک ایونی آقا کا حال سننا ہے، اور کچھ عجیب نہیں جو صحیح ہو۔ کہ وہ اپنے نوکر سے دودھ منگاتے تھے۔ نوکر آدھا دودھ اور آدھا پانی ملا کر دیتا تھا۔ تنگ آکر دوسرا نوکر رکھا، وہ پہلے سے بھی زیادہ بد دیانت تھا۔ اور ایک حصہ دودھ میں تین حصے پانی ملا دیتا تھا۔ آخر تیسرا نوکر رکھا، اس کا معمول تھا کہ جب آقا پیٹک میں ہوتا تو مچھوں اور ہونٹوں پر دواسی بالائی لگا دیتا۔ دودھ مانگتا جاتا تو وہ برجستہ جواب دیتا کہ آپ نے ابھی نوش فرمایا ہے، آئندہ دیکھ لیجئے۔ ابھی تک ہونٹوں بالائی لگی ہوئی ہے۔

ایسے نامعلوم کتے آقا ہوں گے کہ نوکر ان کے ہونٹوں پر بالائی لگا کر دودھ کے دام وصول کر لیتے ہیں، یہ جو کچھ عورت کی صورتیں مختلف ہوتی ہیں۔ اس لئے انہیں اپنے بیوقوف بننے جانے کا زیادہ احساس نہیں ہوتا، میرے خیال میں جو لوگ عاقبت انیشوں اور کفایت شعاروں کی صف میں آنا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے معدن کے اس پہلو پر بھی نظر رکھیں۔

جب آپ کو اپنے ملازم کی بددیانتی اچھی طرح معلوم ہو جائے، تو اسے یک قلم موقوف کر دیں، کیونکہ ایسے لوگوں کی ملازمت کا خاتم رکھنا درحقیقت بددیانتی کو نشوونما دینا ہے، جب ایک بددیانت ملازم بے درجے پر خفاست ہو کر ناقہ کشی کی تکالیف میں مبتلا ہوگا۔ تو لیکن ہے کہ اس کی اخلاقی حالت درست ہو جائے، میری رائے میں مناسب ہے کہ جس طرح ہم اپنے بچوں کی عادات و اخلاق کے بحران رہتے ہیں، اور موثر دغا و دھوکہ کے ذریعے ان کے خیالات کی اصلاح کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح نوکروں کی تعلیم و تلقین بھی کی جائے، اور ان کے سامنے اپنی بددیانتی اور بداخلاقی کی کوئی ایسی مثال نہ لائی جائے جس سے وہ اور زیادہ جری ہوں۔ اور بددیانتی کو ایک امر جائز خیال کرنے لگیں۔ یہ کام رحمتیں بڑی حد تک پیش نہیں آتیں، اگر ملازم کے انتخاب میں غلطی نہ کی جائے۔

جن برادران گرامی کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے وہ اپنا اپنا ذریعہ دہیسی ڈاک بذریعہ سنی آڈر بھیج کر شکور کریں۔ روزگاہگاہ لادقہر سیش دن کی خدمت میں بعینہ وہی پی ردا کر کیا جائیگا۔ اگر کوئی بیانی کسی وجہ سے آئندہ اسے جاری نہ رکھنا چاہیں تو فرما کر مطلع کر دیں تاکہ وہی پی کی دہیسی نقصان کا موجب نہ ہو۔

وقرار رہا تھا۔

اُس کو نزدیک کے کسی گھر میں زیر حراست رکھا گیا۔ اور شکار پور میں اُس کے چال چلن کی مزید تحقیق ہونے لگی، فوجیہ کے تاجروں اور دیو خانہ فروشوں نے جو جیشید سے پوری طرح آشنا تھے، بیان کیا کہ وہ ابتدا میں شراب پی پنی کر پٹارہ پر صنائع کرتا رہا ہے، لیکن جب سے اُس کی شادی ہوئی ہے، اُس نے اس بد عادت کو بالکل چھوڑ دیا ہے، اور اب وہ ایک نہایت شریف اور بھلا مالش آدمی ہے۔

عدالت نے جیشید پر قروچم عاید کرنے ہوئے اُس کو سوہاگرا اصلی قاتل قرار دیا۔ اور عمر بھر کے لئے اُسے زندان کی چار دیواری میں قید کر دیا جیشید کی بیوی یہ افسوس ناک خبر سن کر بہت مایوس ہوئی، اُس کو مطلق یہ پتہ نہ چلتا تھا کہ وہ اب کیا کرے، آخر کار وہ اپنے تمام چھوٹے چھوٹے بچوں کی میتیں میں اُس شہر کی طرف روانہ ہو گئی۔ جہاں اُس کا خاوند ایک تنگ دھاریک کوٹھڑی میں اپنی معیشت کے دن گن گن کر پورے کر رہا تھا۔

بیوی نے شوہر سے ملنے کی استدعا کی جو بڑی انجانوں کے بعد منظور ہوئی، اور وہ ایک سپاہی کو اپنے ہمراہ لے کر اُس چار دیواری کے اندر چلی گئی، جہاں جیشید قیدیوں کی اسی پوشاک پہنے ہوئے، لوہے کی سنگین زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ بیوی نے یہ وحشت اثر منظر دیکھ کر ایک الم ناک چیخ ماری۔ اور پھر بے ہوش ہو کر زین پر گر پڑی۔ کچھ دیر کے بعد جب وہ ہوشیار ہوئی تو اُس نے اپنے نازک اور ملالام ہاتھوں کو اپنے پیارے بچے کی گردن میں ڈال کر محبت بھرے انداز میں دیوانت کیا۔ کہ اُس کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا ہے۔

جیشید نے سن سن کر دل و جان سنائی کہ ایک پولیس کپتان نے کس بے رحمی اور بیدردی سے اُس کا تمام رویہ اور مال و اسباب غصب کر کے اُسے ناحق گرفتار کیا ہے، تو پھر ہم کو کیا کرنا چاہیے؟ بیوی نے پوچھا۔

”ہمیں رحم کی ایک درخواست گزارنی چاہیے۔ کہ ابک معصوم اور بے گناہ شخص کی زندگی کو اس طرح مفت میں برباد نہ کیا جائے۔“ جیشید نے جواب دیا۔

”میں اس سے پہلے بھی بڑے افسر کے حضور میں، ام کی ایک درخواست پیش کی ہوئی“ بیوی نے کہا۔ ”لیکن اسے فسخ کیا کہ وہ نا منظور ہو گئی ہے۔“

یہ سن کر جیشید اور بھی متوہن ہوا۔ اُس کی تمام امیدوں پر یکسر پانی پھر گیا۔ اور وہ اس امر کا کچھ جواب دینے بغیر ہی خاموش ہو رہا۔

”یہی وہ بڑی چیز تھی؟“ اُس کی بیوی نے کہا۔ ”جو میں نے اُس رات کو سوتے ہوئے عالم خواب میں دیکھی تھی کہ تمہارے مر کے تمام اہل برت کی مانند سفید ہو گئے تھے۔ کیا اہمیت یاد ہے؟“ کہیں اُس روز سفر کے لئے ہر روز رو نہ نہ ہونا چاہیے

تھا کہ دھڑا سے قوت کے بعد میرے دل سے اپنی لاڈلی بیوی کو بیچ بنا کر کیا تم نے فی الحقیقت ایسا کام سرزد ہوا ہے؟
 ”رانی، تم بھی مجھے مجرم ہی خیال کرتی ہو جو جہنم کے کھانا کھا کر میرے فرشتوں کو بھی اس عادت کی خبر نہیں ہے، وہ کہہ کر
 وہ اپنا چہرہ اپنے دونوں ماتوں سے چھپا کر رونے لگا، ”سنے میں ایک سپاہی اندر آیا، اور کہنے لگا، ”کہو، اب اسے تمام
 بچوں کو ساتھ لے کر زندان کی چار دیواری سے باہر چلی جائے۔“

بیوی نے آخری بار کچھ حجام کو حسرت بھری نظر سے جھنڈ کو دیکھا، اور الوداع کہنے کے بعد اٹھ باریک دیکھ کر رانی کو
 باہر نکل آئی۔ (بانی آئندہ، رفیع محمد فیض لدھیانوی)

آداب طعام

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ عالیہ

۱، ہر مسلمان کو کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ شریف ضرور پڑھنی چاہیئے۔ (۲) کھانا پیشہ دایں ہاتھ سے کھاؤ، چپا کر کھاؤ، اور اپنے
 سامنے سے کھاؤ، ۳۱، دیکھ لگا کر کھانا کھانا مکروہ ہے، ہمیشہ دوڑا نو ہو کر بیٹھنا چاہیئے، کہ یہ سننوں کا طریقہ ہے۔ (۴) جو شخص
 بسم اللہ نہیں پڑھتا اس کے ساتھ شیطان کھانا کھاتا ہے۔ (۵) بسم اللہ شریف پڑھنے کی حالت میں شیطان اپنا کھانا
 تمام کھانا تھے کی صورت میں نکال دیتا ہے، اور بھاگ جاتا ہے۔ (۶) اگر کھانا کھاتے وقت بسم اللہ کا پڑھنا بھول جائے
 تو یاد آنے کے ساتھ بسم اللہ اولم و آخر ۳ پڑھنا چاہیئے۔ (۷) کسی کی دعوت کو ناشکر نہ کرنا چاہیئے، کہ اس سے دہی
 کی دل شکنی ہوتی ہے۔ (۸) صبح کو کھانے پر، ستر خوان پر کھانا چاہیئے، کہ اس سے خدا کی برکات نازل ہوتی ہیں۔ (۹) اور
 سیر کی بھی خوب ہوتی ہے۔ (۱۰) کھانا ایک طرف سے کھانا چاہیئے، کیونکہ وسط میں نزول برکت کی جگہ ہے۔ (۱۱) کھانا کھانے
 کے بعد الحمد للہ کثیر اطیبا صبا سکا پڑھنا چاہیئے، کہ اس پر عمل کرنے والے کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے
 ہیں۔ (۱۲) کھانے کی کسی چیز کو برا مت کہو۔ خاطر کو نہ آئے تو کھاؤ۔ (۱۳) اسے چھوڑ دو۔ (۱۴) ہمارے جی سے کبھی کسی کھانا
 کو برا نہیں فرمایا۔ بلکہ آپ ہمیشہ اس کی تہنیت کیا کرتے تھے۔ سرکہ آپ کو بہت بھاتا تھا۔ (۱۵) کھانے سے ناراض ہونے
 کے بعد انگلیوں کا چاٹنا سنت ہے۔ (۱۶) ہمارے جی تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے تھے، اور کھانے کے بعد
 انگلیاں چاٹ لیا کرتے تھے۔

(عبدالحمید دزیری لدھیانوی)

تاجرو ملازم

اک ملازم سے یہ تاجر نے کہا
 نوکری میں کیا ملا تجھے کو مشر
 بس رہی ہے مجھ میں پھولوں کی مہک
 قبلہ لازم ہے ترے اوقات پر
 چراشیہا بند کی بے چارگی
 غریب مذہب میں دل آزاری روا
 تیرا حاکم بندہ محکوم ہے
 تیری حکمت میں خوشامد پر عمل
 تیری قسمت میں دروغ بے فروغ
 تیری خدمت قابل عظمت نہیں
 خوش نہیں تجھ سے گداہوں یا امیر
 میری یہ جنت ہے یہ عزت مری
 تیری محنت کا بدل میں کچھ لکے
 میرے ہاتھوں میں خزانوں کی کلید
 تیرا مسلک کل کا کل ابلہ فریب
 تجھ پہ جو عاشق ہوا بے گہر ہوا
 غیر کے بس میں ہے اٹھنا بیٹھنا
 بے بسی کی زندگی کیا زندگی

اے نصیب سوختہ کی یادگار !
 اس خنداں میں تو نے کیا دیکھی بہار
 چمچ رہے ہیں ترے ہر پلوں میں خار
 اپنی ہستی پر ہے مجھ کو اختیار
 چارہ جوئی خلق کی بسدا شعاع
 میرے مشرب میں خطائیت کا بار
 میرا مالک ہے خدا نے کروگار
 ہے توکل پر مراد وار و مدار
 میری عادت راستی کا کار و بار
 اور اگر ہو بھی گئی تو اعتبار
 نہیں ترے کروت سے سب و افکار
 مفلسوں کا دوست ہوں شاہوں کا یار
 نیک دن میں جن کا ہوتا ہے شمار
 میری گھاٹوں کے ہیں سیم و زرخار
 تیری باتیں سربلے گانہ وار
 خانہ ویرانی ہے تیرا روزگار
 کیا رہا اس طرح بیٹھنا کا قرار
 ایسی پابندی پہ آزادی کی مار

جنگ یورپ نے یہ ثابت کر دیا
 ہے تجارت کی زمانے میں بہار

سن کے یہ طعنے ملازم جل گیا
 خوب اپنے منہ میں اٹھو بنا

بول بس زیادہ نہ اب نیچی بگھار
 کب کا یہ دل سے نکالے بخار

بڑی یہ نقد یہ ہے سچی مگر
 اپنے نقصوں کی بھی پلٹن دیکھ لے
 تجھ کو ڈبے نفع میں نقصان کا
 بک چکا ہے تو بھی تو دولت کے ہاتھ
 چن جس کا نام ہے تجھ کو کہاں
 باندھ دی ہے تیری لاپٹھ نے نقد
 تجھ کو فرصت مرنے بجھنے کی نہیں
 ایک پن کنتی نہیں آرام سے
 کام چل سکا نہیں میرے بنید
 میرے دم سے ہے حکومت کا مزہ
 منھ پر تجھ پر نظام سلطنت
 میرے باعث ہے تیرا رب کر و فر
 امن خود بن جائے نقد گر نہ ہوں
 مال ہو جائے تری جاں کا وبال
 خاک میں لجا کے یہ بڑا سہر
 براہ چلی تکرار جب کچھ اس طرح
 فیصلے کو آگئی عقل سلیم
 دے دیا دونوں کی حجت کا جواب
 ہو گئے وہ دونوں کے دل آخو کو صاف
 بھگت کو سبھا اس قدر کیوں نوٹے خوار
 میرے میبوں کی اگر دیکھی نظر
 تیرے جتنے کام نہیں بے اعتبار
 یہ گرفتاری ہے بڑی آشکار
 فکیرے ہر وقت چھاتی پر سوار
 گل ہے تیری آنکھ میں ایک ایک خار
 نہیں امید ویم تیرے یار غار
 بڑا ہر اک سانس ہے خجیر کی دھار
 یوں زمانے میں اگر تجھ سے ہزار
 ذات پر میری سیاست کا مدار
 ملک گیری میں بھی تجھ کو اختیار
 میں نہ ہوں تو ہن ہو یہ ہو پار
 منھ و ٹوپی کلکڑتھانہ دار
 ہوں اگر من نہ یہ خدمت گزار
 رنگ لائے جو مری لے کا خمار
 کھا لیا ہو جیسے آپس میں ادھار
 کر دیا اک دم میں جھگڑا دار پار
 باتوں باتوں میں اڑا دی جیت دار
 دھو دیا اس ایک نقد سے نفاہ

تنگ دمنوں کو ہے موزوں نوکری

اور نشانِ خبار ست مالدار

(شیخ عبداللطیف پٹنہ، بی۔ اے)

خط و کتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں، مثنوی نہیں لگی

یخچر

اور وہی میں گورنٹ آصفیہ کے تفضل اور سپر مقرر ہوں،
 یہ مطالبات لئے نہیں، مدت دراز سے وقتاً فوقتاً پیش ہوتے
 رہے ہیں اب تک انہیں سے کسی ایک کو بھی درخواست نہیں سہی گئی۔
 اور شاہ گول نیر کا نفوس سے ہی ہمارے میں کچھ زیادہ توقع کہنا
 فغول ہوگا۔ مطالبات اگرچہ بہت اہم ہیں لیکن نا واجب نہیں ہیں
 اور اگر برٹن گورنٹ ان سب کو یا ان میں سے اکثر کو تسلیم کرے، تو
 وہ اس کے خوشگوار نتائج کی بہت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیگی،

طبیب سکول امرتسر

۳۰ جن کو مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی کو طبی سکول
 کی طرف سے دعوت لی گئی، ایک مختصر سے اجلاس میں طبی امور گفت و
 گو ہوئے بعد ڈسٹرکٹ طبیب کبھی کی طرف سے مبلغ میں روپے شیخ
 عبدالرحیم صاحب قاجر کو حکیم صاحب کے بہنوں اس حدس بطور
 انعام دلائے گئے کہ انہوں نے جناب حکیم محمد عیسیٰ صاحب رئیس
 دہلی کی شان میں تعہد کیا تھا۔ یہ اس وعدہ کا ایفا ہوا ہے، جو
 جناب طبی کانفرنس منفقہ امرتسر کی طرف سے کیا گیا تھا۔

حضور نظام کی صنعتی امداد

المحضرت حضور نظام عالی مقام نے سرگنیش راؤ لالے دکن سنگھ
 راؤ کر دکن لکھاس دکن کو تین ہزار روپہ قرض اور تین ہزار روپہ بطور امداد
 اس لئے عطا فرمایا ہے کہ وہ کارشیش کی صنعت کی ترقی میں مدد حاصل کریں
 چنانچہ وہ جرمنی چلے گئے ہیں، جنگلات حیدرآباد کا ایک بیج اس وقت
 علی خاں جہاں دق حکومت آصفیہ کی طرف سے دلائے ہیں جنگلات کی ترقی
 حاصل کرے، انعامت جنگلات کی طرف سے برائے کی گئی ہے کہ وہ اس
 سے فائدہ پر جنیم، دبا سلائی اور کاغذ سازی کی تعلیم بھی حاصل کریں،

یہ جانب ہوی شہزادہ خاں مولوی سرور زار بہت کامیاب ہو گیا، خدا
 معفرت کرے، (۱) نالینڈ (۲) اناہیرہ (۳) جاون (۴)

نظام ترکیبی کا حائیسہ فرمایا اور گورنری بڑی کمیٹی کے معزز
 بہان رہ کر طبابت کی ترقی میں ترقی حاصل کرے اور آپ نظام طبابت میں
 دستگاہ کال رکھتے ہیں، اس لئے اپنے شہر کی میں تبلیغی کا نظام
 درست کرنے میں ہی انہیں مدد دیں، آپ نے ارکین بدیہ کی اس جائز
 خواہش کو خوشی کے ساتھ قبول کیا اور وعدہ کیا ہے کہ آپ اپنے والد
 مرحوم کی یاد میں گہری توجہ اور شغف و اہتمام سے ان کی مدد کریں گے،
 معلوم ہوا ہے کہ سرورست آپ کسی عہدہ کو قبول نہ کریں گے، انہیں شہر
 کو خوش ہونا چاہیے کہ ہندواری صاحب موصوف کی توجہ فرمائی کہ ان
 کی ریسنسپنسی کی بطور حسن اصلاح ہو جائیگی، اور ریسنسپنسی کو اپنی
 خوش نصیبی پر فخر کرنا چاہیے کہ انہیں ایک ماہر کال کے مفید ترین
 مشورے سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملے گا۔ ہم ہندواری صاحب کو
 ان کی اس کامیابی پر جو تکمیل تعلیم یورپ میں انہیں حاصل ہوئی ہے
 مبارک باد دیتے ہیں۔

دولت آصفیہ اور کانفرنس

گول نیر کانفرنس کی طرف ہندوستان کے تمام عناصر کی توجہ پڑ گئی ہے
 اس سے عظیم بین الاقوامی اور بین الاقوامی ہیں یہی سلسلہ میں یہی رہا
 کی طرف سے ہی مطالبات پیش کئے جا رہے ہیں اور وہ اپنی جہت و درجہ
 کی بندی کیلئے کوشاں نظر آتی ہیں، ارباب حیدرآباد دکن کی رعایا نے
 بھی ۲۰۰۰ جن کو ایک جلسہ غوثیہ رزیدنسی میں منعقد کر کے اپنے خیالات
 کا اظہار کیا، اور حسب فی مطالبات کانفرنس مذکور میں بین الاقوامی توجہ کی
 دولت آصفیہ کی خوشخبری تسلیم کیے، ۲۔ مالک محمد سرور
 سے آصفیہ تھانہ باب انگریزی لشکر برخواست کر دیا جاوے، ۳۔ جلال آباد
 شاہ دکن کیلئے ہر محلی کا انتخاب بخیر کیا جائے، ۴۔ استر واد ہر و
 بجا ہر ہر و، ۵۔ زمین کے حقوق عطا کئے جائیں، ۶۔ ویلیو جوس
 کنٹرول اور عطا کر دینے میں کراؤ کو دیا جائے، ۷۔ لندن

گلدستہ رنگین

مرتبہ حضرت فیض لدھیانوی

عالم نظر میں ہے کسی مست شراب کا (خیال) آنکھوں سے ہل رہا ہوں سپاہ شراب کا
بس اتنی داد دینا بعد میری میری الفت کی (آلودہ) میں یاد آؤں تو اپنے آپ کو تم بیا کرینا
کچھ نہ پوچھو حال کیا بتا خاطر بے تاب کا (حسرت) ان سے جب مجبور ہو کر میں جدا ہونے لگا
مشن فونے توڑیں شاہ وہ پہلی میٹیں (ذکی) اُن بیلر شیرازہ ہستی پریشاں ہو گیا
اسے کاش کوئی مانگے کہے انکے دوبردا (نظیر) مر جائیں گے فراق میں ناکام آرزو
دھجیاں بڑی اڑنے اے غلبہ پر کس (جرق) عمر بھر دست درگیاں ہم رہے تقدیر سے
پچھلی باتوں کے نغمہ سے ہی غم نہ تلبے (دق) شکر ہے عہد گذشتہ کا مجھے دھیان نہیں
کسی کے دردِ محبت سے عمر بھر کئے (نامتدم) خدا سے مانگ لیا انتخاب کر کے مجھے
میری قسمت بھی بڑی میری طبیعت بگڑی (سہا) میری برجستہ بڑی ہے میرا اچھا کیا ہے

ایجادات معلومات

مذہن کی زمیں اور دینے کے سنشوں پر جو کچھ تقسیم کرنوالی شینیں لب کیٹتی ہیں وہ نہایت مفید ثابت ہوئی ہیں، کنگ آئس
میں دیکھے کیا نئی جہانے لوگ اس مشین کے پاس جا کر اس ایک خانہ میں پس رکھ دیتے ہیں اور فی الفور مطلوبہ کھٹ باہر نکل آتا ہے، ایک
اد مشین بھی ایجاد ہو گئی ہے، جو فوٹ کی رنگ کاری بھی دیا کر لگی، بہت خوب،
جنوبی انگلستان میں ایک بیت بڑا ہوائی جہاز تیار کیا جا رہا ہے جس میں عیش و آرام کا سامان ہوتا ہوگا۔ اس ہوائی جہاز میں ۵۰
سافر سوار ہو سکیں گے اور یہ انگلستان اور نو آبادیات کے درمیان پرواز کرے گا۔
کپڑے دھونے کی ایک مشین ایجاد ہوئی جو سنوں کے حساب کپڑے دھوتی اور پھر دستری کر کے تہی لگا دیتی ہے، اور جو بی تیار
ہو جائیں،

تمام دنیا کی سالانہ آمدنی ۳۳ کروڑ پونڈ ہے۔ انگلستان میں ہر پندرہ منٹ شخص کے پاس ایک موٹر کار ہے، امریکہ میں ہر پانچ منٹ
کو ایک موٹر کار کھنے کا غر حاصل ہے، ہر سال مغربی ممالک کی جہازیں دغیرہ بناتے ہر ایک لاکھ ۷۰ ہزار من معنوی سلک صرف ہوتا ہے،

مامون اعظم یعنی خلیفہ مامون الرشید اعظم عباسی کی سوانح مسمری مصنفہ مولانا امام الدین صاحب رام نگری قیمت ۸
رباعیات حافظ حضرت خواجہ شمس الدین صاحب شیرازی کی رباعیات مد ترجمہ و تخریج اور سوانح عمری قیمت ۸
الخصریت فی الاسلام اسلامی حریت و مساوات و جمہوریت اور دیگر اہم مسائل پر مزید بحث مولانا ابوالکلام آزاد کی مؤلفہ ۱۲
تعلیف قیمت ۱۲

دعوتِ عمل بنائیت مزدوری اور فائدہ در سالہ مصنفہ مولانا آزاد و قیمت ۸

خطاب بہ اقبال مولوی سید شریعت حسین صاحب شوکت علیگ سابق مدیر سادون روزنامہ سیاست لاہور کا دلپذیر فارسی
کلام جس میں علامہ اقبال کے فلسفہ اشک ریزی پر نئے جلو سے روشنی ڈالی گئی ہے، عجیب لطیف کتاب ہے قیمت ۱۲
حقیقتہ السیادت اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ قریش کا خاندانی لقب یہ ہے، اور اس میں سے سادات بنی ہاشم کی لقب
یاد دہ رہا ہے۔ جو لوگ سادات قریش کو شیخ کے لقب سے ملقب کہتے ہیں، غلطی پر ہیں، اس لئے ہر قریشی کے لئے ضروری
ہے کہ وہ اپنے ناموں کے ساتھ لقب سید مزدور لکھیں، کتاب قابل دید اور نوتوں کی حقیقت رکھتی ہے قیمت ۳۰
حقیقتہ السیادت الہاشمیہ ایک اعتراض کا زبردست منقول و منقول جواب سادات بنی ہاشم کی سیادت کا ثبوت اور یہ
کہ آل علی، آل عباس، آل جعفر آل منیل سب سادات ہیں، اور شریف و سید کے لقب سے آنحضرت کے زمانہ سے اب
تک ملقب رہے ہیں قیمت صرف ۱۰

سیرۃ العباس حضور سرور عالم علی اللہ علیہ وسلم کے حکم مکرم حضرت ابوالفضل عباس بن عبدالمطلب ہاشمی کی زندگی کے حالات
عربی کی موبہ کن بوں کا انتخاب بزبان اردو قیمت دہرہ

مدار اعظم حضرت بہ نادر الدین صاحب کے مفصل حالات آپ کے خاص خلفائے اور خاندان چشتیہ و قانداریہ و نقشبندیہ
کے ان بزرگوں کے حالات جن کی نسبت مدار یہ حاصل ہے قیمت ۸

سطح کا پتہ: مکتب خانہ انقریش المشرق

اعتذار

”مدار انقریش“ کے اجلاس سے متعلق انتظامی امور اور بدعنوانی کا رد و انکاری اور پھر انقریش کی ترتیب
میں عکسی تصویر کے لئے انتخاب اور ہلاک کی تیاری کا موقع نہیں مل سکا۔ اس لئے اس اشاعت میں نوٹوں میں لکھایا جا
سکا۔ انشاء اللہ تھلے آئندہ کوشش کی جائے گی۔ ناظرین گرام کافرین ہے۔ کہ وہ تو بیع اشاعت کی کوشش کریں۔ تاکہ
اخراجات میں سہولیت ہو سکے۔ اور ہر سالہ ذرا اور شان سے نکل سکے۔

مینجر

کمال معرفت

راز معرفت

تاریخ المشرقیہ

پیام امین

بند و شعر کا نصیحتہ کلام

تاریخ تبلیغ اسلام

خطبات عزیزی

اسلامی پروہ

اخلاقی کہانیاں

سراج الدارين

حیات النہما

کلام محمد

انسداد و گرداگری

تین خاص منر

سرازم معرفت

پھول اور گانے

علم غیب

والدین کا اثر اولاد پر

دُعا کی سمجھان

(عورت کے حقوق)

منہ لکایت: ہنرم کتب خانہ متعلقہ القریش امرت سر

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کتاب سے بہت سی باتیں سکھائے اور ہمیں اس کے نیک کاموں میں لگا دے۔ آمین

سیادت قریشی قومی صلاحی اور یار کنی

ریسالہ
امیرتیر
القریش

بقرمان عالی نشان سلطان العلوم ہزار گز الشیڈ الی نس ارام اصدا قبالہ داجلالہ مدارس محمود سکر عالمی کے نام جاری

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

جلد ۱۰ نمبر ۱

قیمت ۳ روپے

ماہ اگست ۱۹۳۷ء

وزیر ہند پر سہ ماہی میں محمد علی رونق ہزار گز الشیڈ نے اپنے انعام سے جا کر شریف گنج اوتسرو شائع کیا۔

”القریش“ کی خدمات کا علمی اعتراف

زرفند کی تھیلی کی مشکیش

مؤید علی، پوری اور مہاراجپناب کے ۱۲ افسران کے قریشی مائیدگان کی موجودگی میں ۲۹ جون ۱۹۳۵ء کو ”ہندوۃ القریش“ کے افتتاحی اجلاس میں ذیل کارپرمیشن متفقہ طور پر منظور ہوا۔ اور ”القریش“ کی خدمات کے صد میں قوم کی طرف سے زرفند کی تھیلی پیش کی گئی۔

”ہندوۃ القریش“ کا یہ اجلاس مولانا محمد علی صاحب روفی مالک و مدبر القریش کی ۱۶ سالہ علمی کوششوں اور گزشتہ اڑھائی سالہ خدمات جلیلہ کو جنہوں نے مراست کے اوقات قریشیت کی بطلان و تکذیب سے متعلقہ مواد تاریخی کی اشاعت میں بوجہ حسن انجام دی ہیں۔ خصوصاً قدر مندرست اور عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوا تجویز کرتا ہے کہ اعلیٰ درجہ کے طور پر آپ کی خدمات میں قوم کی طرف سے کم از کم ایک سو ایک اور زیادہ سے زیادہ پالستوٹروپیہ کی تھیلی پیش کی جائے۔ دیریزہ اجلاس برادران قریش سے اپنی کرتا ہے۔ کہ وہ ”القریش“ ایسے مفید زیر قومی آرگن کی امداد و اعانت کے علاوہ اس کی توبین اشاعت میں پوری سعی کوشش سے حصہ لیں۔“

محرک - حائیلہ لب رسول تھانی، تھیر حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مستوفی قلات، آئری پری جیل پکری

اجن قریشیان پنجاب، گوجرانوالہ

مؤید - ڈاکٹر محبوب عالم صاحب لدھیانوی، پیر غلام غوث صاحب صدیقی گورنمنٹ پشمنہ، سابق پریڈنٹ

اجن قریشی گوجرانوالہ

مائید - جناب صدرو حاضرین جلسہ بلا تفاق

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 الف سحر
 یَدِیْضَا

(مرزا بیضا خان صاحب مروی ایرانی)

ہست گرو شمس در قرآن بوصفِ روعے تو آمدہ ولیل اندر مدحِ گیسوئے تو
 از نکو رویان عالم گوئے خوبی بردہ چوں زینخا یوسف مصری فدائے روعے تو
 مختشم گرم چو ماہ نو اگر بنودِ عجب سجدہ ہا کردم بہ محرابِ خم ابروئے تو
 گرچہ در گیتی سہر شد حشمتِ جمشید و کے رشک شاں آید بہ تقدیر گدائے کوئے تو
 بلبل آسا چوں بہ شتم نغمہ سنجِ نعت تو اندرین گلشن گئے بنودِ ہرنگ و بوسے تو
 منکرِ جاہ ترا ماوے ابو دنا زحمیم خود کلام اللہ باشت ز شاہِ حق گوئے تو

ہاں شو دہیضا ہم از نور بصیرت بہرہ ور
 کحلِ چشمش گر بود خاک در مشکوئے تو

میں کیا چاہتا ہوں؟

دردمندان قوم سے سوال

خدا کے قادر و توانائی قدرت و توانائی اور اس کے فضل و احسان سے ۲۹ جون کی ساعت سعید میں منشر و پراگندہ قوم قریش کے نوی کلز مند و قہقریش، "الانعام" استقلال بنایت کامیابی کے ساتھ مل میں اچکار پورٹ شائع ہو چکی اور بزرگان قریش ملاحظہ فرما چکے۔

لہذا الحمد للہ آپ صید کہ خاطر میں خواہاں

آخر آمد زریں پردہ نقد پر پدید

قریش کا شیرازہ کس طرح بکھرا ہوا ہے؟ قوم کس قدر پر گندہ ہے؟ خلعت و تیار کی کی گھٹائیں ہمارے سر پر کس طرح پھائی ہوئی ہیں؟ کوئی انتہا کوئی حد ہو تو عرض کریں۔ قوم دسے قوم کو مچھول گئے اور ایسے بھلے کے اسلام نام تک سننا کسر شان ہو گیا۔ بے حسی کی حد ہو گئی بے پرہیزگی کی انتہا۔ ہماری زندگی پر شبہ ہو سنے لگا ہے۔ اور چارہ گر جلد کی ٹوہ میں گئے ہوئے سو ق کی تلاش میں ہیں۔ وقت نازک اور حالات نازک سیک جم ہو ہے اور قوم۔ ایک بے بسی ہے اور ہم اندھا خانہ کہ دنیا کافی ہمیں سچی و جہد انسانی فرض ہے۔ اس محقر مگر دور و ناگ قہید کے ہرگز آپ دل نہ گئے کا فوں سے نہیں تو عرض کر دوں کہ میں کیا چاہتا ہوں؟ ہماری خواہش کیا ہے اور ہماری تمنا کیا؟

حوالہات ہمیں مجبور کر رہے ہیں۔ کہ زمانہ کے ساتھ چلیں۔ حالات ہمیں آگاہیں کہ کون سے اور پچھلے حالات پر قابو پا کر اپنا قومی وقار قائم رکھنے اور آرام و چین کی زندگی بسر کرنے کے لئے ان لوازمات ضروریہ کی تلاش کا سبق دے رہے ہیں جنہیں اقوام عالم نے پایا۔ اور جن کی رہنمائی میں وہ نازلہ مرام ہو رہے ہیں۔ اور وہ سو سے اس کے کچھ نہیں کہ آپ متوجہ ہو جائیں۔ چراغ قریش کی تنظیم میں اسی اہمک و کوشش سے کام میں جس سے آپ اپنے دیگر مخصوص ذائق کاموں کو انجام دیتے ہیں۔ "ندوة القریش" آپ کی منتقلی مسد قومی باڈی قرار پا چکی ہے۔ آپ اس کے ممبر نہیں۔ دو آئے ماہوار یا دو بار ہر دو سالہ قومی ضرورتوں کے لئے کوئی حقیقت نہیں اور نہ کوئی ایسا بار ہے۔ کہ خدا نا فو اسے ناقابل برداشت ہو۔ آپ کا فرض اور قومی فرض ہے کہ آپ اپنے عزیز و اقارب اور رشتہ داروں کو اس ممبر بنائیں۔ اور عام قریشی بھائیوں کو پورے زور کے ساتھ دعوت دیں۔ کہ وہ اس کی رکینت قبول کریں۔ مثلاً ہر مقاصد کی اشاعت میں سرگرمی کے ساتھ حصہ لیں۔ اور کارکنان ندوہ کے پشت پناہ بن جائیں۔ تاکہ وہ ندوہ ان اہم قومی ضروریات کو جن کے لئے "ندوة القریش" قائم و استقلال عمل میں آیا ہے۔ سکون و اطمینان کے ساتھ انجام دے سکیں۔ میں امید کرتا ہوں۔

کہ آپ میری دینی آرزو اور خواہش کے پورا کرنے میں فرزندہی کے ساتھ کام لیں گے۔ اور مجھے اس قابل بنادیں گے کہ میں اپنے کمزور کنہوں پر قوم کی خدمات کے اس بوجھ کو جو قوم نے مجھ پر ادا کیا ہے بطیب خاطر بوجھ احسن انجام دے سکوں۔
 ”مذہب کو فروغ اور اس کے مقاصد عظمیٰ کی تکمیل کے لئے مجھے یہی ضرورت ہے۔ کہ آپ قریشی بھائیوں کی مکمل فہرستیں ارسال فرمائیں۔ تاکہ دفتری طور سے میں ان حضرات سے براہ راست بھی خط و کتابت کر سکوں۔“

میں دیکھوں گا کہ کتنے بزرگ اور بھائی میری اس اپیل کو شرف قبولیت دیتے ہوئے رکینیت قبول کرتے ہیں۔ اور کس قدر

فہرستیں موصول ہوتی ہیں۔ والسلام

نیا نیا جند

بزرگ محمد شبلی۔ بی۔ اے

آئری جرنل سکریٹری ندوۃ انقریش

امرتسر

یکم اگست ۱۹۳۷ء

اسلام کی عالمگیر سبوری

(از جناب محمد حسین صاحب برحق جو گو کہ پور)

فقیہ حسین اصل میں مرگ پیدا ہے،

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کرہ کے بد

بقول ایک یورپین سیاست دان کے ”یورپ کی جنگ عظیم میں اگر کسی نے واقعی فتح حاصل کی تو وہ اسلام ہے“ فری کی اپنے پڑوسیوں

کی آئے دن کی پریشانیوں سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہو گیا۔ ایران آزادی کے صحیح راستہ پر گامزن ہو گیا۔ افغانستان کو اگر امامان اللہ خان

نے سوتے سے جگا دیا تھا۔ تو نادر خان کی عظیم شخصیت نے جگے ہوئے کو کھڑا کر کے بام ادب و بزرگوں کے زینہ تک پہنچا دیا۔ مصر آزاد ہوا ہی

چاہتا ہے۔ وطن کی حالت اظہر من الشمس ہے۔ اور ہر شخص موجودہ تحریک کو دیکھ کر یہی کہتا ہے کہ جو رہے گا۔ کچھ۔ کچھ گھر میں کیا، اسلام

کی صورت سیاسی حالت میں ہی سدھرتی ہوئی نظر نہیں کی ہے۔ بلکہ نور اسلام سے متاثر ہونے والے سارے حصہ دار کے مالک نظر آ رہے

ہیں۔ جہاں شیعہ، یان اسلام کے کافی عروج کے وقت بھی کوئی مبلغ اسلام نہ پہنچ سکا۔ اب وہاں پر روزانہ پانچ مرتبہ ۲۷ گھنٹہ تک کی آواز

سے کان گونج اٹھتی ہیں۔ انگلستان میں وکٹ لندن یورپ کے مرکز اسلام بنے ہوئے ہیں۔ پیرس میں جس روز سے خانہ خدا کی بنیاد

پڑی سارے عہد شیائے حق و صداقت نے اپنی توجہ کو اسلام کی طرف مبذول کر دیا ہے۔ برلن رجسٹری کے مبلغین اسلام اور مسجد

برلن نے نیکسٹ ماہ ہیبت کے اندر ایک جگہ چاہا ہے۔ ہنگری میں مقررہ گلی بابا فرسلیوں کے لئے جائے چرت بنایا ہے، صوف

یورپ ہی میں اسلام طرہ دلوں کو ستر نہیں کرنا ہے۔ بلکہ موجودہ دور تمدن و تہذیب کا اعلیٰ ترین ملک امریکہ بھی اب نہیں بچا۔ نہرونیارک میں ہر ماہ اسلامی جلسے جو رہے ہیں۔ اور اسلام کو فروغ دینے کے لئے امریکن نو مسلم شب و روز کوشاں ہیں۔ ٹوکیو۔ جاپان میں بھی چین کی طرح تاجروں نے، اٹلی میں اسلام کا کام چوتھا کی مدی سے زائد ہوئے شروع کر رکھا ہے۔ انیسویں جاپانی نو مسلم جین بونٹھا تو مجرم کی زندگی نے وفات کی نہیں تو جاپان میں آج خدا کو وحدہ لا شریک کہنے والے اللہ کے رسول محمد مصلم کی رسالت کے قائل اور خدا پرست کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی۔ اسلام کی اس امدادی ہوئی کو دیکھ کر جو بے خبر کو اپنی رحمت سے سبزہ زار بنانا ہے ہر شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ اسلام کے اندر ہر در کوئی ایسی قوت کش موجد ہے۔ جو ہر اجنبی کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ جس نے ایک مرتبہ قرآن کو پڑھا۔ اس کی فضا کا فانی ہو گیا۔ جس نے عرب کے سچے نبی کی سیرت اور سچے حالات سے واقفیت حاصل کی اس کا شہد ہو گیا۔ اس کا راگ لا پنے لگا اور اس عربی محرف نہیں بکری چرانے والے کے دلائل و براہین کے آگے اپنی سائنس، اور عیلت کی ساری دگر دیوں کو بیچ بیچنے لگے۔ اس قسم اسی کے فلسفہ عالم کے آگے سرنا زخم کرتے ہوئے اپنے آپ کو خدا مان رسول مصلم کے زمرہ میں شمار کرنے لگا۔ آج اگر کوئی شخص ایک نیا مسودہ قانون جس سے بنی نوع انسان کا ذرا بھی فائدہ ہو۔ قانونی مجلس میں پاس کرنا ہے۔ تو ملک کے ہر گوشہ سے صدائے تحسین و آفرین بلند ہوتی ہے۔ لیکن وہ سب کو بین سلطان دارین نے اپنے ہمیشہ قائم رکھنے والے قوانین جو آج سے سارے تیرہ سو برس پیشتر بنا کر درجہ جہالت میں ایک انقلاب عظیم برپا کر کے موجودہ دور ترقی اور تہذیب کے لئے چشمہ فیض بنا دیا ہے۔ اس کے شکر سے بے باوجود ان کو کبھی سکڑ نہی نہیں ہو سکتے۔ اور اس عالی شان شخصیت کے پیدائشی و وجود پر جس قدر خوشی مناہیں کم ہے ۶

نظارہ محبوب

ہوا ہوں مست ایسا بادۂ حبیب سے
وہ عاصی ہوں کہ ہر سوئے بدن اک فرہ عیاں ہے
خوشامد اغنیا کی کیا کریں گے بے نوا کی میں
لگی ہے آگ وہ عشق محمد کی میرے دل میں
محمد مصطفیٰ کے عاشقوں کو کیا سمجھتے ہو

عالمینہ میں بلاو گندہ خضرا کے میں قربان

عرب میں تم رہو رستہ اہلباہد میں نرسے (ملک محمد رفیق رستوا)

شادی اور شہادت

قرن اول کا ایک نولہ انگیز وقت

ایک دن ایک مسلمان جن کا اسم گرامی سعد تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے، سلام کے بعد آنحضرت سے دریافت کیا، کیا میں بھی جنت میں جا سکتا ہوں؟

آنحضرت صلعم، بے ٹنگ تم جنت میں جاؤ گے بشرطیکہ اللہ سے خوف کھاتے رہو اور اس کے رسول کے احکام کو تسلیم کرتے رہو، سعد! اے اللہ کے رسول میرا قویمان یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اب میرے لئے اور کیا حکم ہے۔

آنحضرت صلعم، اللہ کے جو احکام اور مسلمانوں کے لئے ہیں، وہی تمہارے لئے ہیں، اور تم ان کے جانی ہو۔

سعد! حضور نے ارشاد فرمایا ہے، کہ میں سب کا بھائی ہوں۔ حالانکہ آپ کے تمام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین، ان کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے اپنی شادی کے لئے عرض کیا۔ مگر میری زشت روی اور سیاہ رنگ کو دیکھ کر سب نے انکار کر دیا۔ حضور خود واقع میں، کہ میں ایک مسند قوم کا فرد ہوں۔

آنحضرت صلعم، اچھا عمر بن وہب کے مکان پر جا کر ان کا دروازہ کھٹکٹاؤ اور سلام کر کے جب مکان میں داخل ہو، تو ان سے یہ کہو کہ اللہ کے رسول نے تمہاری لڑکی کی شادی میرے ساتھ تجویز کر دی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن صحابی کی خدمت میں حضرت سعدؓ کو بھیجا تھا وہ حال ہی میں مسلمان ہوئے تھے۔ اور برس سخت مزاح تھے جب حضرت سعدؓ عمر بن وہب کے پاس انشرفیع لے گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق شادی کا پیغام دیا۔ تو انہوں نے اپنی عادت کے موافق ڈانٹ تھانی اور سخت مدحت کہہ کر اپنے گھر سے نکال دیا۔ جب حضرت سعدؓ باہر نکلے تو عمر بن وہب کی دختر نیک اختر جو حسین ہونے کے ساتھ ساتھ عقلمند بھی تھی۔ پر دے سے باہر نکل آئی۔ اور حضرت سعدؓ مخاطب ہو کر کہا کہ وہاں سے خدا کے بندے ابھی نہ جاؤ مگر اللہ کے رسولؐ نے میری شادی تمہارے ساتھ تجویز فرمادی ہے۔ تو پیچھے منظور ہے، انکا حکم میرے سر تکبوں پر اس کے بعد اس نیک بہت لڑکی نے اپنے والد کی خدمت میں عرض کیا کہ

اے آبا جان کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے حق میں خدا کی وحی نازل ہو اور آپ کو تو حرمندہ ہونا پڑے اپنی خات کی لکر کیجئے۔

یہاں سے روانہ ہو کر حضرت سدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اور تمام واقعہ ازاوّل تا آخر گوش گذار کیا۔ حضرت سدا کے چچو چچے عمر بن وہب بھی پہنچے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کیا تم ہی نے میرے داماد کو سخت سست کہا تھا؟ عمر بن وہب۔ حضور مجھ سے غلطی ہوئی۔ اب میں نام ہوں۔ اور تو بڑا کرنا ہوں۔ میں نے حضرت سدا کے قول کو صحیح نہیں سمجھا تھا۔ اسی لئے انکو بڑھلا کر کہا۔ اب میں اپنی لڑکی کی شادی ان کے ساتھ کرتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سدا سے فرمایا۔ کہ اب تمہاری شادی ہو گئی۔ تم اپنے گھر جاؤ۔

حضرت سدا اٹھ اڑید سے بازار تشریف لے گئے بازار میں اپنی دہن کے لئے کپڑا اور سامان خریدنے گئے۔ عین اسی وقت سدا دی نے اعلان کیا کہ۔ اسے خدا کے جانا زور اور اہوا کے لئے سوار ہو جاؤ۔ نہیں جنت کی خوشخبری دیا جاتا ہے۔

حضرت سدا نے یہ اعلان سن کر دہن کے سامان کے بجائے گھوڑا، گھوڑا اور مزہ خرید لیا۔ اور نئی بگلی باندھ کر سوار ہو گئے اور اسکا ہاتھ لکڑ سے جاتے۔ نئی پوشاک اور سج و سج کی وجہ سے کوئی شخص حضرت سدا کو نہ پہچان سکا۔ اور اسلامی لشکر میدان جنگ میں پہنچا۔ اور لڑائی شروع ہو گئی حضرت سدا بڑے گھوڑے پر سوار بڑی جان بازی سے لڑنے لگے۔ جب گھوڑا تھک کر کھڑا ہو گیا۔ تو آپ نے پیدل لڑنا شروع کر دیا۔ اور اپنی ہمتیں جڑا لیں۔ آستینوں کا چڑھنا تھا۔ کہ حضرت سدا لایا رنگ ظاہر ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہچان کر فرمایا۔ یہ تو سناؤ دہن ہیں اور فرمانے لگے کہ یہ تو سدا ہیں۔

سدا برابر دوش چماتے دیکھ رہے یہاں تک کہ آپ نے بخوشی خاطر خدا کی راہ میں اپنی جان قربادے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں نے سنا ہی کیا کہ حضور سدا شہید ہو گئے۔ بیکار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً حضرت سدا کی لاش کے پاس تشریف لے گئے۔ اور حضرت سدا کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔ حضرت سدا کے ہتھیار اور گھوڑا ان کی دہن کے پاس بچھ دیا۔ اور فرمایا۔ کہ حضرت سدا کے سسرال والوں سے کہدو کہ خدا نے حضرت سدا کی شادی تمہاری لڑکی سے نہیں بیز جگہ کر دی۔

جن برادران قریش کے ہمارے گرامی ممبران ندوۃ القریش میں درج ہو چکے ہیں۔ اور ان کی خدمت میں دفتر کی طرف سے مطالبہ جہدہ کے خطوط پہنچ چکے ہیں۔ وہ ہر بانی کر کے اپنا جہدہ داخلہ معبری بوالہی واک بھیج کر مشکور فرمادیں۔

”سیکریٹری ندوۃ القریش امرتسر“

جن معادین کرام کا سال خیر اری اس اجتماع کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ وہ ہر بانی کر کے سال آئندہ ہر جہدہ بذریعہ منی اور دارالمنی فرما کر مشکور کریں۔ ورنہ دسمبر کا انقریش انہیں بھیج دے گی۔ اور سال کیا جائے گا۔ جس کا وصول کرنا ان کا قومی و اخلاقی فرض ہو گا۔

”مبشر انقریش امرتسر“

ماں باپ کا ادب

(اثر علامہ حضرت مولانا ظفر علی خان صاحب قسطنطنیہ، قندھار، افغانستان)

اک دن نبیؐ نے حلقہٴ اصحاب میں لفظ
 دہرائے تین بار کہ ”ناک اُس کی کٹ گئی“
 اصحاب نے کہا کہ یہ کبخت کون ہے
 تو قریب جس کی حضرت باری میں گھٹ گئی
 ارشاد یوں ہوا کہ وہ فرزندِ ناخلف
 گھر جس کے جنت آئی اور آکر پلٹ گئی

ماں باپ کا جسے نہ بڑھاپے میں ہونچیا لی
 اُس ناسعید بیٹے کی قسمت اُلٹ گئی

دعوتِ عمل

(از جناب خواجہ فیض محمد صاحب فیض دہلی)

مناسب ہے کہ پہلے موت کا سامان پیدا کر
 جہاں میں زندگی کا پھر کہیں ارمان پیدا کر
 اگر دنیا سے استبداد کی شورش مٹانی ہے
 تو بازو میں سکت افسردہ دن میں جان پیدا کر
 ڈبل دے بحرِ پایاں میں کشتی جنسِ عیسا کی
 سرشک چشم تر سے نوح کا طوفان پیدا کر
 سہارا چھوڑ دے ہم کسی کی چارہ سازی کا
 مسیح جان کے اپنے درد کا درمان پیدا کر

رہے گا کب تک تو خوار یوں بستی کی حالت میں

اُبھر کر فیض کوئی امتیازی شان پیدا کر

نقد و نظر

اس کتاب میں رئیس، اطباء، وانا کھیم، سید فرید احمد صاحب و عباسی طبیب خاص و پروفیسر معالجات طبہ کا بیج دہی نے دو اسازی کے تمام وہ طریقے یاد صاف و درج کر دیئے ہیں جسکی طبکار طبہ کا بیج کو کھلی طریقہ پر

تعلیم دی جاتی ہے۔ ایسی مفید کتابوں کی ہر گز میں باہم ضرورت ہوتی ہے۔ لہذا ہم ناظرین ادبیات سے ٹھوٹا اور طبی مذاق رکھنے والے احباب کے خصوصاً سفارش کرتے ہیں کہ وہ حکم صاحب کے جو کتاب اور طبیات سے استفادہ کر سکیں گے اسے ضرور خریدیں۔ قیمت فی نسخہ پھر سر درق رنگین و خوشنما کتابت و طباعت و بدو زیب جم ۱۲۲ صفحات و مندرجہ بالا پڑھنے سے طلب کیجئے ۹

علیہ حضرت لکھ صاحب بھوپال کی وفات حضرت آیات پر بھوپال کے مشہور رسالہ نعل السلطان نے جون و
نعل السلطان کا مانتی نمبر | جولائی کی توہم اشاعت مانتی نمبر کے نام سے شائع کی گئی ہے۔ شروع میں محرم بیگ صاحب مرہومہ مغورہ کی
 ملکی تنبیہ اور اس کے بعد آپ کی ملکی خبر شائع کی گئی ہے۔ اسکے بعد آپ کے عام حالات زندگی پر ترجمہ اور سوانح حیات پیش کیا گیا ہے۔ شروع
 کے ہیں۔ پھر نظمیں اور دیگر ادبیات مزید نقلیں دی گئی ہیں۔ اور اس ترتیب سے مانتی نمبر کا ایک دو چھپ اشاعت آباد کیا گیا ہے۔ کارپردازان نعل السلطان
 کی محنت قابلِ داد ہے۔ کارڈ کتابت و طباعت مکملہ ایک سو تیس صفحات پر مشتمل قیمت نیم اول سر دوم ۱۰ پنج روپے نعل السلطان بھوپال سے شائع
 لکھنؤ سے علم اور بکایر بیگزین رسالہ مولانا نسیم انصاری کی ادارت میں اب کتاب کے ساتھ ماہوار شائع ہوتا ہے اور اپنی
انکشاف | موری، دمنوی غویوں کی وجہ سے دنیا میں مقبول خاص و عام ہو رہا ہے۔ خاص نمبروں کی اشاعت میں کارپردازان انکشاف
 مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سال میں تین چار اشاعتیں خاص نمبر کی صورت میں شائع ہو جاتی ہیں۔ زیر ترجمہ اشاعت بھی خاص نمبر
 کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ جو کہ پیش و دو صفحات پر مشتمل ہے۔ مضامین منظم و منشور و دلچسپ اور جاذبِ توجہ بلکہ کسی تصویروں سے مزین کتابت و طباعت
 و بدو زیب مختلف رنگوں سے چھپا ہوا چندہ پانچ اور تین روپے سالانہ بیگزین رسالہ انکشاف لکھنؤ سے طلب کیجئے۔

مولانا نادر ہاشمی اور مرزا محمد افضل خاں کی ادارت میں امرتسر سے باب کتاب ماہوار نکلتا ہے۔ جولائی اور اگست کی
چمنستان | توہم اشاعت خاص نمبر کے نام سے شائع کی گئی ہے۔ قابلِ ترقیب ترتیب و تنظیم کے لئے مدبران موصوف
 کی محنت و مقرر بڑی ہلک و دو ہے۔ مضامین دلچسپ و دلکش و قدر فائنات سہی کے اس زمانہ میں ایک ادبی رسالہ کا ایک سال کی تبدیلی
 مدت میں آسان نہ ہوتی ہے۔ پھر بھی کتاب ماہوار کارپردازان کی محنت و جرات اور استقلال و ثبات قدمی پر دل ہے۔ خاص نمبر پر
 سو تیس صفحات مشتمل ہے۔ سر درق رنگین خود بصورت۔ طباعت و کتابت و بدو زیب قیمت فی پرچہ ۱۲ روپے۔ دفتر چمنستان
 امرتسر سے شائع ہے ۹

مثالِ زندگی

رخِ تسمِ چہ تسمِ حضرت ظفر ہاشمی

لے چل اے دشتِ ظفر کو جانبِ دشتِ حجاز
 یاسِ دجراں کا اگر خورشید ہو جائے غروب
 میں وہ شے ہوں، ہو جو جھکوا اتصالِ ہست بڑ
 ہو اگر یارِ زباں کو، ہو اگر صبرِ دسکوں
 مجھ میں وہ غیرت ہو، سیرِ ظن میں وہ شرم ہو
 یہ کہاں تاب و توان جھکوا کہاں یہ حوصلہ
 کُلِّ نَفْسٍ ذَالِقَةُ الْمَوْتِ جب تم نے کہا
 ہے یہ دنیا ایک موجِ آبِ در بہرِ فنا
 چرخِ مینائی کا آمینہ ہے ہرزہ مرا
 اڑ چلے دوشِ ہوا پر میرے زردی کا ہجوم
 بے کمالی میں کہاں زندگی پیدا کروں
 شامِ فرقت میں ہلالِ زندگی پیدا کروں
 ن کے تربت سے وصالِ زندگی پیدا کروں
 "موت" سے ملکر "سوالِ زندگی" پیدا کروں
 لفظِ "تسم" سے امتثالِ زندگی پیدا کروں
 تو ہوا قاتل میں بحالِ زندگی پیدا کروں
 کیوں نہ تصدیقِ زوالِ زندگی پیدا کروں
 پھر عبثِ دل میں ہلالِ زندگی پیدا کروں
 اس سے بڑھ کر کیا "مثالِ زندگی" پیدا کروں
 عرشِ پر جا کر جمالِ زندگی پیدا کروں

اے ظفرِ انجم کی امید ہو جائے اگر

سو دفعہ مرکزِ مالِ زندگی پیدا کروں

حمید کا خط خوشید کے نام

جیسے خوشید! خط ہمارے دفتر رنج و غم، نامہ ہمارے تفسیر نگار عالم، جو لفظ کھباہ وہ خیر کہ دل میں اتر گیا، جو حرف کھباہ وہ نشتر کہ
جگا تک پہنچا۔ کیا بیان کروں کہ ہمارے خط نے دل کی کیا حالت کر دی، زمانہ سابقہ کے واقعات، گزشتہ مناظر اور پچھلے حالات، خوشی کے
دن، ایش کی باتیں، فارغ البالی کا زمانہ، بے فکری کی باتیں، اب جو یاد آئیں تو دل کو تازہ نہ طبیعت کو سکون، اضطراب ہو اور میں، بے قراری
سے اور میرا دل، افسوس خوشید! یہ اتنے میرے دل زخم خوردہ کو کیوں چھیڑا۔ حیران ہوں کیا جواب دوں، لکھوں تو کیا لکھوں، اچھا ہوتا کہ
میں اس وقت اس وقت کو میرے زخم ہمارے سینہ کو تازہ نہ کرنے، لیکن اب جوتے ہیں حکایت کو چھیڑا۔ اور میری طبیعت کی حالت سکون کے
بغیر کہ جو دم پر میرا دل تازہ نہ اور خوشید! کہ تم جو میری نسبت فارغ البالی اور بے فکری و عیش و راحت کا لگان کرتے ہو صرف اسی لئے
کہ میں شادی شدہ ہوں اور تم ابھی جو دار و گھڑا ہو! خوشید! میری بات پر اعتبار کرنا اور میری تحریک کا یقین لکھنا کہ میں بے فکر نہیں،
فارغ البالی نہ ہوں اور راحت سے مجبور آرام سے مندور، فکر و غم میں گرفتار، یاس و حسرت سے تاجدار، اتنے یہ باتیں اور بے دل
سے کہی ہیں میں ان جذبات کے خوفناک اثر سے متلوں ہو کر تحریک کر رہا ہوں، اتنے یہ واقعات سنے ہو گئے ہیں، دیکھ چکا ہوں، جہنمیں نہیں
ہو نہیں، برابر دو سال سے تغیرات زمانہ اور تحلیلات متوحشہ کا بدعنا اثر برداشت کر رہا ہوں، جس شادی کو تم باعث تسکین اور محبوب
آرام خیال کرتے ہو میں اس کو تکالیف زمانہ کا جلدور اور بدترین انقلابات زندگی کی آمد جانتا ہوں، جو تمہارے لئے خوشی کا مقصد اعلیٰ ہے
وہ میرے لئے لذت کی بدتریں ذمہ مثال، تنکو جلی آرزو، مہمکو ہوس سے پرہیز، غم اس خوشی کے طالب، اس ایسی خوشی سے لغو،
تم نہیں جانتے کہ میری کیا حالت ہے، کہوں تو میرا نہ کہوں تو میرا، جیکرے اور غیرت، واقعات اور حالات، پیچیدگیوں اور گھٹائیوں
جہان ہوں کیا کہوں کیا نہ کہوں، غم سے کوئی چھپا نہیں، شادی ہو نیکو تو ہوئی مگر ایسے بڑی رقت میں ہوئی کہ نہ بدن کا ہوش نہ رن
کی خبر، طاعون کا زور بخار، شہر، برطرف سے صدائے ماتم، ہر سمت سے آواز، آہ و بکا، شہر غالی بازار، سنان، و کان میں بند، ٹرکس
دیران، اچھی خاصی ہڑتال تھی، عورتوں کی کم عقلی کا ستیاناس اور رسم و رواج کا بڑا ہوا کہ بتیرا سہما ہزار منت کی، آئندہ کے واقعات،
گزشتہ کے حالات جو سنے سنے جو دیکھتے تھے جانتے، نہ کرنا ہوتا کیا جو نہ کیا ہوتا کر ڈالا، مگر کسی کی ایک نہ نشی، جو رسم و رواج کی
دلدار و عورتوں کے دل میں آیا وہ کیا۔ زور بنایا تو نفعوں اور کپڑا خریدا تو بیہودہ، بے شادی کوئی عجیب بات نہ فرمائی تھے، دیکھتے دیکھتے
اور کہتے کہتے دو ڈاڑھی ہزار روپیہ قرض اٹھا کے لگا دیا۔ آج کل کے رسم و رواج، عورتوں کی کم عقلی اور ناچھی، مردوں کی اندھا دھند

تقدیر، تقدیم سے نادانیت، جاہل ان چڑھ لاکھ سہائیں، ہزار بھائیں، جو دلیں کسے وہ کریں، جو سر میں سنا جسکے وہ جو بولے، اگر اصل لکھی بات پر چبکڑے تو مخالف، نافرمان ہو رہے ادب اے کھلم کھلا دینے اور زمانہ بھر کی برائیوں کا تو بار بندھ گیا۔ ان کی بات نعوذ بآ زمانہ اپنی، نہ کریں تو گنہگار کریں تو چار،

ہزاروں واقعات، لاکھوں حالات، روزمرہ دن اور رات دیکھتے ہیں۔ اور نہ کیجئے ہیں۔ سننے میں اور سے ہیں، مگر عزت اسیر جسم سے بے بہرہ، تہذیب سے بغیر، رفتار زمانہ لاپتہ نہ فرزدیات زندگی کا احساس، آنکھوں کے سننے ہزاروں ہے اور بگڑے بگڑے اور آگے آگے اور ایسے کرے کہ منفی تقدیر نے ان کے نام معذور و گار سے ملادئے، عزت ہے نہ نصیحت، آنکھ نہ کان، اندھا دھند ہو گیا وہ کر دیا۔ جو سچا وہ کر دلا۔ لاکھ کوئی کہے کوئی چھے، پیٹے، کوئی سننا ہی نہیں، ناخواندہ کی تقلید اور تعلیمات کی تردید، بدقسمتی ہے تو یہ اور بدبختی ہے تو ایسی،

برائے کا یہ حال کہ زمانہ بھر کے سزاوارہ دنیا بھر کے شریف، جان نہ پہچان، دیکھتے نہ سنے، سنے نہ سنے سب اچھے کیئے، اس کا سفر، گری کا موسم، کر دیا، بار، برائیوں کی خاطر قرض، مفلسی میں تنگدستی، کوڑھ میں کہاں، رو ڈھائی سو روپے کی یہ برائی ہو گئی، بار کا زمانہ اور ہمارا عورتیں لاچار، کوئی دیکھنے والا نہ سننے والا، مگر باجے کا زور اتنا اور آتش بازی کا ستر ایسا کہ سب عزتیں ہٹا کر سر پہ گئی اس کم عقلی پرانوس، اس نادانیت زمانہ پر عین کہ رسم پوری ہو جائے کوئی دیکھنے والا ہو کہ نہ ہو، اس کی ہاستہ کوئی سنے نہ سنے، مگر سو دوسو روپہ پر فرزد پانی پیر چلے، آہ! زمانہ بد لگیا، زمانے کی رفتار بد لگئی، آسمان بد لگیا۔ زمین بد لگئی، بادشاہیں بد لگتی تبدیل ہو گئے، انقلابات دہراؤ فرزدیات زندگی بدل گئے مگر نہ بدلے تو ہم اور ہمارے رسم و رواج، بدلے نہ ہم اگرچہ زمانہ بدل گیا۔

اور ہر دھن والوں کا یہ حال کہ سانی کو بخار، ساس لاچار اور سب اخراجات کا بار جو پڑا کسی کو تن بدین کا جو میں نہ رہا۔ برائی چھوڑنے کا موقع نہ ٹھہرے کی جا۔ رہے تو بھیری گئے تو مسدوری، شہر میں جاہلی، ہر طرف صدائے آہ و زاری، نہ بولے نہیں نہ بولے ماند، بار سے جلد ہی جلد ہی سامان تیار ہو گیا۔ اور جو کچھ بنا، دے دلا رخصت کیا۔ گھر گئے اور کہتے ہیں سر کو سنایا ہی ہوئی شروع ہوئیں۔ کوئی دہن کے والد کو کھٹکھٹا ہے تو کوئی اس کی ماں کو بے سلیقہ بنا ہے۔ کسی نے صاف ہی کہہ دیا کہ وہ ہیں ہی غریب یا بیچارے زیور کہاں سے لاتے، کہاں سے تو ہے نہیں، ہم زچہ ہی سیجے ہوئے تھے۔ کہ از رنگوں میں تیں نہیں، گھر والے دہن کی سوزہ سے بیزار، جلدی اور لاچار، کیا بھانہ کر کے ایک طرف بچھ گئے۔ جرائی اور پریشانی، تعجب اور حیرت، عجیب طرح کا سلسلہ پیش آیا، ہزار سہائیں ہزار کوشش کریں کہ زیور کسی کی اوقات نہیں۔ اچھا کیا جو نہیں ڈالا اور جب کیا جو ہتھاری طرح قرضہ اٹانے کا نام پیدا کرنے کی کوشش نہ کی، زیور کیا کہاں ہے کہ کہاں کی، شہدے کہ جائیگی، ہونا نہ ہونا کیاں اور برابر، آج کل زیور پہنتا ہی کو ان سب مگر نقد خلسے میں طوطی کی کون سننا ہے، آخر ٹری کوشش اور جدوجہد سے عہدوں کو خاموش کیا اور سالہ فرو جاوا۔

پایہ خورشید! اب سے انسانی زندگی کا وہ دور سترہ دہائیوں سے کم ہو جائے جس کو تم پچیسویں اور دھریسویں سے عمر اور عیش و عشرت اور نادرغالبی سے بہرہ ور چال کرتے ہو، سننے تو ہم ہی تھے مگر کیا ہمیں سمجھتے تھے مگر پایا نہیں، خورشید! یہ بہت

تاک کہ توقع ہے اگر اس وقت خاوند اور بیوی میں نامور نفعت ہو جائے، جو اس قسم کے طریقہ شادی میں عموماً ہوا جاتی ہے تو پھر والدین بے قرار سراپا ہونگے، ہزاروں قدیمہ لاکھوں گندے، دنیا پر کے شے شے، انساہیلے بلاؤ جاتے ہیں، لاکھ مہن اور ہزار تہہ سیر کیا جاتی ہیں، کہ کسی طرح سے مورفیت ہو سکی گئی، تو دونوں کا میل ملاپ، سچی محبت کا باعث ہو کر رہا ہے۔ اگر محبت ہو تو ضرور ہے کہ محبت والی کا صحابہ کرنا پڑتا ہے، جہاں تک عقل اور تہذیب اجازت دے اور جب محبت والی کی ناز برداری کی تو رشک اور حسد کی آگ بڑک اٹھی، مگر کین کو یاد است کوچ کو یا شام کو بیوی نے کوئی بات کی تو سمجھ لیا گیا کہ سسرال کی شکایت کی گئی ہے اگرچہ تو گھنگھارہ بولے تو مقصود وہ ساس کی فخر، مذکر، خد، سنگار، نہ بیٹھنے کی اجازت نہ اسٹھنے کی مجاز، ایسے تو پوچھ کر، اسٹھنے تو کہہ کر، کہاں سے تو اجازت سے، ایسے تو اجازت سے، تعلیم یافتہ، نئے زمانہ کی گود میں ملی ہوئی، پرانی رسوں سے گریز، گذشتہ رواجوں سے پرہیز، اگر کوئی بات کا اہستہ سے جواب دیدیا۔ تو بس پھر کیا تھا۔ میل کا میل، رانی کا پھاڑ، بات کا خنکراؤ بن گیا۔ بہو کے ساتھ بیٹے سے ہی نامہیں ہو گئے، باپ ہے کہ الگ چڑا ہے اور ماں الگ زہرا لگی ہے، ہزاروں جیگرے، سینکڑوں فساد، بات نہ چیت، کہاں نہ پینا۔ مفت کی عداوت، خدا اسٹھ کا بیر، منٹ، خوشامد، عوف، معذرت بھی کچھ کیا اور کرایا مگر دل کی بات نہ جانی تھی نہ گئی،

آپس کی کھٹ پٹ، تین گہروں کا ککتہ، باپ بیکار، خاوند کا بار، ماں فخر خرچ اور رسم و رواج پر مٹی ہوئی بس کیا تھا۔ جو کیا یا سو کیا یا جو کیا سو خرچ کر ڈالا، چہ نہ دھیلا بچا نہ کچا۔ ایک کو کمانا اور سو کا کمانا۔ جمع ہو تو کس طرح اور قرض اترے تو کھو کر؟ بیاہ کا قرضہ، تین ہزار روپے کی رسم، قرضہ خاوشش، ہیں تو کیسے اور صبر کس تو کس امید پر؟ آخر انہوں نے تقاضا کیا تو فکر لاحق ہوئی، کیا کریں اور کیا ذکر کریں، دکان دہن رکھیں کہ مکان بیچ ڈالیں کہ زمین کا فیصلہ کریں، عقل کام نہیں کرتی۔ ٹپرس کی لالچ، خاوند کی عزت، سب گئی گزری ہوئی نہ دیکھا نہ سوچا، ناخاوندہ عورتوں کے کہنے پر بغول قرضہ اٹھایا۔ اب پیچھے ہیں نہ دیکھتے ہیں، آخر قرضہ پڑا تو وہی زہر پر جو شادی پر بنایا گیا تھا۔ اب کوئی بوقت نادان کم عقل برا بننا چاہے تو ان سے پوچھ کر کیاں کس شیخی سے بنایا اور کس حیثیت سے بیچتے ہو، سوچا نہ سمجھا۔ اندازہ نہ تعلیم یافتہ عورتوں کی تقلید میں ایسی ذلت و رسوائی، اضافی پڑی جو اگر زہر نہ بنا جاتا تو کبھی نصیب ہی نہ ہوتی، جہد سے پوچھا گیا میں نے قرآن لکھ دیا اور دھڑلے سے لکھ دیا کہ لکھتے بھی قرضہ فیصلہ کر دو، اب زہر اٹھا تو ہمیں داؤں نے اٹکار اور اٹکار کے ساتھ صاف لکھ دیا کہ دکان سے زمین سے جس طرح ہمیں غرض پوری کرو ہم زہر نہیں دیگے، جیگرے کہڑے ہو گئے اور فساد، پرانی کہ دتیں اور گذشتہ عناد، نہ لالچ رہی نہ عزت، جگہ ہر سرائی دنیا کی ہنسائی، جس عزت کے لئے عورتوں نے شادی کے موقع پر اتنی کوشش کی وہ یوں بگڑی، اور جس ناک کو رکھنے کے لئے اتنا دیر یہ خرچ کیا گیا۔ وہ یوں کافی گئی، والد صاحب نے غصہ میں انکے سسرال میں لکھ دیا کہ ہم سے فیصلہ کر لو، انہوں نے سخت مست جواب لکھ بھیجا۔ معاملہ یہاں تک پہنچا، کہ میں نہ ملاپ، راہ نہ رسم، خط نہ کتابت، آنا نہ جانا، بات نہ چیت، شادی ہوئی تو ہی، اور وہ یہ ضلع ہوا تو یوں، انجام ہوا تو یہ اور تجربہ نکلا تو بیا۔

خوشید! اب تم ہی انصاف کرو اور دل میں سوچو، کہ میں خوش ہوں کہ ناخوش! بے فکر ہوں کہ فکر مند! آرام میں ہوں

کا مگر ہوں کہ ملاں، اچا ہوں کہ پڑا۔ خوش قسمت ہوں کہ قسمت، روتا ہوں کہ ہنستا، سوتا ہوں کہ جاگتا، بیمار ہوں کہ تندرست ؟
 بندہ خدا ! میری حالت کا اندازہ تم نہیں کر سکتے، شادی کرو اور بڑی خوشی سے کرو، اگر اس طرح کی شادی نہ کرنا، جیسی میں نے کی اور
 جس کا نتیجہ یہ ہوا جو بیان کیا، اب زیادہ کیا کہوں، ع۔ مکر دم شمشادہ بکنید، "حمید"
 عجلہ شید، اختر

دولت

دولت جیے نصیب ہو عزت نصیب ہو
 عزت جیے نصیب ہے راحت نصیب ہو
 دولت اگر نہیں تو جگشے میں ساری کام
 انسان بذل زر ہی سے بنتے نیک نام
 وہ مال جو فحشہ کسب حلال ہے
 دنیا میں ہر قدم پہ ضرورت ہے مال کی
 یکساں شے لگا کر ضرورت ہے مال کی
 رک جائیں ساری کام چمکے جواز نہ
 سسے یاد لازمی ہے تجارت کی واسطے
 دست ہتی فضل ہے حرفت کی واسطے
 وہ کام کو نسا ہے جو محتاج زر نہیں
 مفلس کا اعتبار جہاں میں کہیں نہیں
 اس کا کوئی رفیق نہیں ہم نشین نہیں،
 افلاس نے جو بھی سے کراؤ ہیں کاوش
 خوش آئے باہو حضرت راعظ کو ناپسند
 مہ سے ہی اسیر فلاکت نیاز مند

دولت جیے نصیب ہو عزت نصیب ہو
 راحت جیے نصیب ہو عزت نصیب ہو
 حق میں اسکے رحمت پر درو گار ہے
 اہل دول کو کہتے ہیں خوش نعت باعرام
 اور کاروائے خیر میں کتنا ہی بڑھ کر کام
 حقا کہ بارش کرم زد و بھلال ہو
 ہر خورد ہر بزرگ کو حاجت ہو مال کی
 ہر ایک ہی شعور کو الفت ہو مال کی
 یہ شے نہ ہو تو چین سو دم بہر بسنہ
 نہ چاہیے ضرور زراعت کی واسطے
 وہ تو بنا ہے بھوک کی زلت کی واسطے
 کیا اب ہی قوم کی نظرات پر نہیں
 مفلس کی بڑھ کے خلق میں اند گھیں نہیں
 اور لطف یہ کہ اکی یہ حالت یہیں نہیں
 بعد فنا ہی جانے نہ گئے سسے بہشت
 کہہ کر رہ نگاہ میں باقرات بسند
 اب کیجیے ترک دولت دنیا کا عطا بند

دولت جیے نصیب ہو عزت نصیب ہو
 حق میں اسکے رحمت پر درو گار ہے
 اہل دول کو کہتے ہیں خوش نعت باعرام
 اور کاروائے خیر میں کتنا ہی بڑھ کر کام
 حقا کہ بارش کرم زد و بھلال ہو
 ہر خورد ہر بزرگ کو حاجت ہو مال کی
 ہر ایک ہی شعور کو الفت ہو مال کی
 یہ شے نہ ہو تو چین سو دم بہر بسنہ
 نہ چاہیے ضرور زراعت کی واسطے
 وہ تو بنا ہے بھوک کی زلت کی واسطے
 کیا اب ہی قوم کی نظرات پر نہیں
 مفلس کی بڑھ کے خلق میں اند گھیں نہیں
 اور لطف یہ کہ اکی یہ حالت یہیں نہیں
 بعد فنا ہی جانے نہ گئے سسے بہشت
 کہہ کر رہ نگاہ میں باقرات بسند
 اب کیجیے ترک دولت دنیا کا عطا بند

میری سرگزشت

قاضی لطیف حسین صاحب دُوتی کے ذاتی حالات تاریخی رنگین

مختصرہ

سردار گہر خاں عارضی طور پر جہازی میں مقیم تھا، اس نے ۱۳ جون ۱۹۷۷ء کو ہم قلات سے جہازی میں آئے جہاں سر بلبلکھ پھاروں کا ایک دائرہ اور اس میں صرف جگلی ہی جگلی تھا۔ دامن کوہ کے زیریں حصے میں دونوں کے ساتھ تلے ہم بٹنے اپنا اپنا بسیرا کیا۔ جون کا مہینہ لیکن سردی کا یہ عالم کہ رات آگ تاپ تاپ کر بسر کی، سردیوں میں شدت برف کی وجہ سے عموماً یہاں کہہ گا زور دیتا ہے،

۵ جون مسئلہ ہو کر اسی جگلی اور دیرالے میں عیدالضحیٰ لا توار اسی صورت میں آیا کہ میں نے اکیسے ہی جلیط بن پڑا خدا کے حضور میں سر جھکایا۔ ۹ جون کو مرحمت قلات کی رقت بانٹا کو ماہ جبکہ ہم ایک موقع پر گہڑوں کو سرٹ اور ڈالے چلے جا رہے تھے، میری بائیں تبا کے ایک بروہی اسپ سوار کی ٹوپی دار بندوق جو اس کے کندھے پر تھی رگڑے خود بخود چلگئی، جس کی گولی میری پیشانی سے ایک انچ کے فاصلے پر سے گزری۔ اگر میرا گہڑا خدا آگے ہوتا تو گولی میری کنپٹی سے پار ہو جاتی، پنج رہنے پر میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور سبھا کہ خدا نے مجھے کسی اہم کام کی سرنگھام وہی کیلئے محفوظ رکھا ہے،

۲۱ جون کو قلات سے سیکڑ اور ۲۲ جون کو مستونگ میں آئے، مستونگ باغات کی کثرت، کار عزات کی فراوانی اور اراضیات کی عری کی وجہ سے نباتت پر نقصا مقام ہے، اور خان قلات کے نائب کا پٹہ کوادر، ربات سیر و ہم و گمان میں بھی نہ سکتی تھی کہ اس سے اٹھارہ سال بعد جیتھ ستونی نباتت مستونگ کا مقامی اندر اعلیٰ مقدار کیا جاؤنگا۔ یہاں بھی خان قلات کی رائس کے لئے اندون شہر عام عمارت کی ایک "میری" (Nehru) ہے مگر کمینڈر، بازو محقر اور گھان، مگر تجارت ہندوں ہی کے ہاتھ میں، شہرے باہر ہمدو کا مندر ہے جس میں ایک ایسا درخت ہے کہ اس کی نظیر میں علاقہ میں نہیں،

۲۳ جون کو ہم کوئٹہ میں پہنچے اور بارنس سرائے کی بالائی منزل میں اقامت پذیر ہوئے، قلات سے کوئٹہ تک کوئی باقاعدہ سڑک نہیں، صرف گڈنڈی ہے، یہ پہلا موقع ہے کہ میں نے کوئٹہ کو دیکھا اور تھیرٹھاکہ میں بھی،

اس سے سات سال گیارہ ماہ اور تین دن پیشتر یعنی ۲۰ جولائی ۱۹۷۷ء کو جب قند و کعبہ والد بزرگوار نے لاہور ہسپتال کی عرصے سے کوئٹہ میں نزل اعلان فرمایا تھا اور اس وقت کوئٹہ میں پیٹنگوئی کر سکتا تھا کہ یہی کوئٹہ مستقبل قریب میں آپ کی اولاد کے عظیم عروج اور رفیعہ المثال زوال کی دوستانہ حال ہو گا۔

پشتو زبان میں کوٹ قلعہ کو کہتے ہیں، یہ قلعہ میدان میں اب کوٹ آباد ہے۔ قدیم طور پر چارہ نطف بہاؤں سے گہرا سواہر مثل ایک قلعہ کے ہے۔ اسی لئے اس قلعہ کا قدیمی نام زبان پشتو کوٹ مشہور تھا۔ دیگر علاقہ جات کے ساتھ آمد و رفت کے لئے اس میں سب ذیل راستے ہیں (۱) شانہ صرف ایک راستہ جو کچھ احمد ن و غیرہ کو جاتا ہے (۲) غوثا در راستے جن میں سے ایک براہ کچلاغ و شین قندار کو جاتا ہے، دوسرا براہ سنگلی، سٹواراک اور نوشکی و غیرہ کے لئے (۳) جنوباً در راستے ایک سراب سے بجایہ سترنگ، دوسرا براہ دشت و بولان، علاقہ کچی، سیہی اور جیکب آباد کو (۴) شترنا براہ درہ ہند در راستے ایک بجایہ زورستان یعنی علاقہ شاہرگ و ہرنائی، دوسرا بطر سنگہان و کٹ سنڈائی و غیرہ کو ہستان سری کو، اگر یہ تمام راستے محفوظ کر لئے جائیں، تو میدان کوئٹہ میں کسی دوست یا دشمن کا داخلہ بدون اجازت نہیں ہو سکتا۔

میدان کوئٹہ کا طول شانہ و جنوباً بنی سراب تا حدود دشت قریبا تیس میل ہے، اور عرض مشرقاً و غرباً قریبا تیس میل، یہ قلعہ میدان درہ بولان کے خانہ اور سرے پر واقع ہے، اس لئے تجارتی اور جنگی نقطہ نگاہ سے بہت اہمیت رکھتا ہے اور پشترانہ اس متعدد سلاطین زمانہ کی گزشتہ گاہ رہا ہے،

احمد شاہ ابدالی بادشاہ قندار کے عہد حکومت میں یہ قلعہ میر نصیر خان اعظم (خان ثلاث) کی حسن خدمات کے صلہ میں پادشاہ موصوف کی بیگم سے والدہ شریفہ میر نصیر خان کو بطور غلعت دیا گیا تھا۔ خواتین کو جو غلعت دیا جائے، اُسے بلوچی میں "سری" ہندی میں "چادر" اور پشتو میں "شال" کہتے ہیں، اس لئے اس قطع کا نام اس وجہ سے کیا گیا کہ پشترانہ مشہور اور ادوام میں مجموعی طور پر شال کوٹ کہلایا۔

۱۷۷۷ء میں میر محبوب خان مرحوم کی شہادت کے بعد جب کچھ عرصہ کے لئے بلوچستان عرف انگریزی میں آیا۔ تو اس وقت سے ہی شال کوٹ کا نام انگریزی میں کوئٹہ ہوا اور سن ۱۷۷۷ء میں جب میر نصیر خان صنیہ میر محبوب خان سے گورنٹ ہند نے عہد نامہ کیا تو بلوچستان بعد توابعات کوئٹہ و کچی حوالہ میر نصیر خان ذکر کیا گیا۔ لیکن اس وقت بھی تاجنہ اسے تاجنہ گئے تھے کہ کوٹ ہندوستان کی چالی ہے،

میر محمد بن صاحب مارچ ۱۷۷۷ء میں جب بلوچستان میں ایجنٹ گورنر جنرل مقرر کئے گئے تو انہوں نے شال کوٹ یعنی کوٹہ ہی کو اپنے ہیڈ کوارٹر کیلئے منتخب کیا جو اس وقت لمبا آبادی ایک چوٹی سی بسی تھا۔ ۱۷۷۷ء میں امیر شیر علی خان والے کا بن اور گورنٹ ہند کے تعلقات میں کچھ کشیدگی پیدا ہو گئی، اور گورنٹ ہند کو کوٹہ کا مضبوط کرنا زیادہ ضروری معلوم ہوا۔ اس لئے میر محمد بن صاحب نے علاقہ شال کوٹ میر خدا داد خان صاحب خان ثلاث سے اجارہ پر حاصل کر لیا۔ اس شرط پر کہ جب تک برٹش گورنٹ کو ضرورت ہو وہ علاقہ کوئٹہ کو اپنے قبضہ میں رکھے اور جملہ حقوق مالیات وغیرہ کے متعلق پچیس ہزار روپیہ سالانہ خان ثلاث کو دیتی رہی، چنانچہ اب تک کوئٹہ بقرار بالا اجارہ پر ہی ہے، میر خدا داد خان صاحب کے عہد میں علاقہ کوٹہ کا مالیت وں بارہ ہزار روپیہ سالانہ سے زیادہ نہ تھا۔ گراب کئی لاکھ کی آمدنی ہے،

کوئٹہ سلع سندھ سے پانچ سو پانچ سو گز سورت بند ہے اور یہ لحاظ فرمائی، صفائی اور بازاروں کی وسعت کے ہندوستان کے بہت بڑے شہروں و جمہوری کاروباری کرکٹا ہے، تالین پورستیں سورج جات اور چاکی تجارت افغانوں کے ہاتھ میں ہے، ہندوستان کے مختلف صوبوں کے باشندوں کے علاوہ قنداری، ایرانی، اسپستانی، پارسی اور یہودی بھی یہاں پائے جاتے ہیں، کوئٹہ سول ٹاؤن ہی نہیں بلکہ فوجی اغراض کیلئے ایک مضبوط طرزی چھاؤنی بھی ہے۔ جس میں گورہ اور دہلی افواج رہتی ہیں، یہ بات قدرت ہی کے پروردگار میں تھی۔ کہ میرے بچیلے پرانی عزیز قاضی فتح حسین صاحب یکم گت ۱۹۱۷ء کو کوئٹہ پولیس میں داخل ہو کر سلاسل میں انسپکٹر پولیس کے منفر جعدہ پر پوچھیں گے اور یہ لحاظ اپنی خداداد استقلال قابلیت اور اثر و اقتدار کے مشر اعلیٰ ایم۔ اے مینی سپرنٹنڈنٹ پولیس کوئٹہ کے دست راست کہلائے۔ کوئٹہ کی "میری" (منڈا) جہاں سلاسل میں خان قلات کا نائب بیدار دستہ فوج رکھتا تھا۔ اب قلعہ کوئٹہ کے نام سے موسوم ہے، جس میں بادشاہ پانی ناہتہ جوگی کی سادہ جہی ہے، اور ہنود کے لئے زیادہ نگاہ، ہندی کا یہ شرف قلات، امستونگ اور کوئٹہ میں ہندوؤں کی زیارت گاہوں کا ان الفاظ میں پتہ دیتا ہے۔ کہ

کالی دے قلات میں بہادر مستنگ

بڑھڑا جوگی شال میں پانی ناہتہ بلونت

قاضی فطیر حسین خاوری، ریٹائرڈ مستونی

گوجرانوالہ، یکم گت ۱۳۵۷ھ

دشوار ہے

دل میں ہو جذبات سے جب اضطراب غنیمت سے کہا تا ہو انسان پیچ و تاب

عفو کرنا اس گہری دشوار ہے

دور ناداری ہو جب افلاس ہو مال و دولت جب نہ اپنے پاس ہو

بذل کرنا اس گہری دشوار ہے

کوئی جلوت میں نہو خلوت میں ہو کنج تنہائی میں ہو عزت میں ہو

پارسانی اس گہری دشوار ہے

خوف ہو امید ہو جس شخص سے اور وہ بھیٹا ہو باسط سامنے

راستگونی اس گہری دشوار ہے

اس افسانے کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ خضر و پرویز حسین جیسے عورتوں کا بہت بڑا قد و اون تھا۔ اور خیر نے جو ایک دینی شہزادہ جی تھی جس و جمال سے اس قدر خیر معلوم تھا کہ برائیوں کے بیان کے موافق خضر و پرویز کے پاس تین چیزیں ایسی تھیں۔ جو اس سے پہلے اور اس کے بعد کسی بادشاہ کو نصیب نہیں ہوئیں۔ ایک تو اس کی مشفقہ خیریں۔ دوسرے اس کا مہنتی بار بد تیسرے اس کا گھوڑا۔

شہزادہ اور بیٹوں چیزیں باہم ایک دوسرے کی عمد و معاون تھیں۔ یا بد تو لازمی طور پر اس کی بڑی مہنتیں و طرب کا ایک اہم جزو تھا۔ اور خیریں کے رخسار رنگیں اس بزم طرب کا گلدستہ؛ سطح کہ جب پر و پرویز کے سامنے اس کے حسن و جمال کا تذکرہ کیا گیا۔ تو اس نے ایک ہونہار اور شفیق شخص کو اس خدمت پر متفق کیا کہ وہ خیریں کو اڑا لائے۔ چنانچہ بلا لطف لیل یہی امر کی اور اس کے گھوڑے شہزادہ کی پشت پر بٹھا کر شاہی محل میں پہنچائی گئی۔ لیکن جب وہ محل میں پہنچی۔ تو اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر خضر کی دوسری مہنتوں کو سخت رشک ہوا۔ اور انہوں نے اس کے تیام کے لئے ایک خور و خیر اور آب و ہوا کے لحاظ سے خوبصورت بخش مقام تجویز کیا۔ اور اس سے کہا کہ راجا و شاہ کا یہ حکم بہ کہ تمہارے لئے ایسی مقام پر ایک محل تعمیر کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ محل تعمیر کیا گیا۔ اور اسی محل کی تعمیر کے بعد فراد کی شخصیت نمایاں ہوئی۔ کہ وہ نہ خیریں کو تازہ و دودھ بہت زیادہ پسند تھا۔ لیکن یہ محل جس مقام پر تعمیر کیا گیا تھا۔ اس سے موشیوں کی چراگاہ بہت زیادہ دور تھی۔ اس لئے دودھ مل نہ سکتا تھا۔ اس لئے اس کو تازہ دودھ نہیں رہتا تھا۔ اس لئے یہ تجویز قرار پائی کہ پھر گاہ سے محل تک ایک پتھر کی مہر تیار کرانی جائے۔ اور اس عرض سے ایک معمار کی تلاش ہوئی۔ اور فراد کا انتخاب کیا گیا۔ فراد با حیدریت معمار کے معاصر ہو۔ اور خیریں نے اس کو چراگاہ سے محل تک دو میل کی ایک مہر بنانے کا حکم دیا تاکہ اس بہرے ذریعہ سے تازہ و دودھ نہایت سرعت کے ساتھ پہنچ سکے۔ اور فراد نے یہ خدمت اس طرح انجام دی کہ پہلے دیول کی ایک دیوار تیار کی۔ پھر اسی دیوار پر پیٹھر کی مہر بنائی جس کے اوپر پتھر کی بڑی بڑی پلائیں بچھائیں۔ اور چراگاہ کے پاس ایک حوض اور اسی کے مقابل محل میں ایک دوسرا حوض تیار کیا۔ تاکہ چراگاہ میں جو دودھ دیا جائے وہ اس حوض میں جمع ہو کر بہرے کے ذریعہ سے اس حوض میں پہنچ جائے۔ جو محل میں تیار کیا گیا تھا۔

اس افسانے کی تاریخی حقیقت صرف اسی قدر ہے۔ اور اس محل اور اس حوض کو بعض سیاحوں نے دیکھا ہے۔ چنانچہ کریا بن محمد قزوینی اپنے جغرافیہ انار ابدال میں لکھتا ہے۔

وهذا کلد باق ۲ می ماناسار ایتہ عند اجنیا نی
بقام جزیر ہارے زمانے تک باقی ہیں جب میں وہاں گیا تھا۔
بکہ دیکھا تھا۔ ان میں سے کسی چیز میں شک و شبہ نہیں ہے۔

لیکن یہ تمام فقرے میں فراد کی حقیقت صرف ایک معمار کی ہے۔ عاشق کی نہیں۔ اور خیریں نے اس کو کسی حال کام پر نہیں لگایا تھا۔ بلکہ جو خدمت اس کے متعلق تھی۔ اس نے نہایت کامیابی کے ساتھ اس کو انجام دیا۔

اس محل کی تعمیر کے متعلق جو دوسری روایت اسی کتاب میں ہے۔ اس نے اس واقعہ کی مذرت اور الجوگی کو درج کیا کہ وہ یہاں اس میں جوئے شیر اور فراد کا رہنے سے مذکور نہیں ہے۔ بلکہ اس روایت کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ خضر و پرویز مقام فریسیں میں مقیم تھا۔

جہاں اُس نے ایک عظیم الشان باغ تیار کر رکھا جس میں چاروں دروں کا ایک عجائب خانہ بھی قائم کیا۔ یہ باغ ہزاروں آدمیوں کی مدد سے سات سال میں تیار ہوا۔ اور خیرود نے اس کی حسن و خوبی کو کھار کر بہانہ لے کر گناہگاروں کو پیش ہوا سٹل سے دیکھ کر اتفاق سے اس نے ایک دین شیریں سے کہا کہ تم مجھ سے چنی کسی خوش کاغذ کر دو اُس نے کہا کہ یہی باغ میں میرے لئے ایک باغ تیار کیا جائے۔ جو آپ کی سلطنت میں عظیم الخیر ہو۔ اور اس میں پتھر کی ایک ہنر مند دی جائے۔ جو شراب سے بھر پور رہے۔ جتنا پھل اس کی یہ خواہش پوری کر دی۔

اس کتاب میں ایک روایت ہے کہ ایسی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فرادینیر پر عاشق تھا۔ اور اس جرم پر خود پر دیر نے اس کو کوہ پیمن کے کوڑے کا حکم دیا تھا جس کا مقصد تھا کہ اس کی تمام غصہ میں غصہ ہو کر برباد جاکے۔ چنانچہ اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

تاریخ عظیم کا چشمہ رواں تھا ہے۔ لکھنؤ ویر ویر کی مصلحتہ تہذیبیں جو چین و جمال میں بنائیت نہایت لکھنی تھی، ایک سنگ سڑتیں جس کا نام نہ پاؤ تھا۔ غریبہ تھا۔ اور اس کی درافنگی بعد امتثال سے تہذیبی چٹا چٹا لوگوں میں اس کے عشق کا شہہ ہو جا۔ تو پور پور سے اس کا ذکر کیا گیا۔ اس نے اپنے ہمیشیوں سے کہا۔ کہ اس شخص کے بارے میں ہٹاری کیا رائے ہے؟ اگر میں اسی حالت میں اس کو چھوڑ دوں تو بیڑی سوانی ہوگی اور اگر بس کو قتل یا تید کر دوں تو ایک بے گناہ کو مرنے دوں گا۔ اس پر بعض حاضرین نے کہا کہ اس کو ایک ایسے کام میں لگا دیجئے کہ اس میں اس کی تمام عمر برباد ہو جائے۔ خسرو نے اس کی رائے کو پسند کیا۔ اور اس کے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ وہ پانڈو اس کا جلیہ یہ تھا کہ بنائیت غریب اور دراز تھا۔ اور مست، اوٹ کی طرح جوش و خروش سے بریز تھا۔ خسرو نے اس کی تعلیم تکریم کا حکم دیا۔ اور کہا کہ ہمارے راستے میں ایک ایسا پہاڑ حائل ہو گیا ہے جو ہماری آمد و رفت میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ اس سے ہماری فوجیں یہ بے کرم اس میں سے ایک راستہ نکال دو جو ہماری آمد و رفت کے لئے سودوں ہو۔ اور ہم کو تمہارے قویہ اور ذوات کا حال معلوم ہو چکا ہے۔ اور اس نے کہ وہ بیستون کی طرف اشارہ کیا۔ کہ کوئدہ بنائیت بلند پہاڑ تھا۔ اور اس کا پتھر بنائیت سخت تھا۔ فرماؤ نے کہا کہ میں بادشاہ کے راستے سے اس پہاڑ کو ہٹا دوں گا۔ بنو ہیکو وہ میرہ تہذیب کے عبا بیت کرنے کا وعدہ کرے۔ بادشاہ کو اس سے تکلیف تو ہرگز ہوئی کیونکہ تہذیب اس کی مصلحتہ تھی، لیکن اس نے اپنے دل میں کہا کہ بیستون کو توڑ کر اس کو توڑ سکتا ہے۔ بہر حال فرماؤ خسرو کے پاس سے گیا۔ اور پہاڑ کے توڑنے کا کام شروع کیا۔ اور اس میں سے ایک ایسا راستہ نکالا جو عرض میں مسواروں کے گزرنے کی گنجائش رکھتا تھا۔ اور اس کی ہندی جھنڈیوں سے زیادہ اونچی تھی۔ اس کا کام یہ تھا کہ دن بھر غبرگڑتا تھا۔ اور رات بھر ان کو آٹھا ٹھاکرے جاتا تھا۔ اور پہاڑ کی چوٹی پر بڑے بڑے ٹھکڑوں چٹ تھا۔ سنگ تہذیبی کیسے کہ ان کے درمیان کی غلو کو ہٹا تھا۔ اور ان کو راستے کے برابر رکھتا تھا۔

خبر دے ایک دن اُس کی مستند سی کاؤکر کیا گیا۔ تو موضع حاضرین نے کہا کہ ہم نے اس کا شکریہ ادا کر دیا۔ کہ چار دسے کی ایک ڈب میں ہمارے برابر بھرتا کا قابض۔ اور اگر کسی طریق پر کام نہ کر لے۔ تو رائے کا اکل لینا کو کی قیوت نہ بجا بخیر و اس سے خوف زدہ اور مضطرب ہو، لیکن بمعنی شخصائے نے کہا۔ کہ اس سے ہم ہرچ کھاتے والا دیتے ہیں۔ چنانچہ بعض لوگوں کو کوفراؤ کے پاس بھیجا اور انہوں نے اس کو قیوتی

کے مرنے کی خبر دی۔ فرما دینے یہ خبر سنی تو اپنے بھانڈے کو پتھر پر مارا اور اس کو دیو سوت کر دیا۔ اس کے بعد اپنے سر کو بھاؤں سے پر دے دے دارنا تھا یہاں تک کہ مر گیا۔ یہ تمام اشارات تک باقی ہیں، اور ان میں کچھ ہم کاٹنگ دیکھ نہیں ہے۔

لیکن اس روایت میں جسے غیر کا کوئی تذکرہ نہیں ہے جہاں تک تیس دقائے کام دیکھیں۔ ان دھماکے سے اٹھا کرنے کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر کوئی نہ دیکھتا، یا نہ سمجھتا، اپنی عقیدت کے لئے تازہ دودھ فروم کرنے کے لئے ایک عظیم الشان مہم جوئی۔ تو گو یہ فعل کیسا ہی بہت بھل جو یسین نصی مٹاؤں میں اس کے لئے کے عیث افعال اکثر مہم سے رہتے ہیں۔ بالخصوص ایسی حالت میں جب صاحب ناص و حق کسی جہنم عورت پر فریاد کرتا ہے۔ تو اس کے جس، و جہاں پر ملکی فرماؤں کے ساتھ عقل و دماغ کے سربراہ کو بھی قرآن کریم ہے، اس لئے اگر خیر دے فرماؤں کی گواہی میں اس قسم کی مہم بنایا کر دے۔ تو یہ تعجب خیر و مرہنیں۔ البتہ ہم اس کو تسلیم نہیں کر سکتے کہ اس کام کو تنہا فرما دے انعام دیا تھا۔ بلکہ یہ کام اسی طرح انعام پانچواں تیس طرح اس زمانہ میں اس قسم کے کام بہت سے سماروں اور مزدوروں کے ساتھ کسی غیرت کی گواہی میں انجام پاتے ہیں لیکن اس کے لئے فرماؤں کے عشق و محبت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اور اس نے اس کام کو پوری ذمہ داری اور دوسرے جوش و دھار کے ساتھ انجام دیا تھا۔ ان سے کہ وہ اس کے بدترین کے عشق میں دباؤ نہ دیکھا ہو۔ اور ضرور نے سہمرا اور اور ان کے کھڑے پورے کو کو وہ دیکھتا ہے۔ کہ اس نے اس کو نہیں تسلیم کر سکتے۔ کہ اس نے تنہا اس پہاڑ کو جس حد تک تیز دیا تھا۔ کہ اس میں ہے، جس سے اس کے لئے کھینچے۔ اور وہ چاروں کے ایک ضرب میں پہاڑ کے برابر پتھر نکال دیتا تھا۔ بات بھی فحاش میں ہیں ان کی کہ جب کبھی ضرب و زور، سخت کام میں مشغول رہ کر زندہ رہ سکتے ہیں۔ بلکہ وہ تھریں تیس ہے وہ صرف رہتے کہ ملکی بھائی اس کو وہ مشغول کے لئے کام بہت سے عوروں اور مزدوروں کی شرکت سے جاری رہا جو گاؤں و خیر دے فرماؤں کی طرف دیکھتے رہے۔ اور دواؤں کی بھی کام میں مشغول کر دیا جو کچھ کہ وہ اس سے پہلے کہ غیر نکال چکا تھا۔ اس لئے یاروں نے اس کے اس کام کو بھی اسی سلسلہ عشق و محبت میں شامل کر دیا۔

تین چیزیں

۱۱۔ حرص جس کی اطاعت کی جائے ۲۰۔ غور و مشق جس کا اتباع کیا جائے اور ۳۱۔ جب یعنی غور و مشق سخت مہلک ہیں۔

نور کو - غیب و غور و مشق کی وجہ سے شیطاں شقاوت ابھی ہی پڑا، اور جہنم و لعین ہوا۔ اسی بنا پر وہ مائل انسانوں کو ضلالت و ہلاکت میں ڈالتا ہے، باقہ خیر و غیب و غور و مشق عادت حق سجادہ نمائے مانع و مزاحم ہوتی ہے۔ و لہذا ہم تین

مرد و عجب نہ اہل دیں نہ بولو
بہت عجب خدا سے ہیں نہ بولو
بیخبر اہل جہان و مست یکے است
خوشن بین و بہت پرست یکے است

مولوی، نور الدین

معصوم تیدی

پیرسہ بگڑشتہ

تیسرا باب

سیاہ بختی میں کب کوئی کسی کا ساتھ دیتا ہے
کیتا ریکی میں سیاہ بھی جانا انسان سے ہوتا ہے

جمنی نے بیوی اور بال بچوں کو نصحت کرنے کے بعد تمام معاملات پر ٹھنڈے دل سے نوکر کیا۔ اور دل ہی دل میں سوچنے لگا۔ کہ اسکی رفیقہ حیات بھی اسے قاتل ہی سمجھتی ہے، اچھا امیر خدا جانتا ہے، وہ اس چپارگی اور کس سپرسی کی حالت میں میرا حامی و مددگار ہو۔ مجھے اس کی ذات کے کو کسی غیر پر بھروسہ نہ رکھنا چاہیے اس جیم کے علاوہ کوئی اور میری جان بخشی نہیں کر سکتا، اسی مصفت کے دربار عالی میں فریاد کر دے گا۔ کچھ عرصہ کے بعد جمنی کے لئے کوڑوں کی مار کا حکم صادر ہوا۔ جلاؤ نے یہ سزا دی۔ اور جب اس کے تمام خیم مندل ہو گئے۔ تو اس کو دوسرے فقیر واریوں کے ساتھ کسی پہاڑی مقام پر لان کئی کے لئے بھیج دیا گیا۔ وہاں جمنی نے ایک تیدی کی حیثیت سے پورے کچن سال تک کام کیا۔ اس مدید مدت میں اس کے سب بال اعلیٰ معنوں میں برت کی مانند سفید ہو گئے تھے۔ اس کی ریش لمبی اور گھنی ہو چکی تھی۔ اس کی تمام دنیاوی خواہشوں کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ وہ کم بولتا اور ہر وقت خدا کی عبادت میں مصروف رہتا تھا۔

اس نے اس پہاڑی مقام پر تھوڑی سی نقدی بھی گائی جس سے اس نے چند ایک دلپذیر کتا بن خریدیں۔ ان کتابوں کا وہ کبھی کبھی دن کے وقت سورج کی روشنی میں مطالعہ کیا کرتا تھا جمنی کو گانے بجانے کا بہت شوق تھا۔ وہ کثرت اور راکے روز میں گے گرجا گھر میں جایا کرتا۔ اور بسا اوقات گانے بجانے والی جماعت کے ساتھ دل کر لایا کرتا تھا۔ گلاب اس کی آواز کرخت ہو چکی تھی۔ اور اس میں دو پہلی سی نیکی باقی نہ رہی تھی۔

جیل کے تمام افسر جمنی کی دیانت اور کارپردازی سے جمنی خوش رہتے تھے اور وہ اپنی علمی اور فرمانبرداری کے باعث تمام میں ہر دھرمین ہو چکا تھا۔ اس کے ہم چوٹی اس کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور اس کو عوامی طور پر بابا کہہ کر پکارتے تھے جب کبھی ان کے درمیان کوئی جھگڑا ہو جاتا تو وہ اس کو اپنا ثالث مانتے اور یہ ان کے تنازعات کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ چکایا کرتا۔ اب تک جمنی کو اپنے گھر سے خریدت کی کوئی اطلاع معمول نہیں ہوئی تھی۔ اس کو بہت سی غم نہ تھا۔ کہ تین اس کی بیوی اور بال بچے زندہ سلامت میں بھی یا نہیں!

ایک دن شام کے وقت اس جیل خانہ میں قیدیوں کا ایک نیا گروہ وارد ہوا۔ اور تمام پرانے قیدی یہ بات معلوم کرنے کے

سنے کہ وہ کس شہر یا کس گاؤں سے یہاں آئے ہیں۔ ان کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ ان کے ساتھ ہمارا ہیر جھنڈ بھی چلا گیا۔ اور نہایت توجہ کے ساتھ ان گرفتاروں کی باتوں کو سمجھنے لگا۔ سننے لگے۔ یہ وہ ایک سن رسیدہ آدمی کھڑا ہوا۔ اور حاضرین کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ وہ کس طرح گرفتار کر کے یہاں لایا گیا ہے۔ اس نے اپنی راج کھانی کا آغاز اس طرح سے کیا۔

”مذمت دہنی کہ میں نے ایک سرخ گھوڑا ایک حق دوق میدان میں کھڑا پایا۔ اس گھوڑے کے قریب ہی ایک گھنے درخت کے سایہ تلے ایک کالری کھڑی تھی۔ اس کالری کا کچھان میرا قدیمی دوست تھا۔ میں نے محض اس نایبیت سے کہ جلدی اپنے گھر تک پہنچ جاؤں گا۔ وہ گھوڑا اس سے لیا۔ لیکن ابھی چلتے ہی نہ پایا تھا کہ پولیس کے چند آدمیوں نے جو جالریوں میں چھپے بیٹھے تھے۔ مجھے ہر گرفتار کر لیا۔ میں ہست چھا چلا۔ کہ میں کوئی چور یا ڈاکو نہیں ہوں۔ لیکن اس نفاذ خانے میں اس طوطی کی آواز کو کسی نے نہ سنا۔ اور مجھ سے کہنا کہ ”کو زبردستی اس جیل خانہ میں لا کر رکھو۔ دیار گیا۔ بھائیو! حالانکہ میں اس سے قبل ایک ایسے ستین جرم کا رشتہ دار کہ کچھ کا ہوں۔ کہ اس وقت مجھے ضرور اس جیل خانہ میں لا کر ڈال دینا چاہیے تھا۔ لیکن چونکہ میرے اس راز کا انکو کسی کو پتہ نہ چلا۔ اس سلسلے میں بال بال بچ گیا۔“

جب یہ بوڑھا قیدی اپنی تمام داستان بیان کر چکا تو ہر سنے قیدیوں میں سے ایک نے دریافت کیا۔

”بولے میاں! تم کہاں سے آئے ہو اور تمہارا کیا نام ہے؟“

”میرا نام رشید ہے اور اکثر لوگ مجھے راشد کہہ کر بھی پکارتے ہیں۔“ اس بوڑھے قیدی نے جواب دیا۔ میں شکار پر کارہنہ دلا

ہوں۔ اور میرا تمام خاندان اسی قصبہ میں آباد ہے۔“

(عشید نے یہ تمام باتیں سن کر چانس سڑٹایا اور راشد کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا)

”وہ کیا تم جرنیل سو۔ مگر کوہانے ہوں جو شکار پر لای رہتے والا ہے۔ اور کیا وہ بھی تنگ زندہ ہے؟“

”میں ان کو بھی طرح سے جانتا ہوں۔ وہ تو بڑے متول آدمی ہیں۔ راشد نے کہا۔ یہ بابا! آپ کا یہاں کیسے ہوا؟“

”تقریباً پچیس سال کا عمر ہوا۔ کہ میں شامت اہل کی وجہ سے جلا وطن کر کے یہاں بھیج دیا گیا ہوں۔“ عشید نے سر دھجھ کر جواب دیا۔

”مگر کس قصور کی پاداش میں؟“ راشد نے دوبارہ دریافت کیا۔“

”عشید اپنی تیرہ جتنی کاحال سن کر بوی اور بال بچوں کی یاد کو تازہ کر کے اپنے آپ کو رونا لہنا نہیں چاہتا تھا۔ اگلے اس نے خاموشی

اختیار کی اور راشد کے اس سوال کا کوئی تسلی بخش جواب دے کر بیز چپ ہو گیا،

دیفنس محمد فیض ندیم

(باقی زندہ)

بزمِ قریش

قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کے بھائی قاضی فتح حسین صاحب، انیکو پریس روم، کے صاحبزادہ اور انٹرنیشنل کے معاون قاضی نور محمد عالم صاحب فاروقی اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر کی سگائی مولوی محمد سعید صاحب قریشی اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انیکو پریس روم کی سبھی صاحبزادی سے ۵ جولائی سنہ ۱۹۷۷ء کو مقامہ ہوئے۔ قاضی صاحب نے اس تقریب پر اپنی قومی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے ”مندوۃ القریش“ کے لئے دو روپے کی رقم ارسال فرمائی ہے۔ برادران قریش اگر اسی طرح اپنی تقاضا پر اپنے قومی نڈے کے لئے بھی کچھ حصہ دے سکتے ہیں۔ تو قومی نڈے کو بہت کچھ نفعیت ہو سکتی ہے۔ قاضی صاحب کی یہ تحریک بہر نوع قابلِ تعظیم ہے۔ تقریب سید کے بچہ انجام ہونے پر ہم قاضی صاحب کو ہدیہ سہارا پیش کر رہے ہیں۔

مولوی محمد نعمت انصاری صاحب لوند سے خبر فرماتے ہیں کہ انٹرنیشنل مطبوعہ جولائی میں ”مندوۃ القریش“ کے قیام و استقلال کی تفصیلی کیفیت پڑھ کر بولے ہیں کہ لکھنؤ کی خوش نواب کی خوش کن تبرکدہ رہا ہے جسدا بچے قریش کی میزبانی اور پھر ذلک سے ابھرنے کی کوشش کا یقین نہ آیا۔ قریش اور قیام ندوہ، مصفاہی باتیں ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ انٹرنیشنل مسلسل بارہ سال سے وکیتا بولوں لیکن خاموشیوں میں آج تک میں نے کبھی اپنے خیالات کے اظہار کی کوشش نہیں کی۔ اور محض اس لئے کہ قیام کی بے حسنی نے میرا گلہ بچوں، دل سرو اور جگر بے حس کر دیا ہو ہے۔ زیادہ دوسرے نہیں ہو گئے۔ روزنامہ ”مزید انداز“ اور خلافت وغیرہ میں میں نے اپنے جذبات قیام کے سامنے پیش کئے۔ اور بتا دلا خیالات کے لئے ایک مرکز پر جمع ہو کر اپنے مستقبل پر غور کرنے کی دعوت دی خطوط لکھے۔ مراسلات جاری کئے۔ اسباب واقف کو زبانی ہائیگن کوئی ایک فرد بھی نہیں بول سکا۔ دیکھا کہ سنا ہوتا قریش کو غنم ۱۰۲۰ وہ غنم جو پھر کو زبانی کی طرح پہاڑی کی حرارت اور سوتوں کو بچا دینے کا جوش رکھتا تھا۔ سو کر ہائے کارزار میں۔ داغی دیکھا میں ایک گوجر بچہ کے ایک بچہ میں ایک لڑکھوہا کر دینے کی قوت دھاتھ رکھتا تھا۔ اس قدر سرو دیکھا کہ بچے کو ان کی زندگی پر غصہ اور خیر بھی وہ جوقین کے درجہ تک پہنچ گیا ہو گیا۔ میں اپنی بے بسی بے کسی پہناؤں و گریزوں کی جیڑاں نکال کر ساکت و صامت ہو گیا۔ اور پھر میں بولا لیکن جب ”مندوۃ القریش“ کے قیام کی خبر مستجابوں اور اس کے افتتاحی اجلاس کے کارروائی پڑھتا ہوں تو میری تعجب کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ اور غور کرتا ہوں کہ یہ وہی قوم ہے یا کوئی اور، اس کا اٹھنا اور ابھرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنا اور یوں تیار ہونا تو خدا کی رحمت سمجھنا چاہئے۔ اگرچہ میری دیکھ کر میری نے بچے بے وقت بدلے کر دیا ہے لیکن یقین جانتے کہ قوم کو مدعوں دار ثقافت کی منزل پر دیکھنے کی غنائیں لودھی ہیں ہمیں۔ میں عرض کر دوں گا کہ آپ اگر اکٹھے ہیں۔ تو ہمت و جرات اور استقلال سے کام لیں۔ اور منزل پر سخت ہمت نہ ہارے پر عمل کرتے ہوئے قیام دلائے پچھلے۔ میری ہمدردیاں آپ کے ساتھ ہیں۔ مکان میں کوشش کروں گا۔ خدا آپ کے ساتھ ہو۔ والسلام

نامی نفل ابی صاحب غصیلہ تحریر فرماتے ہیں۔ انیسویں شخص ذیل کی۔ اور محرم بروز من و بزرگان قوم کے ساتھ تباہ و بختاوت و غارت
کا موقع ذیل کا خیال تھا کہ خود حاضر ہو کر چند پیش کیا جانا۔ اب بذریعہ سنی آؤر ارساں خدمت کروں گا۔ انشاء اللہ تمہارے کسی دوسرے
موقع پر حاضر ہونے کی کوشش کی جائے گی۔ والسلام

قریشیہ دور علی شاہ صاحب اشقی فرسز آباد سے لکھتے ہیں۔ کہ ”مدوۃ القریش“ کے قیام و استقلال سے قریش کی بیداری کے آثار نمایاں
ہیں۔ خدا اس قوم کو بھی زمانہ کی جو کے ساتھ ساتھ چھنے کی توفیق عطا کرے۔ استقلال و عمت سے کام لیجئے۔ قوم آپ کے ساتھ ہے۔

مولانا ناصر الدین صاحب عباسی قدو گنگناہ سے اپنے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ”مدوۃ القریش“ کا قیام اور اس پر القریش کی
خدمت کا ارتقاء کی قبلی کی پیش کش سے عوام قریشی فطرسین صاحب کے تلمیذ چاہا کا مذہب کی صورت میں اعتراف ہوا۔ اگرچہ قابل تعریف و قابل ستائش
ہے جس قوم کا سحر سامری زمانہ کے پیچھے تڑپانے نہ توڑ سکے۔ جس قوم کے لب سکوت قند مرا سیدت نہ کھول سکے۔ اس کا اظہار و خدمات کا
ان صورتوں میں علی اعتراف کرنا یقین و ثابت ہے۔ کہ قوم کے دن پھر گئے خوشی و درو گئیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کا ستارہ اقبال چہرہ منقہ
عوام پر چمکے عباسی جہد کا رہے۔ دور علی کوشش با

قریشیہ انتہی ہیں صاحب اکبر آبادی لکھتے ہیں۔ کہ بحالات موجودہ قریش کو قومی مرکز کی شدید ضرورت تھی۔ محمد اللہ کی پوری ہوئی۔ میں
بنیں جہد سکے۔ کہ وہ کسی دل گردہ کے انسان تھے۔ جنہوں نے اس نیک کام کی مخالفت میں دماغ سوزی کو کار نواں کیا اور باعث خائبہ
اور قیام نہ وہیں ردنا اٹکانے کی کوشش کی۔ فیرا کسی کوشش بارور میں ہوا کرتی۔ گھرا یہ میں کام کیجئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی
ہی کامیابی ہے۔

قاضی غلام محمد، الدین صاحب ملالوی اپنے ہونا فرزند عطا الرحمن کی وفات حریف کے صدمہ سے بیتاب ہیں۔ آپ چاہتے ہیں۔ کہ عزیز
مرحوم کی یادگار میں قطرات اشک ایک کتاب کی شکل جمع کر دیے جائیں۔ اور اس طرح دل کا غارت خانے کے ساتھ ساتھ مرحوم کی یادگار بھی قائم
ہو جائے۔ بلکہ ان میں علم حساب سے عوام ہیں۔ کہ۔ منظوم منشور مضامین کی ترسیل سے مشکوفا میں۔ اگر کوئی صاحب تاریخ وفات لکھنے کی تکیف
گوارا فرمائیں۔ تو تاریخ وفات ”مرحوم“ ۱۳۴۳ھ مطابق ۹ جون ۱۹۲۵ء نوٹ کریں۔

محمد قریشی غلام حسن صاحب رئیس برہنہ نے ازراہ قومی حیثیت ”مدوۃ القریش“ کیلئے پانچویں کا علیہ اور دوسرے آٹھ آٹھ چندہ ممبری کل ساٹھ
روپے آٹھ آنے ارساں فرماتے ہیں۔ بلکہ ان میں نذرہ اس کو تحفہ نمائی کے لئے آپ کے بدل مشکوفا میں۔ جو ہم اللہ حسن ابرار۔

سیرۃ الاولیاء

(از جناب سید ظہیر احمد صاحب سنا ہوا چاندی)

حضرت سید الدین خلیفہ مدنیؒ سلسلہ علیہ چشتیہ کے بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جب کسی کو برگزیدہ بنانا چاہے تو اپنی رحمت و ہدایت سے بہترین دل و دماغ اور نیک ترین مزاج عطا کرتا ہے۔ حضرت مدوح اجدادی سے نہایت نیک عکسہ المرآۃ خلق اور وہ عکاس کے ساتھ ہی بہت ہی ذہین و طبع سے چٹا چٹا حضرت نے نو سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ نبیؐ جو یہ وقرأت میں مہارت حاصل کی حضور کی تلاوت قرآن سے ایسا شغف تھا کہ ایک کام، محمد دن میں اور ایک کام محمد شب میں ختم فرماتے تھے۔

جب آپ تھیں علوم دین سے فارغ ہو گئے۔ اور آپ کا سن شریف سو لہ سال تک پہنچا تو قدرت الہی سے علم لدنی کے ابواب آپ پر کھلنے لگے۔ اور عالم باطنی کے سر در محکم شرف ہونے لگے۔ حضرت نے اس عمر میں تمام دینی و دنیاوی کمالات کا لباس زیب تن فرمایا۔ مخلوق کے ساتھ آمیز چھوڑ دی۔ اور گوشہ نشینی اختیار فرمائی۔

اسی حالت میں حضرت خضر علیہ السلام سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ اور آپ نے فرمایا کہ ارہم کو ایک رہبر کی ضرورت ہے۔ پس تم حضرت ابراہیمؑ اور محمدؐ کی صحبت و ہم نشینی اختیار کرو۔ اس ہدایت سے متاثر ہو کر حضرت خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے گوشہ خلوت سے باہر نکلے۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے جو اپنی آپ کو دیکھا، اللہ کر بلیگر ہو گئے۔ اور فرمایا کہ اے خلیفہ اطمینان رکھو۔ انشاء اللہ چند روز میں تم کا سیلاب ہو جائے گا۔ حضرت خلیفہ چھ ماہ تک حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر رہے۔ اور اس اثنا میں صرف چار بار نظر کیا۔ حضرت سلطان نے جب اس صحبت و مجاہدہ کیا مشاہدہ کیا۔ تو اس پر کہ حضرت خلیفہ سے فرمایا کہ اے خدیو میں نے جناب باری میں دعا کی ہے تم روز افزوں ترقی کرو گے۔ اور تم کو روز افزوں میں بہت جلد تہمالی حاصل ہو گا۔ اس کے بعد حضرت نے وچرہ تبرک کو اپنے پیروں میں حضرت نعلین بن عباس رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا تھا۔ حضرت خلیفہ کو طاعون اور طاعون کی دولت سے سرفراز فرمایا۔ اور حکم دیا کہ طبع خدا کو طاعت و عوفیت سکھائو۔ اور وہ خدا کا بندہ بن کر چھ ماہ تک بزرگوں کا مسلک رہا ہے۔ حضرت خلیفہ نے اس ہدایت کو قبول کر کے موضوع کیا کہ حضورؐ کچھ اذیتیں فرمائیں۔ حضرت سلطان رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ اے خدیو تم کو چاہیے کہ دنیا کو قبول نہ کرو۔ جب کوئی شخص خدا کی طرف متوجہ ہو جائے تو دنیا اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ تاکہ اسے یاد دہانی سے باز رکھے۔ تم کو خیر اختیار کرنا چاہیے کیونکہ کو فقر و فاقہ ہمارے بزرگوں کا نمونہ ہے۔ اور اسی کی بدولت انہوں نے قرب الہی کی دولت حاصل کی ہے۔

خلافت ابراہیمی سے شرف ہو کر حضرت خلیفہ راہ منت و ولایت میں مشغول ہو گئے۔ آپ جلیلہ باہم فرما رہے تھے لیکن نے عرض کی کہ تم بھی آپ کو خوش نہیں چکھتے۔ آپ کی آنکھیں ہمیشہ پر آب رہتی ہیں۔ خراس گرید و زاری کا کیا باعث ہے۔ آپ نے فرمایا فیرقی فی مجلسہ و فیرقی فی السید ایک گمراہ جنت میں ہو گا اور ایک گمراہ دوزخ میں رہے۔ خیر نہیں کہ میں کس گمراہ میں ہوں۔

حضرت کے زہد و نفس کشی کا یہ عالم تھا کہ کبیر سے روز انتظار کرتے۔ اور صرف تین لقمے خوش جان فرماتے۔ حضرت کا اور نمونہ ہے۔ کہ درویش

کی تہذیب کا لہجہ ہے۔ پس ذکرِ اہم جس کی غذا ہو۔ وہ خورد و نوش سے اسودھ میں ہو سکتا۔ آپ کا مقولہ ہے کہ نفیر کی جیب۔ یا تھ۔ پیدل اور دل خالی ہونا چاہیے۔

حضرت ابنِ دنیا سے جنتیں رہتے تھے۔ جب کوئی حاضری کی قضا ظاہر کرتا تو فرما لے کہ پہلے دنیا ترک کر دو۔ پھر میرے پاس آؤ۔ ابنِ دنیا میں سے جو لوگ توبہ کرتے اور آپ کے سلسلہ میں شامل ہوتے۔ تو چالیس روز تک ان سے ملاقات نہیں کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ ہنوز بوسے فنا آئی ہے جب چالیس دن گزر جاتے تو اس توبہ کرنے والے کو ہاتھ اور کہنے کہ آؤ اے ولی اللہ! اللہ تعالیٰ انہم سے محبت ہے کہ وہ خود بخود سے محبت رکھتا ہے حضرت فیضی میاںؒ اور حضرت خواجہ بابریہؒ کی زیارت کا شرف حضرت خدیجہ کو حاصل ہوا تھا اور ان دونوں بزرگوں نے پیشگوئی کی تھی کہ حضرت خدیجہؒ اپنے وقت کے درویش کامل ہونگے چنانچہ پیشگوئی۔ درجہ کمال پوری ہوئی۔ حضرت کی کتابیں بے شمار تھیں اور حضرت کے افعال عرفان و حقائق سے لبریز تھیں آپ نے فقر و سلوک میں شہرہ کستیں نصیب فرمائی ہیں۔ ابوبیرہؓ نے بھی آپ کے خلیفہ ہیں ۛ

گلدستہ رنگیں

مرتبہ چاب فیض محمد عباسی نقی لدھیانوی،

جس سے امید ناستی وہ سنگد	نکلے	موم سمجھتے تھے جنہیں جیون وہ پتھر	نکلے
ضبط اسے چوتی جنوں راز نہ باہر	نکلے	نکلے سینے سے تو پھر جان ہی لے کر	نکلے
اشک حسرت سے تیب اور بھرے رستیں	نکلے	دیدہ تو بھی سنے تاب کے ساغر	نکلے
روئے روشن کی جو دنیا میں بخشی چمکے	نکلے	تاقیامت نہ گھن سے مشہور	نکلے
شام غموں کے آتے ہی چلے دیر شاہ	نکلے	چاند کے ساتھ ہلال لب ساغر	نکلے
عجب جاں میں رہے سر و چراغاں بن کر	نکلے	کس ندر داغ الہی میرے دل پہ	نکلے
دیکھن سوتے تقدیر سے کہتے ہیں	نکلے	سیب کھانے کو اٹھاؤں تو چھدر	نکلے
منصہ کچھ خض و خاشاک بیاباں پر نہیں	نکلے	دل جلے نکلے جد ہمد آگ لگا کر	نکلے
ایک ہی درجہ کر نہ کہیں رہ جا تا	نکلے	تب مزہ ہے کہ میرا دم تر خجند	نکلے

کشتِ زعفران

اتصال وعدہ آفوش فرموشی میں جرت افرابے۔ اور اک تفکر کی گہرائیوں میں گم اور نگر جس کی مشکلات ہے پر رہیاں۔ تبدل
یہ انوکھا فلسفہ، قرار میں نہیں سمجھا۔

”غائبانہ عنایت“..... کیا خوب
الطہارۃ اتعات سے اجتناب حقیقت کا خون کرنا ہے۔ بجھے نا.....

یہ لاکے..... کی شوقینوں کی یہ عریان ناکش، کیا کسی دور پر علی قیس کی۔ ست دراز یوں کی مٹا ہے، آخر آپ کی مرضی کیا ہے؟

آ وہ گنڈ ٹیلٹ نام پیمائی کی نگہی، ٹرین کا ہر ایک کونہ ڈھونڈو مارا۔ مگر آپ نہ آئے، ایک محرم اعلیٰ کے لئے ہر سزا نہایت ناگہانی ہے
”طلہ ماعرض ہے“

آپ کی تازہ نظری اور گہرائی کا اس سے براہ کرا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے..... گھر جتنور سمجھ نہیں۔

یہ خاموشی بے معنی اور یہ چپ لا سبب آخر اس وجہ ہر سماعت مسحور اور میں مدہوش ہونے کے لئے قرار.....
آپ خاموشی کیوں ہیں؟

شملہ۔ ایٹمی ایڈ پریس کے ممبرانہ سے سلام ہوا ہے۔ کو ایڈریں پاسٹ آفس ایٹل کے ماقہ کو ایسی چیز جس سے اس زمانہ آؤناؤں کی یاد دہانی تہ ہونے
کا مکان ہو۔ ڈیورنہ کی جائے گی۔ اور ضبط کی جائے گی۔

قسط طیفیہ۔ ہر بار امان اللہ خاں واسے افغانستان ذمہ قسط طیفیہ سے رہا نہ ہو۔ گئی میں غائبنا آپ رومانی طرف گئے ہیں۔ لیکن یہ خیال کیا
جاتا ہے کہ نہر پار کی رو اگلی کا افغانستان کی صورت حالات سے متعلق ہو سکتا ہے۔

واقعات و حوادث

بے کاری و بے روزگاری

لاگوس کاؤنٹی آزادی اور سبائی کا گاندھی کا اقدام سوال نامہ پرانی ملک کے سب سے بدقسمتوں پریشانیوں اور گناہوں کا جوہر ہے۔ تھات کی کساد بازاری نے ڈیڑھ لاکھ آدمی کو سالانہ منصف کچھڑیں تک محدود کر دیے ہیں۔ ایک ہزار نو سو اعلیٰ مقام و تانہ منسوب و بڑے انجمن و نوٹو لگے مزدور پیشہ و ناخوشیادہ رکنے پریشان حال شیعہ ہیں۔ کپڑے کے تاجرجن کی پائسو پائسو روپے بڑا تنگ کی بھرت تھی۔ اور جن کی طین سینکڑوں خودہ و ناخوش و ناخوشی و مزدور۔ اپنی آزادی میں بیوی بچوں کی شکم کچی کا سامان ہم پہنچاتے تھے۔ ناگواراں میں پہنچا تھا ہے کہ بیسی میں کر دیا اور روپے کا مال جس کے نام۔ لائی فربوں کو ادا ہو گئے ہیں۔ بیکار بڑا ہے۔ سارے کاکڑا نے اس کی آزادی خودہ تو کچھ اسے کھڑے اور پورا کھانے تک کو بھی منع کر رکھا ہے۔ اور اس طریق سے بندوستانی زرد مال کو کھٹی کھا ہی ہے۔ اور لاگوس کو پر دہکائیں۔ یہ جیج ہے۔ کو بندوستانی خدمت و خدمت اور کئی

اختصاصیات کو قرضی دینے کی بہت بڑی ضرورت ہے لیکن پسند ہمسہ جس میں آٹا کی جن اشیا کی قیمتیں ادا ہو چکی ہیں۔ اور خریدی جا چکی ہیں۔ ان کا اس طریق پر ممنوع قرار دیا جانا کس مصلحت اور ملکی خزانہ کی پریشانی سے۔ تھابھوں کا نرخ و اس سال گزشتہ میں سات اٹھ سیر فی روپے سے کبھی آٹا زیادہ ہوا تھا۔ مگر لوگ اس قدر بے لطفیانی اور پریشانی کا اظہار نہ کرتے تھے جس قدر کہ آج بندہ مول سیر فی روپے کے حساب سے مل جاتے پر کر رہے ہیں۔ جس کی اصل وجہ سو اسے اس کے کچھ نہیں کہ تھات

اور بااثر معیت تنگ ہے۔ آمدن کے وہ ذرائع نہیں رہے۔ اور لوگ چرن ہو رہے ہیں۔ تھوڑے کم کا بندھن پیدا کرنے کے لئے کڑا ہر جائز دانا جائز کام کے لئے مجبور ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اکثر حاجت مند لاگوس کی سخت گیر پالیسی اور پکٹنگ بیورو سے تنگ آکر دانتہ و کچی کڑا اور رگڑا شیارہ کھکچا کر بیچ رہے ہیں۔ اور لاگوس کو بولی زبان میں بڑا بھلا کہہ رہے ہیں۔ یہ صورت ہے ظاہری ہمدردی اور باطنی نفرت کا۔ اور یہ وہ عیب ہے جس کے جوتے ہوئے کسی حالت میں شاد و مقصود باطن نہیں آسکتا۔ لہذا لاگوس اگر بے مفاد میں کا سیاب ہونا چاہتی ہے۔ تو اسے کوئی نا عمل تجویز کرنا چاہیے۔ اور لوگوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے ایسے ذرائع مل میں لائے۔ جو ملک اور اہل ملک کے لئے مفید اور حصول مقصد کے لئے کارآمد ہوں۔ چھائی جوش اور کر دہ کے دوست و بازو اور ہلاکے مقصود۔ اس خیال است و محال است و جذبی

و لخر امنت نوح

مسلمان مینشہ جلد بازی اور غیر مال مذہبی سے کام لیتے ہیں جس کا نتیجہ انہیں نہایت تلخ صورت میں اٹھانا پڑا ہے۔ وہ بلا سوچے سمجھے اپنی غریبوں میں جو تعلیم اسلام کے معانی میں شامی ہو کر اپنے مافوق استغناء مذہب کا موجب ہوتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کے شریک حال ہو جاتے ہیں جو ملک کے نام پر مسلمانوں کو کھٹنے کٹنے پر وقت و مہم عمل رہتے ہیں۔ اور جیلوں میں جا کر بھی غندی کے پرچار سے فرزند ان اسلام کو گمراہی کی طرف لے جانے سے باز نہیں آتے۔ لاگوس کے

ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر حضور پر نور کا سایہ جنتہ نام رکھے۔

بیگم صاحبہ بھوپال کا اعطیہ

جی لوگوں کو مرہومہ کے نافرمانی و عداوت میں نقصان پہنچا ہے اس کی امداد کے لئے نواب بھوپال کی بیگم صاحبہ نے بیس ہزار روپیہ عیب خاص سے عطا کیا ہے۔ اس عطیہ کے متعلق جو آثار آپ نے صوبہ سرحد کے چیف کمنٹر مسٹر ایس ای پریس کو دیا ہے۔ اس میں بیگم صاحبہ کی بی بی دختر سرحد ہونے کی حیثیت سے میں ان معیت زودوں کی امداد کرنا چاہتی ہوں جن کی نسبت میرا در نواب صاحب کا یہ دعوے ہے کہ وہ ہمارے بھائی بنیں۔

قانون انتقال اراضی میں ترمیم

پنجاب کونسل کے آئینہ اجلاس میں خاں بہادر میاں محمد حیات صاحب فریشتی اور میرید محمد حسین صاحب نے ایک قرارداد کا نوٹس دیا ہے کہ حکومت سے سفارش کی جائے کہ قانون انتقال اراضی پنجاب میں ترمیم کرے جس کی رو سے کوئی حد امت یا کسی قسم کا محدود زر زراعت پیشہ اقوام کے کسی فرد کی اراضی کے انتقال کی ہدایت نہ کر سکے۔

باستثناء اجارہ جس کی قانون مذکور کی رو سے اجازت ہے۔ اور اس اجارہ کی بنیاد میں بھی میں سال کی نو میل کی جائے۔

دلچسپ شگونی

ضلع دیہہ روڑہ کے ایک شہسود معروف بھوی نے پیش گوئی کی ہے کہ مہاتما گاندھی اور تمام سیاسی قیدی ۲۰۰۰ ستمبر یا اس کے قریب کسی تاریخ کو راکر یا کر ویسے جائیں گے۔ اور وہ جگمگ پینر لا فرانس کی کارروائی میں منتظر رہیں گے۔ پریس آؤٹی نیس سندھ جوگا اور مہندوستان کو مستغرق درجہ مل جائے گا۔

تباہیاں

اطالیہ میں ہولناک زلزلہ کی وجہ سے ۲۵ گاؤں مہ لیتاں تباہ

بعض بلذریب کارکنوں کی صحبت سے بعض مسلمانوں کی ذہنی نشانیوں ایک طریق پر تبدیل ہو رہی ہیں۔ اور وہ عوامیت و تقیم سے جھلک کر پیدائی طرف جا رہے ہیں۔ چند روز ہوئے نزع گوشت کو چکر مارنے کے مقام پر ایسی ارشاد ملی لاہوری نے اپنی تقریر میں مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایسے کلمات زبان بد لکام سے نکالے جو ایک جاہل سے جاہل مسلمان کی زبان سے بھی نہیں نکل سکتے۔ اس نے کہا۔ وہ دھوکہ دلوں نے مہاتما گاندھی کو عیسائی تسلیم کر لیا ہے۔ ہمارا ملک بھی انہیں مقرب و اتار تسلیم کرنے والا ہے۔ مرے ملنے تمہیں خراب کر رہے ہیں۔ اور دھوکا دے رہے ہیں۔ سینوں میں جانے کا اب وقت نہیں رہا۔ ان سینوں کا اب خیال چھوڑ دو۔ اور جو لالہ لالہ لالہ محمد احمد الحسن مولانا پڑھتے ہو۔ اسے چھوڑ دو۔ (خود بابت اللہ اس کی جگہ لا لالہ لالہ لالہ پڑھنا زل اللہ پڑھا کر۔ مذہب اسلام کے صفے نہیں۔ تو اس کے کہ میدان میں نکل دو۔ یہ وہ جگہ ہے جو ایک کانگریسی مسلمان نے کی۔ اور یہ ہے کانگریسی کا فساد کی صحبت کا اثر بعض تعلیم یافتہ مسلمان یلڈرین پر پڑے فخر سے پہلے ہندی ان پیپر مل ہونے کے مدعی ہیں۔ اگر یہی کیفیت ہے تو ہم پہنچے ہیں۔ کہ ایسی حالت میں مسلمانوں کا راجہ کیا ہونا چاہیئے یا وہی برسرِ پرتیم آزادی کے نواہں ہو یا یاد رکھو۔

خدا کا پیغمبر کے راہ گزید

کہ ہرگز منزل نہ خواہر رسید

حضور نظام عالمیت قائم کی علمی فسادانی

ڈیڑھ سو روپہ مامور کا ذلیف مطلق حضرت حضور نظام تاجدار روکن نے حکیم سید شمس الدین قادری صاحب کا ان کی علمی و ادبی خدمات کے صلہ میں تاجس حیات مقرر فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ حکیم صاحب کو ان کی تقاضا کی قدر وانی میں مبلغ پانچ ہزار روپے عطا فرمائے تمام اسلامی دنیا میں ایسی قدر وانی اور کسی اسلامی سلطنت کی طرف سے آج تک نہیں

”اسلام کے پھیلاؤ کا کارکن اس کا سادہ کم خرچ اور غریبوں کے لئے مفید اور دلکش سوشل سسٹم ہے۔ اسلامی حکومت کے دوران میں مسلمانوں کی تعداد دو مقابلائیت کم گئی۔ مگر مذہبوں کے مظالم اور اسلامک سوشل سسٹم کی سادگی اور سب کے لئے مفید بننے کے کارکن سے گزشتہ سو سال میں مسلمانوں کی ترقی جرت گزشتہ صدی کے لئے ہے۔ اور جو پولیٹیکل کنجارج اس سے مزید ہوتے ہیں۔ اس کا نفاذ یہ ہے کہ اگر مذہبوں نے اپنے سوشل قوانین، رد اجابت اور رسومات کو مساوات کھنڈا دی اور کم خرچ کی طرف سبڈل نہ کیا تو بلاشبہ چند صدیوں میں ہندوستان کا نام بدل دینا چاہئے گا کیونکہ اب بھی بے غیر مستحقین ہی رٹ لگاتے ہیں گے کہ اشاعت اسلام میں متاخر کو بھی کوئی دخل ہے۔

گرفتاری و رہائی

انقرضیس کے معاملہ اور جاریہ ہریان ڈاکٹر محبوب عالم صاحب سکریٹری کانگریس کمیٹی دھیانہ نہ ہو لائی کو چودہ دیگر کارکنوں کانگریس کے ساتھ گرفتار رکھے گئے۔ سوشل سسٹم کو کھانے پر گرفتار شدگان نے ضمانتیں داخل کر دیں۔ اس پر وہ رہا کر دیے گئے۔ معلوم ہوا ہے کہ اب مقدمہ چلایا جائیگا۔ خدا کے تبارک و تعالیٰ اپنا فعل و کرم شامل حال رکھے۔ آمین

وائسے بہاؤ پور کی ساگرہ

کی تقریب پچھلے دنوں بنائیں دھرم دھام سے منائی گئی۔ تمام خدو کے روستا شریک ہوئے۔ اپنے بہن بھائیوں اور عزیزان برقیہ کے پہلے پھانسیوں کے لئے سہرا کھائی کی طرف سے انعام و اکرام تقسیم کیا گیا اور غریبوں دیکھیں کہ کھانا کھانے کے علاوہ مناسب شایعہ مدد دی گئی۔

اور ۱۸ سالانہ پاک ہوئے۔ دریا سے ایک کی ٹھانی کی وجہ سے ٹھنڈا ہوا دیر باد ہو گیا۔ اور ہزاروں جاگیر تھن ہوئیں۔ واسے ایک جویا کر شاکر کا ایک حصہ ہے۔ انکار بارش کی وجہ سے حد نقصان ہوا کرچی میں طوفان نور کی طرح سیلاب آیا۔ اور سخت تباہی ہوئی تیرہ ایک میں گرم نو چنے کی وجہ سے ۶۶ جاگیر متاثر ہوئیں۔ یہ تھراہی کی نشانیاں ہیں اور ہمارے احوال کا نتیجہ۔ غامض و بادلی، لا بھار دشمن روم کی رسوم نوازی

پچھلے دنوں امرتسر میں ایک منتظم برادری مصلح روم کے عاجز و ہ کی غلامی کی تقریب عمل میں آئی۔ آپ نے حد شروع سے بالی ہوجر اور ہوجر کھانا ہا نہیں کیا۔ اور جلد روم ہوجر کو بلائے طاق کھانا بیت احتیاط کے ساتھ تین ہزار کھنڈہ ہوجر کھانا ہوجر کے روپے جیب فروخ اور نصف جائیداد اور آزادی کی سند دہن کے نام لکھی۔ اگر یہ بھی کوئی حقصر، اعتراض کرے۔ تو اسے یاد رہنا چاہیے کہ مطالبہ ہوجر ہے۔

ہندوستان کا نام بدل دینا چاہیے

اہل اسلام کی عالم گیر ترقی کا موجب ہوجر ضعیف ہوا اور قرار دیتے ہیں۔ اور ضعیف ہونے کا ایک ایسی پرائمری ہوتی ہیں۔ لیکن جنہیں مطالبہ مذہب کا حقوق اور تلاش صداقت کا ذوق ہے۔ وہ حقیقت کی ٹوہ میں لگے ہوئے ایک مبصر کی حیثیت میں تاریخ کی ورق گردانی سے واقعات کی شہادت حاصل کرنے کے لئے سامی و کوشاں ہو کر صحیح نتیجہ کا خاکہ کر لیتے ہیں۔ چنانچہ لالہ دیوان چندنی، اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ دیکن تھوڑے اپنی گہری مطالعہ کے بعد اس راز کو پایا ہے۔ کہ اسلام کی ترقی کا اصل سبب اس کی صداقت اور مساوات اور دہریہ ہے۔ چنانچہ آپ اخبار ”ہندو“ ”مطبوعہ ہولائی“ میں اپنے خیالات کا یوں ظہار کرتے ہیں کہ۔

عرضِ حسرت

از نتیجہ افکار حضرت ساحلِ بگرامی

فردِ غمناں جھلک دیکھا پھر چمک کے کشفِ حجاب کر دے
ستاروں کی طرح ڈوبیں آنکھیں ہو کمبو اس دل کی قوری
کے یہ خواہش ہے حسرت ڈھابے نظامِ شمسی خراب کر دے
بچے مبارک بے دن میں سے کیا نکلے تو ہی انتخاب کر دے
بھلا دے اظہارِ عرضِ حیرت سلا دے موعے کی طرح مجھ کو
چھکا دے ساتی سے بقا سے بہت پکتنے میں دیکھ چھائے
یہ چند گلوں رہ گئے ہیں انہیں بھی صدقِ خراب کر دے

تعمیرِ نو

از نتیجہ افکار حضرت رازِ رام پوری

اسنا بدل مذاق تو ہو گا جہاں نیا
جرمی خرابیوں میں ہے تعبِ نو کا راز
نشاہے برق کا کہنے آشیاں نیا
ورنہ نیا ہے باغ، نہ ہے باغیاں نیا
جب تک نہ تو نیا ہونہ ہو گا جہاں نیا
گو بھیدوں نے گھس دیا ہر کو
لیکن بنا تو سکتا ہے رازِ آشیاں نیا

اقوالِ نسیمیؑ

(انتخابِ محمود صاحب بریلوی)

- ۱) ہواں زدنِ حضورِ بابر نہ بد آئین گنج شکر شہداء علیہ السلام کام گلوں کی سردباؤں سے ترک نہ کرنا چاہیے۔
- ۲) نامزدی کا دن مردوں کی شبِ سحر ہے۔
- ۳) سبکداری ہونے کی خواہش کمزوری کی علامت ہے۔
- ۴) جیسا تو ہے ویسا ہی لوگوں کو دکھا۔ بندہ صلیبتِ خود بخود کھل جائیگی۔
- ۵) احمق کو زندہ مت سمجھ۔
- ۶) وہ چہرہ فرخند نہ کرو خود ہی نہ جاتی ہو۔
- ۷) ہر کسی کی مدنی نہ کھا مگر ہر شخص کو اپنی روٹی کھا۔
- ۸) گناہ پر نرسد ذکر۔
- ۹) آراکش مکہ پہنچے نہ ہڑ۔
- ۱۰) بچی کو شیش کو جا رہی رکھ۔
- ۱۱) جو تجھ سے ڈرتا ہے اس سے ہر ذلت و بدایت نہ کر۔
- ۱۲) دروغ غارِ راستی بزرگ کرے۔
- ۱۳) قاتلِ مسلمانا دین سے پرہیز کر۔
- ۱۴) اندرونی حالت کو برونی سے بچا رکھ۔
- ۱۵) اہل دولت کے پاس لیجھ لے دوئی کو نہ بھول۔
- ۱۶) دقت کا کوئی بد نہیں ہے۔
- ۱۷) تحصیلِ علم و ہنر میں ذلت نہ دیکھ۔
- ۱۸) دشمن کی ہنسی اس سے مشورہ کرنے سے لڑائی جاتی ہے۔
- ۱۹) کوئی مصیبت خدا کی طرف سے آئے تو ہر سال نہ ہو۔
- ۲۰) اپنے دشمنوں کو حقِ اعداء خوش رکھ۔

ندۃ القریش

جن مقاصد عظیم کو بکراٹھا ہے۔ اور جس چٹان پر وہ کام کرنا چاہتا ہے۔ اس کیلئے انتہائی مساعی اور انتہائی کوششیں بکارتیں ہی وہ ہے کہ قبائذِ بزرگ کام کرنے کے باوجود بھی ملک کا سرکار نہ دودھ اپنے کام کا راستہ صاف نہیں کر سکے۔ وہ چاہے جس کدھک کے گوشہ گوشہ میں اس کے معائنہ پر جرتی اور چھوڑا ہوں۔ ابھی تو آوازِ عالمگیر آواز ہوا۔ اور اس کا صدا قوم کو بیدار کرنے اور شاہراہِ عمل پر لانے میں صدائے حور سے کم نہ ہو۔

ہی ہو نا، تو قوم پر جن کوشش ہوں گے کہ عہدِ پنجاب اور عہدِ دہلی کے بعد عہدِ بیکار کی طرف سے بھی سارا ناسہ شرفِ الدین صاحب قریشی نے "ندۃ القریش" کا عربی و ہربرت پرنا منظور کر لیا ہے۔

آپ اپنے عہد کے نقشبندی بھائیوں کو ہم آہنگ کریں گے۔ زندہ کے بعد بھائیوں گے۔ اور خود ہی چندہ بھی بھول کریں گے۔ غصہ اٹھ کر ہے۔

کندوہ کی امداد و حمایت میں مقتدر قریشی برادران خاص قوتہ سے کام لے رہے ہیں جس سے کارکنان کے جو محلہ ملندہ بالا ہو رہے ہیں۔ قریشی عبداللہ صاحب سب ان پیکر و پس جس طریق پر کام کر رہے ہیں۔ وہ بے حدود و مہلک ہے۔ آپ نے تفصیل کی پیشکش کی۔ مہینہ پانچویں رسالہ کے ہیں۔ اور درپردہ مسئلہ دہلی۔ اسی طرح مسئلہ احمد اللہ صاحب و دیگر احباب نے قوتہ فرمائی ہے۔ مفضل کارروائی آئندہ شامل ہوگی۔ خدا ان احباب کو جزا سے سیر دے۔ آمین ثم آمین

جول بیکر ٹری ندۃ القریش متر

409

توڑتے

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَجَعَلْنَا شِعْرًا قَبْلَ الْخَارِ وَأَنَّ الْكَلَامَ عِنْدَ الْبَيْتِ

میں نے یہ ایک لڑکی ایک مرد اور ایک عورت سے اور بقیے اور کہنے بنائے گئے کہ تم چھپانے جاؤ اور کہے کے نزدیک بڑا وہ ہو جو سنی ہے

ساداتِ قیصر کا قومی اصلاحی اوتاریجی

رسالہ و امر لستہ

بفرمان عالی نشان سلطان اعلیٰ حضرت تاجدارِ دکن خلد اللہ ملکہ ماہرین محروسہ نام جاری

ایڈیٹر

محمد علی رزوق صدیقی

۶۵ شمس ۱۹۳۰ء

قیمت سالانہ تین روپے

(تاریخ اشاعت بہ انگریزی مہینہ کی سترہ)

جلد ۱۴ نمبر ۴
۱/۱
۱۴

امیر

بیشم جزین یوم
سفر نعلی علی بن ابی طالب

بارگاہِ ایزدی میں

تمتوج خیز ہو یارب سمندر تیری رحمت کا
فضا کو گلشنِ عالم میں برقِ کفر و فتنان ہے
دقارِ ملتِ بیضا کے حامی اٹھ گئے جسے
فرزدان ہے صفحہٴ نون میں شیخِ مے کا فودی
حمد میں روحِ خالد بھی ٹرپ اٹھی ہی غیرت کے
کرم کو کیونکہ شہید اٹھو امیر المومنین ہی تو
میری آنکھوں میں شعلہٴ ناؤں و ہرقت بھرتے
میری آواز سے تجدید آہنگِ بلالی ہو ،

کہ دریا بہ رہا ہے میری آنکھوں کی ندامت کا
پتہ ملت انہیں کا شانہٴ نورِ صداقت کا
دریدہ ہے گریبانِ بزمِ ویراں میں شعلت کا
تسلط ہے ادھر مسجد پہ دیرانی کا ظلمت کا
تماشا دیکھ کر تیرے مسلمانوں کی ذلت کا
ترا مشنا ہے، مشنا حضرت احمد کی امت کا
میسے سینہ کو گہوارہ بنا دے جوشِ غیرت کا
مری کوشش سے دھنن ہو ستارہٴ بخت کا

مجھے زورِ علیؑ، ایمانِ فاروقی عطا کر دے

مجھے ڈوبی ہوئی کشتی کا یارب ناخدا کر دے

عبدالمجید اختر

شذرات

اس اثنا صفت میں کسی دوسری جگہ ایک تصنیف کی بنا پر "فیصلہ ثالثی" کے عنوان سے ایک فیصلہ شائع ہوا ہے۔
تفتیہ نامہ صبیحہ کے غیر مروجہ قسطل اور اس کی صداقت سزا کیفیت سے ناظرین الفریقین سوائے اس کے کہ جوائی مسئلہ
کی اشاعت میں "بہتان عظیم" کے تحت ایک سہم ہی صراحت ان کی نظر سے گزری ہو قطعی نامآشنا ہیں اور یہ فیصلہ جس کا اندراج
ہمارے لئے بوجہ ضروری اور داخل قرار دیا گیا ہے اپنے مطالب و معانی سے بس وقت بہرہ ور نہیں کر سکے گا۔ جب تک کہ اس
کے محل نزاع اور اصل وقوع پر ہلکی سی روشنی نہ ڈالی جائے، چنانچہ سطور ذیل تنبیہ لکھ دی گئی ہیں اور ہماری خیال میں
نبیہ حقیقت کے لئے یہی کافی ہو گئی، مینے،

منتشر اجزاء سے قرین کی غیر ازہ بندی اور ضروریات ذوی کی انجام دہی کے لئے چند درمندان توہم کی سعی و کوشش سے سلسلہ
میں ایک انجمن کا وجود قائم قدم سے عالم شہور میں آیا۔ واقعات کی سبک رفتاری سے حالات اگرچہ نامساعد رہے لیکن کام
جاری رہا۔ مسئلہ نمک کے درمیانی عرصہ میں انجمن مذکور کے درجہ صحت میں کمی انقلاب اور تاثر روانی میں کمی مد جز ہوئی
لیکن نام زندہ رکھنے کی کوششیں جاری و ساری رہیں۔ اگرچہ اس میں توئی مفاد کا پہلو بھی کبھی کبھی نکل آتا رہا۔

سلسلہ ۱۴ سے ایک نئے دور کا آغاز ہوا اور دفعہ ۱۵ سے ۱۶ تک ایسا فیروزہ ہوا کہ اتفاق کی بدولت اتفاق نے یسلی۔
عوام نے اتحاد پر لپٹ کر دی اور بغض و عناد کا فقرہ انگیز و دشمنی سے ہو گیا۔ اکثر مہربان بادل ناخوستہ سے ہر گئے اور
چند اس تفریق پر بغض و عناد کا ضل بچائے ہوئے کامیابی کا تصور بھونکنے لگے،

کامران مشائخ کی اس محضر جماعت نے جبر و تہدی کا سکھ دواں کر دیا۔ تفریق کی حد فاصل وسیع ہو گئی۔ محبت و مروت
اور اخوت و یکجہتی کی کڑیاں ٹوٹ گئیں، نفرت و عناد کی تفریق ہو گئی، انتقام کے نئے پلے لگے۔ توہم کو منظم کر نیا لے
خود منتشر و پراگندہ ہو گئے اور مقصود بالذات فوت ہو گیا۔ انا لیسرا ہا ہول!

سیبوں میں کینوں کی لگ لگ کر دین تین سال تک دھجی رہی۔ لیکن کبھی اسے اخوت و رواداری کے پانی سے ٹھنڈا کرنے
کی کوشش نہ کی گئی۔ آخر چنگاریاں چھوٹنے لگیں اور سلسلہ ۱۷ میں یہ لگ پڑے دور کے ساتھ مشتعل ہو گئی۔ "انجمن کا کچھ
انصرہ روپیہ" کی شکل میں رخصت نمبر و قرار خاکستر بنانے کے لئے ایک مسئلہ اٹھا اور جنس و برداشت کے خرم پر برقی آسا پہر گیا۔

منصور پور کی تحلیلی اور ناوۃ القریں کی حکیم جہاںی ایام میں ترتیب پانچ سو میں آج بھی کو فنا کرنے کے لئے ایک مقامی
بدیہ الشیعہ رسالہ کو آندہ کار بنا کر قلم کو جن کے بہتان عظیم کو مستہ کرنے کیلئے اس قدر بے بالائے آواز کر دیا گیا۔ کہ اسے اعتدال
پر لانے اور دیکھنے کیلئے درعدل و انصاف کہنگشاں نئی ضرورت لاحق ہوئی، نتیجہ یہ ہوا کہ مقدمہ بازی شروع ہو گئی اور یہی مقدمہ

انجمن کے خزانہ کا حساب اور غفلت کی وجہ سے بڑا نقصان

کابہ ثانیہ فیصد ہے جسے ثالث صاحبان کی قرار داد کے مطابق بغیر کسی حاشیہ لٹائی کے شائع کروا لیا ہے۔ فیصلہ ملاحظہ کرتے وقت جولائی کے تقریریں میں واقعات و حادثات کے تحت بہت بڑا عظیم بڑا جگہ ملحق رکھیے اور غور و خوض کے بعد صداقت کی ذمہ داری لے لیں،

عروج و ارتقاء اسباب و ذرائع کے بغیر اور اسباب و ذرائع کا حصول مستغنی سے و جبہ کے سوا اور یہ تنظیم کلیہ کے بغیر شروع بلکہ ناممکن قرار پا چکا ہے، قریش نے اپنے متنازع جزوی میں نزویات کلیہ کی پروا نہ کی تو شیرازہ کچھ لگیا۔ شرارت قوی و غلبہ نسبی اور عرب ذاتی خاک میں مل گئی اور غیا نے پچھڑا شمشیر نکال دیا۔ روندے گئے پریشانی و ابتلا کا دور شروع ہوا اور پھر اٹھنے اور ترقی کی راہ پر قدم بڑھانے کے قابل نہ رہے، اقوام عالم کی سامعی حید پر غرور اور اپنی حالت کو دیکھ کر کوئی قوم آج اس نیکی اور بے بسی میں نہ پائی جا سکتی جس میں سر قریش ہے، خدا نخواستہ اگر حید سے اور ہی تخلص و تلبس سے کام لیا جاتا تو اس بات کا اندازہ کرنا بہت دشوار ہے کہ مستقبل قریب میں کیا حالت ہوتی۔ خدا کا مشکوک ہے کہ پیر ہی بروقت احساس زیاں ہوا، غلط نسب رسول "قاضی نظیر حسین صاحب ذوقی نے مرصعیت کے اعلیٰ باطلہ کی تلمذ و ترویج سے ایک عظیم الشان قومی مذمت انجام دینے کے ساتھ ساتھ قوم میں بیماری کی درجہ پہنکادی۔ مولانا مسعود فزاد احمد صاحب عباسی نے "ذود القریں" کے قیام مستقبل میں قابل ہر ستائش جرات و ثبات قدسی سے کام لیکر دو امدان قوم کے حوصلے بڑھائے، بعد اللہ کہ اس طریق سے سخت و بوسہ کا دور ختم ہوا۔ قوم کا مرکز قائم ہو گیا اور وہ اجزائے منتشرہ کو منکب کجاکت میں منکب کر نیچے لے سکی، موزوں میں لا رہا ہے۔ اس مرکز یعنی "ذود القریں" کا صدر مقام امرتسر قرار پا چکا ہے۔ قوم کے قابل غرور ہندو نوجوان سر شیر احمد شتیلی لی۔ اسے اس کے انیری جرنل سکڑی اور حکیم شہاب الدین میر بلان و مشر محمد طیفیل دیو بنو انگلش کٹرک مداد سکڑی ہیں۔ کام نہاں ترفیع طریق پر چل رہا ہے۔ قوم کی طرف سے حوصلہ افزائی ہو رہی ہے۔ مہراں کی فہرست میں رئیس، تاجر، اسی۔ اسے بھی۔ بیرشر۔ وکیل۔ تحصیلدار اینڈ ہولڈر۔ خطاب یافتہ، اور حکیم و ذاکر صاحبان کے اسمائے گرامی دیکھ کر مذہ کے غرض اندہ مستقبل پر بے ساختہ کھدینا پڑتا ہے، کہ سال دو سال میں یہ پورہ سرسبز و شاداب ہو کر قریش میں لائے گا اور قوم کی تمام داماد لگیاں دور کرتے کا موجب ہو گا اور یہ معلوم کر کے کہ سال آئندہ کے اجناس عام کی صورت ایک دو آئندہ رہ مسقام کے مذہ دل فریبی حضرات کی طرف سے موصول ہوئی ہو "ذود" کی کامیابی کا یقین ہو جائے اور بلا ناخال کیا جا سکتا ہے کہ قوم کوئی کھنڈیت قومی مرکز کی ضرورت نہیں ہو "ذود" تقریریں نے پوری کر دی۔ اب تو ہجرات قصہ بھی بکار میں لیا، اگر آپ ایک اس کے ممبر ہیں ہوئے تو اب توجہ فرمائیے اور برادری کے اصلاحی امور میں حصہ لیکر کارپردازان "ذود" کے حوصلے بڑھائیے۔ و باشرعہ توفیق !

مرصعیت کے کھنڈات میں شوق قریشیت کی آگ بھڑک رہی ہے اور کہیں کہیں سے ہنوز وہاں ابھ رہا ہے۔ ممکن ہے کہ

سلسلے کے اوائل میں جبکہ مردم شماری کا کام شروع ہو رہا تھا، ایک ایسے لوگ کی کمی جلنے کے لئے کوئی کوشش کریں۔ چونکہ صوبہ پنجاب کے حاکم اعلیٰ کی طرف سے انہیں سامان اور داغ اختیار میں جواب دہ بنائے گئے تھے، لہذا انہیں ان کے تہذیبی و تمدنی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے وہ اس موقع سے ناجائز فائدہ اٹھانے لگے، اپنے آپ کو تریبھی کہلاتے ہیں۔ ابتدا میں قاضی حضرت کا فرم ہے کہ وہ اس بات کا خیال نہیں کریں کہ ان کے علاقہ میں کہاں کہاں کے اور کون کون سے مراہی اپنے آپ کو قاضی شہید کہتے ہیں۔ تاکہ ان کے متعلق کوئی خاص کوشش میں نہ لائی جائے۔ "مذہب القریض" کی طرف سے حکومت پنجاب کی خدمت میں ایک یادداشت درذموشن کی صورت میں پیش کر دی گئی ہے کہ وہ اضلاع پنجاب کے قاضی کشتران کو بندہ سرکار محبت کر دے کہ وہ اپنے ضلع کے افسران سفینہ مردم شماری کو مطلع کر دیں۔ کہ وقت مردم شماری اور راج قومیت میں خاص امتیاز نہ رکھیں اور کھیل کو قاضی نہ کہیں۔ جس امید ہے کہ حکومت پنجاب ہماری اس واجبی درخواست کو مدد و اعانتا سمجھ کر اس پر مناسب کارروائی کر کے قوم قریض کو شکرگزار کی کامیابی دے گی،

ہم نے کوئی کالٹس میں مروتا آزاد بھی شامل ہیں اور مسٹر ظفر علی خاں بھی، مروتا عطا اور شاہ بخاری بھی شریک جدوجہد ہیں اور نقصان احمد شہزادی بھی، مفتی کفایت احمد بھی تماش سراج میں سرگراں ہیں اور ڈاکٹر انصاری بھی، لیکن انہی قدر رقت یہ ہے کہ گفتگوئے صلح کے وقت انہیں قطعی عفو و معطل سمجھا گیا۔ انہیں خالی الذہن تصور کر کے ان کی رائے کی بالکل پروا نہ لی گئی، عقدہ کشائی کے قابل صرف پنڈتوں کے ہاتھ نہ سیری موزوں تر سمجھے گئے اور اس، اگر یہ کیفیت ہے اور ان مسلمانوں کی کالٹس کی بارگاہ میں یہی حیثیت ہے تو ارباب یہ مسلمانوں کے غائبانہ کھیلنے کے مستحق نہیں۔ اور ہیں ان مسلمانوں کی محنت پر افسوس ہے،

ہندو کالٹس قوم پرند اور قومی حقوق کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیے کو تیار ہیں۔ لیکن یہ بھلے لوگ ملے دو پنج اور حصہ داتے کہ بندے ہیں۔ کالٹس ساحروں نے روپیہ جادوگری سے انکی زبانیں گنگا کر دی ہیں، ان کے دلوں پر جیسی کاسٹرز پڑے دیئے اور جس قیمت پر وہ ہاتھ اٹے خرید لئے گئے ہیں، یہ بات اب پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ مروتا آزاد وہ ہندو ظفر علی خان پانڈ اور علی بارہ صرف چھاپاں روپے بامداد کالٹس کے ہاتھ بک چکے ہیں اور انکا قوم کے نفع و نقصان پر غور کرنا اور داغ بن ہوجا ہے۔ کیا مسلمانوں کو انہی غائبانہ اور دھبوں پر قریض ہے کہ وہ ان کا حق نیابت اور اس گمے اور کڑے وقت کام آئیں گے، ان کا قریض بار الی الی بیکار،

واقعات ائمہ پر غور کرنا والے دماغ اور حالات پیش آمدہ پر مہولہ نظر ڈالنے والی آنکھیں، باخوف تر وہ کہہ رہی ہیں کہ کالٹس کا وجود مسلمانوں کے لئے ایک سراب ایک دھوکہ ایک ہڈی ہائے بے در مان ہے، سادہ لوح مسلمان ان حیلہ گردوں کی کچھنی چٹری بانوں میں آکر تھیں اپنی زندگی تباہ و برباد کر رہے ہیں اور وہ گھنری کی واہ وادہ بکے لئے جلیوں میں جا پائسندہ کر کے اپنی اور اپنے بال بچوں

کی پرتیابی کا موجب ہو رہے ہیں، انہیں ان حالات سے سبق لینا چاہیے اور موقع ہے کہ وہ عقل و خرد سے کام لیکر اپنی غلط روش کی تصحیح کریں، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے فتنہ قدم چلنے کی کوشش نہ کریں جو ذاتی اغراض کے لئے ملت زدستی کر رہے ہیں، خدا ہدایت دے گا۔

فیصلہ ثالثی "کے مطالعہ کے بعد حکیم شہاب الدین صاحب سابق سکریٹری مستقبلہ کیسٹی انجمن تریشیان کا رجسٹرڈ نوٹس جو ذیل میں درج کیا جا رہا ہے بھی ملاحظہ کے قابل ہے، فیصلہ مذکور کے تیسرے روز ہی بد یہ نوٹس میں موصول ہو گیا تھا، سراسر اس پر ہم اپنی طرف سے کسی کی سریشی کی ضرورت نہیں سمجھتے،

گجراتیہ جناب قریبی محمد علی صاحب رونق دیر رسالہ انفرنس امرتسر، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فردی مسئلہ ۶ میں مبلغ پچاس روپے جو میں نے مستقبلہ کیسٹی میں خرچ کر نیکے لئے حاصل کئے تھے، آپ کے پاس بد امانت رکھے۔ جن میں سے چیس روپے ایک آٹھ آپ سے واپس لیکر خرچ کر لئے، اور ایک آٹھ جو میں روپے آج تک آپ کے پاس بطور امانت جمع ہیں پیسہ ۲۳ کو آپ کے معتمد بنام تاحی عنایت علی صاحب میں نشان میں نے فیصلہ کیلئے کہ وہ ایک آٹھ جو میں روپے انجمن تریشیان ہند میں داخل کرو، چونکہ یہ رقم میری بد امانت آپ کے پاس ہے اس کی وصولی کا حق سوائے میرے کسی کو نہیں اس لئے بذریعہ نوٹس ہذا مطلع کرتا ہوں کہ یہ رقم انجمن تریشیان ہند کو ادا نہ کریں ورنہ مجھے بذریعہ عدالت چارہ جوئی کرنی ہوگی۔ (دو خط، حکیم شہاب الدین، امرتسر، ۲۶ اگست مسئلہ)

"زمیندار" کے نکالات "اور انقلاب" کے افکار و حوادث "میں کبھی کبھی جدید اشیاء و سادوں اور پیروں کے متعلق کچھ ایسے حالات و کوائف کا انکشاف ہوتا ہے کہ پڑھ کر حیرت ہوتی ہے اور یقین نہیں آتا کہ مودیت کے بہروپ میں اس قسم کی کبیلیں کبھی جاتی ہوں۔ لیکن میں یہ دیکھ کر کہ ریشیہ دراز حضرت پر جب سے مودیت کا رنگ چڑھا ہے حق اعباد کے پیچھے وہ لاشی لئے پڑ رہا ہے، آجکی باگاہ میں بیٹھے کئے بہروپوں کو اعزاز و اقارب پر فوٹ اور غاشیہ برادران کو شریف البیع والدین پر نفیلت حاصل ہے، لیکن حریان باصفا کے حلقہ میں جب شان الہیت سے براجمان ہوتے ہیں تو آجکی ہندو نہضت اور غلط و گلام سونا صنادید و ہر عالمان زمانہ لرزہ بر اندام ہوتے ہیں، اور جب مراقبہ میں بیٹھے ہیں تو جاہ و ناز و تارک ہو جاتا ہے اور دانائے بیع پناہ ملگئے ہیں خیرے اپنے دس و خدیس کا شغل بھی کر رہا ہے اس لئے سنا گراؤں رشید کا سلسلہ بھی مستحکم ہے۔ مولوی صاحب خود بیاں نفیلت کے معدن میں رہے ہیں، انہیں اسوہ حسنہ کو چہن نظر رکھتے ہوئے تسلیم اسلام کے تحت پہلے اپنے حالات کی اصلاح پر متوجہ ہونا چاہیے، اسید ہے کہ تفصیلی تذکرہ کی ضرورت میں نہ آئیگی،

حبیب و نبی از خدا غافل بدن
نے عاشق و نقرہ و فرزند وزن

قوت بازو

شوئے نقد پر سے میں پاؤں غم میں گر پڑا
بے کسی سے تنگ اگر مائل یا راں ہوا
شرسار و حجاب تھے دور آشنا سے تھے وہاں
ناگہاں ان سے نہ ہوں میں سیم و زر کا خوشگام
اور جو شکوہ بخی و شستہ دل سے ہوا
اں مگر اس حجب میں مفت سرگراں ہوا
دے رہے تھے مشورہ لیکن بدول میں تیار ہیں
یہ غفلت ان کے دل میں آ رہا تھا بار بار

میں نے تب سوچا کہ ان کی جو جگہ پر رہی کیا
چوہا نماخوار ہے اور جو مرا تیسرا دار
اعتماد ان کے سام پر نہ کرنا چاہیے
اعتقاد اب سے کہو گنگا صرف اللہ پر میں
خود مرے چہلو میں ہے ایک ماسنس اور آشنا
چارہ گر ہے جو مرا اور جو رفیق جاں نثار
جگہ پر تعمیر ہرگز نگہ نہ کرنا چاہیے
اعتماد اب سے کرو گنگا "قوت بازو" یہ میں

اس ارادے میں بنایا اپنے کو جب استقامت
از سر نو بہت مرحوم زندہ ہو گئی
جب مری روحنی ہوئی تقدیر مجھ سے مل گئی
خود غرض احباب کی محفل میں آمد ہو گئی
تب ہوا مجھ پر نازل رحمت پر دو دکھار
جنگی تدبیر کی تقدیر روحنی ہی رہی
تب مری ناگفتہ بہ حالت بھی بہتر ہو گئی
دوست کچھ ایسے بھی آئے جو نہ تھے کبھی
آپ جیسے دوستوں کا اب نہیں محتاج میں
یہ سلامت ہے تو دنیا میں مجھے کیا چاہیے
جسم کا پی ہے مدد کو قوت بازو" مجھے

دوست وہ ہے جسکو ہر دم دوستی کا پاس ہو
قوت بازو سے باندھے بڑھ کر کوئی نیت نہیں
شادماں ہو دوست اس کا یا اسیر یاں ہو
یہ ہے وہ گوہر کہ جس کی کوئی نیت ہی نہیں

ختم ندوی

ترجمہ "گنگا دات پٹ" از کوہر

نازک اندامان کالج سے

مرحبا اے نازک اندامان کالج مرحبا
ناز سے نیچی نکلا ہیں چال اٹھلائی ہوئی
سینٹ کی خوشبو میں روح ناز پر توڑے ہوئے
کر زنی چہروں پہ زن بننے کے ارماں بے قرار
شوق کسکن کا کلائی پر گہری بانڈ ہے ہوئے
اے میں قرباں دن میں نکلے گے اسی انداز سے
سینہ گینی میں ہے جس کی دھمک سے غلٹار
کیا تمہارے پاؤں کے نیچے زمیں ہتی نہیں؟
زندگی ان کی دوا ہے اور میت کے لئے،

مانگ لی سوائیت سے تم نے ہر شیریں ادا
جنگ سر پر اور یہ محبوبیت چھائی ہوئی
اکھڑیوں میں عشوہ ترکانہ رکھوئے ہوئے
خال و خد سے جذباتے صنف نازک انگار
ناز کی مقتضی پستلی چھڑی بانڈ سے ہوئے
پاؤں رکبتے جو دم گلشت کس کس ناز سے
دیر سے توپوں کے منہ کھولے ہوئے ہے روزگار
شغل زینت سے مگر فرصت نہیں ملتی نہیں
جن کے سینے تنگ ہیں مردانہ سیرت کے لئے

جس کے ماتھوں میں ہو طوفانی عمت صحر کی لگام
گردنیں مسہر کن حوادث کی جبکاتے کے لئے
بحر کی بھری ہوئی موجوں سے ڈٹنے کیلئے
جو جہلاں ابرو بانڈاں کا اڑاتا ہو مذاق
رزم کے شغلوں میں کج کرتا ہو ماتھے پر گلاہ
مسکاتا ہو گر جتے بادلوں کے سناٹے
بکھیلے ہوں جس کے پہلو سرخ انگاروں کیساتھ
آئینوں میں اے عرصہ حاضر کے جوانان غیور،

مرد کہتے ہیں اے اے مانگ چوٹی کے غلام
مرد کی تخلیق ہے زور آزمائی کے لئے
مرد ہے سیلاب کے اندر اکرٹنے کے لئے
مرد کہتے ہیں اے اے بند گاہن طمطوران
جنگ میں ہو بانچن جس کی شجاعت کا گواہ
دوڑتا ہو شعلہ خ بجبلی کا دامن سٹھانے
مضحکہ کرتا ہو غوں آشام تنواروں کی ہتہ
تم مگر اس زندگی کے کھیل سے رہتے ہو دور

ایمان ! تسلیم ناقص کا اجل پروردگار
خوف سے گھونٹا نہ ہو جائے کہیں ہندستان
تم کو اس بہرہ پئے پن سے حجاب آتا نہیں

ہے تمہارا ارتقا پروردگار سعی زوال
یوں تمہارے منہ کے اندر ہے فرنگی کی زبان
یہ لباس مغربی جلوں کو چمکا تا نہیں،

حبیب میں کوئی نہیں اور اس قدشان مشکو
یہ بھی کوئی زندگی ہے علم کی ماری زندگی
یہ بھی کوئی زندگی ہے بے نظام و بے اساس
اے یگانہ احبام و آفتاب حیات
اہل عالم کی نظر میں محترم ہونا نہیں
سیف کا دامن تو ہے اک عمر سے چھوٹا ہوا
اور تسم ہے اک سودہ بھی خیر سے ڈٹا ہوا
عزم تیرا اک کے سانچے میں جب ڈھلایا
طوبی محکوی کا لونا خود بخود گل جائے گا

جوش ملیح آبادی

(کامیابی)

جوش مجاہدانہ

(از قلم جناب میاں محمد حسن صاحب تعلیمی بی۔ اے سینٹرل کٹر لاپٹا)

اے غازیو! حصارِ مقابل کو سر کرو
صف بندی حریف کو زیر و زبر کرو
آلودہ زنگ سے نہیں خنجر ہوا ابھی
کہہ دو یہ دشمنوں سے کہ ہم سے ہڈی کرو
مردانگی کی دھاک بٹھا دو غنیم پر
قتربانی نفوس سے حاصل ظفر کرو
پوشیدہ میں جو خنجر خدائے تکاف میں
جو مردہ کارزار میں اب جلوہ گر کرو

شکر میں جن کے ہے علم سرکش بلند

ان شہرہ پشتوں کو تیر تیغ و تبر کرو

خلیفہ صدارت اور پچھونم فردی مضامین کی وجہ سے اس شامت میں گلدستہ نہیں، معصوم
قیدی اور دیگر مضامین شائع نہیں ہو سکے، اعجاب معذرت کہیں، انجیر

اعتدال

ابو مسلم خراسانی

لیکن یہ تلخ حقیقت نہیں بھولی کہ، ہوسم کو اس جانفشانی کا پورے صلہ ملا وہ یہ تھا کہ غلامانِ عباسی بھی کہیں ایک غلام نہ بنے۔
اسے نقل کروا۔

دعوتِ عباسیہ اور اسلام کو اپنے مافوق کو درشناس کرانے کے قیاس میں مناسب سمجھتے ہیں کہ "دعوتِ عباسیہ" گمراہی تھی جسے "اسلام" نے دور کیا۔

تایید سے دلچسپی رکھنے والے انتخاب پر یہ بات پوشیدہ نہ ہوگی کہ خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ کے انتقال کے بعد مسندِ نبیؐ میں تقسیم ہو گئے تھے اور ہر فرقہ کسی بڑے صحابی کے زیر اثر ہو کر دو سو سال کو بھی اپنا اجماع بنالیا کرتے رہے۔ اگرچہ یہ مختلف فرقے درجے درجے میں تقسیم ہو گئے۔ ایک گروہ حضرت علیؓ کو خلافت کا مستحق خیال کرتا اور دوسرا جلیل سادات کو۔ اہم ذمہ داری کا اہل تصور کرتا ہر گروہ میں متعدد با اثر اور ذمہ دار صحابہ شامل تھے۔

لیکن آخر میں امیر معاویہ اپنی حکمت علی اور سیاسی تدبیر سے کامیاب ثابت ہوئے اور تمام ممالک پرانے و قدیمہ عربیہ میں بعد اسلامی حکومت مستوراترآن کے خاندان میں منتقل ہوتی رہی۔ یہ خاندان بنی امیہ کے نام سے مشہور ہے۔

لیکن ہم لوگ حضرت علیؓ کے ہوا خواہ تھے اور ان سے بہت کچھ سیکھے وہ اس کے باوجود ہمیشہ اپنی بیعت کی طرف اشارہ کرتے رہے۔ اور حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کو مستحق خلافت سمجھتے اور ان کے لئے جد و جہد کرتے رہے۔ بار بار ان کا کہنا تھا کہ حضرت علیؓ کی بیعت کے بعد جب جن صاحبینؓ نے علیہم السلام اور اس خاندان کے دو سرور و حضرت کے اہل بیت کے بعد ریختے ہیں ان کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ امامؓ کے نام سے مشہور ہے۔ ہر لوگ عام طور سے شیخہ کہلاتے تھے اور آج بھی اس لقب سے ان کے حکام اور اسی نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔

بعد میں شیعوں کے بھی عقیدہ زستے ہو گئے۔ ایک فرقہ کیسائیہ "نامی تھا جو حضرت محمد ابن حنفیہؑ کو سختی خلاف سمجھتا تھا۔ آپ حضرت علیؑ کے صاحبزادہ تھے اور آپ کی والدہ بنت جعفر قسیدہ حنفیہ" میں سے تھیں۔ جب حضرت محمد ابن حنفیہ کا انتقال ہو گیا تو فرقہ کیسائیہ نے ان کے صاحبزادے ابو ہاشم عبدالمد کے اہل بیت پر رعیت کر لی۔ تاریخ میں وہ زیادہ تر اپنی کنیت کے ساتھ مشہور ہیں۔ لہذا فرقہ کیسائیہ اس زمانہ میں شیعوں کا سب سے زبردست لشکر سمجھا جاتا تھا،

شیعوں کا ایک فرقہ "فرقہ رادندیہ" کے نام سے مشہور تھا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے چچا حضرت عباسؑ کو منصب ہونے کے سبب سے سختی خلاف تھی، ان کے استدلال کی بنیاد یہ آیت تھی "اداولاہم بضمہم ادلی بطن" ان کا یہ بھی خیال تھا۔ کہ چونکہ حضرت عباسؑ کو ان کا بائز حق نہیں ملا اس لئے خدا نے ان کے خاندان میں امارت و خلافت قائم فرمائی لیکن اس کے ساتھ ہی وہ لوگ حضرت علیؑ کی بیعت کو بھی جائز تصور کرتے تھے۔ کیونکہ حضرت عباسؑ نے آپؐ سے فرمایا تھا کہ اسے نتیجہ کیا میں تبار سے اہل بیت کروں، پھر کوئی مخالفت نہیں کر سکے گا۔ (درمکافال) ان کی رائے میں یہ جملہ کہہ کر حضرت عباسؑ نے اپنا حق خلافت حضرت علیؑ کو مہر کر دیا تھا اور جو شخص کوئی چیز کسی کو مہر کر دے، پھر وہ اس کے پسماندہ گاں و درنا اس کو وہیں نہیں لے سکتے،

سیدنا ابن عبدالملک کے زمانہ (۹۶۵، ۹۹۰ء) میں ابو ہاشم ابن محمد ابن حنفیہ ملک شام میں سفر کر رہے تھے راستہ میں اتفاق سے پیار ہو گئے اور ضلع بلقا کے ایک موضع میں محمد ابن علی ابن عبدالمد ابن عباسؑ کے مکان پر قیام کیا۔ حرم میں ناپاتی ہوئی گئی۔ یہاں تک کہ وہیں ان کا انتقال ہو گیا۔ انتقال کی وقت انہوں نے وصیت کی کہ ان کے بعد ان کے میزبان محمد ابن علی امام مجتہد عراق اور خراسان میں ابو ہاشم کے کثرت سے معتقدین تھے۔ جب انہیں اطلاع ہوئی کہ آپؑ نے محمد ابن علیؑ کے حق میں وصیت فرمائی ہے تو وہ لوگ محمد ابن علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حنفیہ بیعت کر لی۔ اب محمد ابن علیؑ نے حصول بیعت کے لئے اطراف ملک میں اپنے داعی روانہ کئے۔ یہ دانتہ سنہ ۱۰۰۰ء کا ہے تمام خراسان نے اس دعوت کو قبول کیا اور بکثرت اشخاص ان کے ہوا خواہوں میں شریک ہو گئے اس زمانہ میں خلیفہ عمر ابن عبدالعزیز دمشق کے حکمران تھے۔ محمد ابن علیؑ نے ایک باضابطہ نظام کے ماتحت بکثرت داعی اور نقیب مقرر کر کے تمام ملک میں ان کا جال پھیلا دیا :-

لیکن مسئلہ یہ کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے تین لڑکے تھے ابراہیم، ابو العباس (سفاح) اور منصور، انہوں نے ابراہیم کے حق میں وصیت کی چنانچہ ان کے انتقال کے بعد ابراہیم سے لوگوں نے بیعت کی اور ان کو امام کا لقب دیا گیا۔ ان کے بعد امامت سفاح کی منتقل ہوئی، جیسا آئندہ ذکر کیا جائے گا۔

یادداشت :- الفرسیش کی تاریخ اشاعت ہر انگریزی مہینے کی سرور ۱۱۱۱، معرب ہے، احباب نوٹ کریں، اور اس تاریخ سے قبل دم رسمی کی شکایت نہ کیا کریں، میخیر،

خاتونِ جنت کا ہمیر

عَنْ جگر جناب رسالتِ مآب کی
فرمایا جن کو بضعتہ منیٰ وہ فاطمہؑ
پڑھنا سلام نام پڑھنے کے ہے فرض عین
وہ سیدہ زینہؑ سحر یا نِ خلد
معلوم ہے کہ عقدہ واجب علی کے تھے

جن پر یامن دہر کی سب نگہیں نثار
ایمان کا باغ جن کی تولا سے آبیار
قدموں کی خاک سرمہ جرسیم افتخار
ہو گی شفیقہ جنکی طلب روز گیر دار
کیا کیا ملا عطیہؑ محبوب کردگار

خرے کی چہال سے بُنی اک چار پائی تھی
اک ریش خرم سے بہرا چرخے کا بستر
چرخے کا ایک تکیہ بنا جس پر ہی چہال
دو چادریں کائی تھیں سوسی کی طرح کی
دو بازو بند چاندی کے تھیں دو ہنایاں
کسی بھی ایک دی تھی رسولؐ والد نے
مٹی کے دو گہرے تھانے پانی کی ایک مشک
اتنی بھی چیزیں تھیں کہ نہ تھیں اختلاف
سب سے عزیز تھیں یہ حبیب اللہ کو
مٹی کے ہسکے تھے تھی انہیں یم دزد کے ہمیر
کچھ بھی تکلفات کی پر دانہ ہتی انہیں
تعداد ہر چار سو شفاں بضعتہ منیٰ

سوئے کا تخت تھا نہ سہری تھی شاہو
پایا تھا بہرا راحت بریل دہر نہار
بیلیں تھیں کچھ نہ کچھ لکے آباد
اک چکی اک پیالہ بنا گدے عد میں چار
ان میں بہری تھی چہال روئی تھی نہ ریشہ
نر تلی تھا غرض ہنشاہ روزگار
کچھ چیزیں اور جنکی تھی قیمت بہ اخفتا
نکمن ہے اس سوزہ کے رہا ہو کچھ خفتار
نازاں ہے انکی ذات پر کونین کی دیوار
تھا خار زار انکے لئے عیش روزگار
محبوب تھی محبت محبوب کردگار
مینی تھی اسپہ سرد عالم کو ناگوار

محبت دل رسولؐ کی مسود بیٹیاں
دو گو خدا کے واسطے سوچ تو ہمہ دنا

کیا دیکھ بھی سکیگی کبھی چشم روزگار
کیا منہ دکھا دے انہیں تم روز گیر دار

پوچھیں گے جب حضور کرے میرے امتیٰی
میرے شمار سے نہیں کس اسطے بنا عار
اسرار بنا خدا کو بھی بھلو ہی ناپسند
کرتے تھے تم اسی پر مگر زندگی شمار
کیا میری خاطر سے وہ اچھی نہیں میناں
کرتے تھے مفلسی میں ہی تم جن پر ز شمار
برباد ہے اہل سے ہونے تھے آپ تم
اسپر تے شکوہ پنج ستم لگے روزگار
میرا شمار چھوڑ کے گمراہ ہو گئے
دگاہ میں خدا کی کیا بھسہ کو شمار

اگرچہ ہم دم کرے غص اور عیش
دوڑوں کام سے بس یہ تقاضا ہے ابد
ہو جائیں امتیاء محمد پر شفقت
اسی خدا کی بنام میں ابا نہیں استوا
دارین کی سلامتیاں ہیں ہی میں
بیشرا بغیر فضل البلی نہ ہوگا پار

انفصال از روی کی نہیں ہمہ انتہا
پایا وہ ہمسراں جو ہے محبوب کروگار
مطلبائے تازہ تازہ درود و سلام کے
بروم برکان نام محمد پر ہوں شمار
دے ان کے ابلع کی توفیق اسے خدا
محشر میں ان کے آگے نہ گمراہ کو شمار

الحکیم علیہ السلام

۱۔ انسان اور سون کچھ نہت کیلئے ہی نہ بن کر دوسری اس کچھ نہت میں ۲۔ اسوقت دنیا کو جس بات کے سمجھنے کی ضرورت ہے یہ ہے کہ غیر محسوس طریقہ ترقی فنا ہو چکا اب ایک محسوس طریقہ کی ضرورت ہے ۳۔ اکثر اوقات انسان خیال کرتا ہے کہ ابتدائی ایمان اب تک مجھ میں موجود ہے حالانکہ اس کا ایک قدم بھی باقی نہیں رہتا۔ ۴۔ ایمان زندگی کی طاقت ہے ایمان کا اصل کام یہ ہے کہ وہ زندگی کی ہر حقیقت کو بتائے جس کو موت کی حقیقت نہیں ڈال کر سکتی ۵۔ اگر انسان کمال حاصل کر لیتی ہو کوشش کرے تو اسے کبھی دکا نہیں پیش نہیں آسکتی، میرزا خیال ہے کہ حیات بعد الموت بھی انسان حصول کمال کی کوشش کرتا رہے گا۔ شخصی حصول کمال کی کوشش میں زندگی کی تمام حقیقت اور خوشی پہناں ہے ۶۔ روحانی زندگی کے لوازم میں عطا کئے گئے ہیں اس کے بعد ہم کو اختیار دیا گیا ہے کہ ان کو جبراً پاؤں استعمال کریں ۷۔ اس سے زیادہ سرت رساں اور کوئی تعلیم نہیں ہو سکتی کہ انسان اپنی کوشش سے درجہ کمال تک نہیں پہنچ سکتا۔ ۸۔ حقیقت کوشش کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے معلوم نہیں ہو سکتی سب سے ارفع و اعلیٰ اور محجبات جسکو انسان دیکھ سکتا اور جبراً کر سکتا ہے وہی

علوم قدیمہ کی تلاش

علامہ قطبی نے "تاریخ الحکما" میں ارسطو کی سرانجامی من میں اجیا قطعہ کا ایک عجیب و غریب واقعہ نقل کیا ہے وہ لکھتا ہے،
 محمد بن اسحق الذہبی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ماموں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص سرخ و سفید جس کی چٹائی چوڑی ہو، دونوں
 ابرو ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں، سر گنجا ہے، آنکھیں دور لگی ہیں اپنے تخت پر بیٹھا ہے اور میں گویا اس کے سامنے کھڑا ہوں اور اس کی ہریت
 مجھ پر چھائی ہوئی ہے، چنانچہ میں نے اس سے کہا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں "ارسطو" ہوں، میں یہ سن کر خوش
 ہوا اور میں نے کہا کہ اے حکیم میں تجھ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں اس نے جواب دیا پوچھ! میں نے کہا، اچھا کیا ہے؟ اس
 نے جواب دیا عقل! میں نے کہا اور؟ اس نے کہا "شرع" میں نے کہا "اور؟" اس نے کہا "اور کچھ نہیں! میں نے کہا کچھ اور
 بتا اس نے کہا "....." قہر پر قائم رہو، چنانچہ ماموں نے خواب سے بیدار ہوئے ہی ارسطو تالیس کی کتابیں تلاش
 کرائی سترہ سو کرویں، لیکن اسلامی ممالک میں ان کا کہیں پتہ نہ ملا۔ اس سختی کے علاوہ ایک شخص کا بیان ہے کہ ماموں نے
 شاہ یونان سے خط و کتابت کی اور ارسطو کی کتابیں اس سے منگوئیں اس نے بھی کتابیں تلاش کرائیں لیکن اس کے ملک میں بھی
 ان کا پتہ نہ چلا اس کو بیت انیس ہوا اور کہنے لگا کہ مسلمانوں کا بادشاہ یونانی اسلاف کے علم کو مجھ سے طلب کر رہا ہے۔ لیکن
 مجھے کہیں نہیں ملتا ہے۔ اب میرے لئے کیا حکم ہے؟ اندکس یونانی قوم کی مسلمانوں کی نفوذ میں کیا وقت رہی۔ چنانچہ
 اس نے جبر شریعہ کو دی کہ فلسطینیہ کے ایک گرجے کے راب نے اکر کہا کہ جو کچھ تو جانتا ہے میں اسے جانتا ہوں بادشاہ
 نے کہا بتا چنانچہ اس نے کہا کہ فلاں جگہ پر ایک مکان ہے جس میں ہر بادشاہ تمام حکومت ہاتھ میں لیتے وقت تفضل لگا دیا کرتا ہے
 بادشاہ اسے کہا کیا یہ وہی جگہ ہے جس کھیتوں لوگوں کا بیان ہے کہ اس میں اگلے بادشاہوں کا مال ہے..... راب نے
 کہا کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ وہاں ایک مندر ہے جہاں یونانی لوگ قبل اشاعت مسیح پوجا پاٹ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ جے قطیفی
 ابن آنہ کے عہد میں یہاں مذہب مسیحی نے جڑ پکڑ لی تو لوگوں کے پاس سے فلسفہ کی کتابیں لے کر جمع کی گئیں اور اس گھر میں
 مقفل کر دی گئیں، اس وقت سے برابر بادشاہ قفل ڈالتے چلے آتے ہیں جیسا کہ تھے ابھی سنا۔ بادشاہ نے حکومت کے سرکردہ
 لوگوں کو بلایا اور یہ دفعہ ان کو بتا کر ان سے مشورہ کیا کہ آیا مکان کھول دیا جائے، چنانچہ انہوں نے رائے دی۔ اس کے بعد
 راب سے بادشاہ نے دریافت کیا کہ وہ کتابیں اگر مل گئیں تو کیا ممالک اسلامیہ کو بھیج دی جائیں۔ کیا دنیاوی اعتبار
 سے کوئی فخر اور آخرت کے اعتبار سے کوئی گناہ تو نہیں؟ راب نے کہا کہ ان کے بھیج دیں میں تجھے قراب ہو گا کیونکہ
 جس قوم میں یہ فن گستاخ کی جیاد تک اس نے ملاد دی۔ چنانچہ بادشاہ واپس گیا اور مکان کھول کر دیکھا تو جو کچھ راب
 نے بیان کیا تھا وہ بالکل ٹھیک ہوا۔ بے انتہا اس میں اس میں اس قدر فتنہ ایک طرف سے لے دیکھ رہا تھا۔

یہاں پر اس نے بتایا ہے کہ اس نے جو کتابیں لے کر آئے تھیں ان میں سے ایک کتاب تھی جس کا نام "ارسطو" تھا۔

برادرانِ قریش

قریش میں حیثیت انھوں نے ترقی کی، اور میں اقوامِ عالم سے اس قدر پیامندہ ہے کہ جہاں وہ جہانیاں کا مرکزِ انگشت نمائی اس کے سوا کوئی دوسری قوم نہیں، کبھی "ان اس تسبیح" لغز میں فی الخیر وائشہ کا امتیازی غراس کے شایانِ شان تھا۔ اور اب یہ ہے کہ ماہِ نورِ دہانِ بادِ فضلات میں یہ سب سے پیش پیش ہے، دنیا کی تمام خوشستیں اور زمانہ کی تمام مصیبتیں اس کے لئے وقف ہیں، ذلت کا گناہی ہے اور یہ، لادریب کوئی قوم اس وقت تک اپنا وقار قائم رکھنے اور عزت کی زندگی بسر کرنے کے قابل نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ اس کے لئے متحدہ سعی و جہد اور متفقہ کوششیں عمل میں نہ لائے۔ ابنائے آدم اصلاح و ارتقاء کے لئے پیدا ہوئے اور اگر قریش و آداسے تنگ آکر اپنے اپنے قبائل کی شیرازہ بندی کے لئے انتہائی ماسعی عمل میں لادریب ہیں، دنیا چھان مار کوئی قوم کوئی گروہ اور کوئی ذلہ ایسا نظر نہ آئیگا جو صلائی سرگرمیوں میں مشغول و مہمک نہ ہو اور زمانہ کے حالات ایسے ہیں کہ اس کے سوا چارہ نہیں، "مشرقی" اگر اوجِ عروج سے محض ذلت کی انتہائی گہرائیوں میں گری اور اس کی تمام مصلحتیں چھین گئیں تو اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اس نے مزوریاتِ قومی میں تلافی و تہل سے کام لیا۔ اگر اس کا مذہب اقوام میں متاثر نہیں اگر آج وہ ہمتی کے حق میں ہے حال و پریشان ہے تو محض اس وجہ سے کہ ہم نے اس کے اسباب و علل پر غور کرنا کبھی زحمت نہ گوارا نہیں کی۔ قوم کے مرضِ مزمنہ کی تشخیص اور اس کے عیادہ کار کیلئے کوئی صحیح نسخہ تجویز نہیں کیا۔ کچھ نسخہِ مزمنہ، مصلحتِ فہم دماغ اور دربر میں لگاؤ ان اثراتِ مہلکہ سے خواب و افاقہ ہو چکی ہیں جو اس بے اعتنائی اور لادریب کو جوہ سے پیدا ہو کر قوم کے نقصان کا موجب ہوئے۔ چونکہ محنت کی علامتیں ہیں وقت تک در نہیں ہو سکتیں۔ جب تک کہ افرادِ قوم اجتماعی حیثیت میں اصلاحی کوششیں عمل میں نہ لائیں۔ لہذا دربابِ صل و عقد کے خیال میں ضروری ہے کہ ایک مرکز ہو جہاں سال بسال برادرانِ قریش جمع ہو کر قوم کے اصلاحی امور پر غور کیا کریں، ایک مجلسِ مشاورت ہو جو ان کوششوں کے لئے کوثر کو خوش اسلوبی اور حسنِ انتظام کے ساتھ جاری رکھنے کے ذرائع پر غور کرے۔ قوم کے اجزائے منتشرہ کی ترتیب و تنظیم کیلئے حالات کو دربراد لائے۔ قوم کے ناداروں و بیکسوں اور یتیموں کی تکالیف کا تاجسد اسکان اشد اکرے۔

بہی خواتینِ قوم پر سنکر خوش ہو گئے کہ ان اہم ضروریات کیلئے "مذہبِ قریش" کا قیام و استقلال عمل میں آج پہلے، اکثر معززینِ قوم نے اس کی مہم کو غریب قبول کرتے ہوئے خادمانِ قوم و کارپردازانِ "مذہب" کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ جماعتی کاموں کی انجام دہی اس وقت تک جب تک کہ انفرادی قوتیں متفقہ سعی و جہد سے کام نہ لیں نہیں ہو سکتی اور شاہِ مقصد و منزل محمود محال بلکہ ناممکن ہے۔ لہذا ہر فردِ برادری کا فرض ہونا چاہیے کہ "مذہب" کے مقاصدِ مثالی کی تکمیل و انجام دہی کے لئے ہر ممکنہ کوشش نہ کرے۔ اب اس کی گفت قبول کریں، ۲۲ ماہوار یا پھر دو یا سالانہ چندہ مہم کوئی ایسا

وجہ نہیں کہ ناقابلِ برداشت ہو، عزیز و اقارب اور رشتہ داروں و دیگر بھائیوں کی فہرٹیں دفتر میں بھیجیں اور تجاویز مفید پیش کر کے کارکنانِ مذکورہ کی رہنمائی سے عندہ اسدراجہ و عندہ القوم مشکور ہوں۔ میں امید کرتا ہوں کہ میری یہ اپیلیں جو خالصتہً قومی مفاد کے لئے لکھا رہی ہیں مانگاں نہ جائیگی۔ خدا کے تبارک و تعالیٰ ہمیں اور آپ سب صاحبان کو اس کار خیر کی انجام دہی کی توفیق عطا کرے و بائبر التوفیق !

عادم قوم
بشیر احمد شبلی بی۔ اے صیفی
آزری جنرل سکریٹری ندوۃ القریش

امرت سر
۶ ستمبر ۱۹۳۷ء

ندوۃ القریش ۶ ستمبر کی کارروائی

ٹھیک ۹ بجے صبح دفتر رسالہ بلانچ میں فریضی محمد علی صاحب رونق کی صدارت میں مجلس انتظامیہ کا اجلاس منعقد ہوا سابقہ کارروائی مکتم ہونے کے بعد دفتر کے ریکارڈ کی منتقلی باوجود طفیل صاحب جو اینٹ سکریٹری نے رپورٹ پیش کی کہ کاغذات بالکل با ترتیب کر کے جبرٹر مشین کی تکمیل کر دی گئی ہے سکریٹری صاحب نے خط و کتابت اور گوشوارہ آمد و خرچ پیش کیا اور بیرونیات سے چند ایک اجاب کے سوا باقی تمام منظر مشدہ ممبران کے چندہ ۱۲۰۰ نمبر پر بذریعہ منی آڈیو رسول ہو گئے ہیں۔ شیخ محمد عظیم صاحب آڈیٹر نے مدوار بالانفیس سالانہ بجٹ جس کا تخمینہ ۶ سو روپیہ کیا گیا ہے پیش کیا چونکہ وہ بنیاد غور و خوض کے بعد ترتیب کیا تھا اس لئے معمولی بجٹ کے بعد من و عن اس ہو گیا۔ اس کے بعد مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب کا گرامی نامہ اور خطبہ صدارت پیش ہوا کہ جو کہ یہ خط اکثر غلط فہمیوں کو رفع کر نکالنا موجب ہو گا لہذا اسے شائع کر دیا جائے اور خطبہ صدارت ہی القریش میں شائع کر دیا جائے جس قدر ضرورت ہوگی زندہ کا پکا نذر کے لئے حاصل کر لیا جائیگی۔ حکیم شہاب الدین صاحب نے ایک بار دواشت پیش کرتے ہوئے کہا کہ دفتر میں رسید یک نمبر ۳۰ ختم شدہ موجود ہے نمبر ۳۱ کے کوپن موجود ہیں اور نمبر ۱۳ زیر کار ہے۔ بیرونیات سے بعض ارمیائی رسیدیوں کے کوپن آچکے ہیں روپیہ بھی وصول ہو چکا ہے یمن اصل کتابیں نمبر ۱۲ فائنٹ ۱۲ ۱۹ بھی تک وصول نہیں ہوئیں۔ تجویز ہوا کہ مستقلہ اجلاس پڑھیں طلب کیا جائے۔ اس کے کوپن بجٹ کی چشمی جو ز دیوشن نمبر ۱ کے جواب میں اور پراویٹ سکریٹری کی مراسلت جو ز دیوشن نمبر ۲ کے جواب میں وصول ہوئی ہیں۔ بی گئیں اور انگریزی نالی کے ساتھ شان کی گئیں۔ حقوق زراعت سے مستقلہ ز دیوشن نمبر ۳ کا جواب چونکہ حکومت کی طرف سے ایسی موصول نہیں ہو اس لئے تجویز ہوا کہ باقاعدہ سلسلہ جنائی کیلئے ایک درخواست پہنچا دی جائے اس کی ترتیب فریضی محمد عظیم اہلہ پور طفیل صاحبان نے اپنے انہی۔ تحریر ہوئی کہ چونکہ مردہ شہداء ہی میں بہت ہوتا دلت رہ گیا ہے اور بہت ممکن ہے کہ مردہ ماریعہ پر ہی ترشیت پر کی جاسکے۔ لہذا انجمن قریشیان جناب کو جوائزادہ کے پاس کر دے ندوۃ القریش و اکثر برشہ کی حرمہ

افاضل کے ساتھ تجدید کیجئے اور حکومت پنجاب کی مستعد کیا جائے کہ وہ کارکنان مستعد کے نام ایک سرکار جاری کر کے انہیں ہدایت کر دے کہ وہ مراسیوں کی توصیت کے اندراج میں خاص احتیاط سے کام لیں، اندویشیں بالفاظ ذیل منطوق ہوا۔

”قریشیان ہند کی ناکندہ جماعت“ ندرکۃ القولین ”بخن قریشیان پنجاب کو جو انوار کے ۵۰ اکوڑ برسہ

کے پاس کردہ رزلوشن کا اعادہ کرتا ہوا حکومت پنجاب کو توجہ دلاتا ہے کہ

(۱) مراسی تمدنی حالت کے لحاظ سے ایک گری ہوئی جماعت ہے،

(۲) نزاعت پیشہ اقوام میں شمار ہونے کی خاطر مراسی اپنے آپ کو قوم قریش سے منسوب کر سہیں بجائیکہ

تاریخی لحاظ سے ان کا یہ ادماخص نذر اور بے بنیاد ہے۔

(۳) ۲۹ نومبر ۱۹۰۷ء کو مراسیوں کے ایک وفد کو نرکسلنی سر چیورزی ڈیوٹ مونی گورنر پنجاب روضہ الفاظ

میں جواب دے چکے ہیں کہ ”مراسی قریشی نہیں کہلا سکتے“

(۴) کاغذات سرکاری مثلاً کاغذات مال دہشتر اسے اموات و پیدائش اور خصوصاً کاغذات مردم شماری سلسلہ

میں مراسیوں کو قریشی نہ کہلا جائے۔ اور انکار کاران مردم شماری کو مزید سرکار ہدایت کر دیکئے کہ وہ بوقت مردم شماری اندراج

قوتیت میں خاص احتیاط سے کام لیں تاکہ قریشی ایسی تریف حسب قدم خطوط اسل نہ ہو اور نزاعت پیشہ اقوام کے حقوق

محفوظ رکھیں“

اس کے بعد درخواست اسے ممبری میں ہوں اور جب ذیل احباب کے اسمائے گرامی ممبران ”ندوۃ القریش“ میں

منقلد ہوئے،

(۹) قریشی غلام حسن صاحب رئیس گورنٹ ہنشر (گجرات)

(۱۰) بابو عبدالغنی صاحب صدیقی اور میر

(۱۱) قریشی محمد چراغ صاحب صدیقی

(۱۲) قریشی امین غلام رب صاحب (زمیندار) اکوٹ

(۱۳) بابو فضل حسین صاحب قریشی (زمیندار) اور میر

(۱۴) قریشی حیات علی صاحب منبردار (سیالکوٹ)

(۱۵) شیخ شاہ محمد صاحب قریشی گورنٹ ہنشر

(۱۶) بابو عبدالغنی صاحب قریشی لکڑ و نر واسرائے بیلہ

(باقی آئندہ)

(۱) پیر علی احمد صاحب فریدی جتئی (نیر زپور)

(۲) منشی عبدالقادر صاحب منجر کوٹ آٹھ وارڈس

(۳) مخدوم محمد الدین صاحب (جہلم)

(۴) منشی عبد القادر صاحب (لاہور)

(۵) قریشی احمد اسر صاحب (شیخوپورہ)

(۶) پیر عبدالرشید صاحب سوڈاگر (گوجرات)

(۷) قریشی محمد ایزد بخش صاحب نادرانی ہسٹنٹ انکپٹر

(۸) پیر علی اسر صاحب ڈپٹی کلکٹر

منشی، بی۔ ۱۔ ۷

جسے پیر محمد علی پیر خاست ہوا، محمد علی پیر

خطبہ صدارت

جو مولانا سید عظیم فرید احمد صاحب عباسی اہل شیعہ طبیب خاص طبیہ کالج دہلی نے تذوۃ القریش کے افتتاحی اجلاس منعقدہ ۲۹ جون ۱۹۶۹ء کو برصغیر صدر پڑھا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

احمد بیٹہ محمد و نستیعینہ و نستغفرہ و نوسن بہ و متوکل علیہ و نفسی و نفسی و نسلم علی رسولہ سیدنا و مولانا محمد بن النبی الرحمتہ و الہدی الامتہ و علی اکبر و صاحبہا جمیعین من تبعہم باحسان الی یوم الدین، اے بعد! حضرات! میں خدای وحدہ لا شریک لہ کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے ہمارے دلوں میں اپنی قوم کی فلاح و بہبود کی جذبات پیدا کر دیے ہیں اور اس نے ہماری دلوں میں اس خیال کو مستحکم کر دیا ہے کہ ہم باتباع حضور ص در عالم علیہ التحیہ و التثانیہ اول اپنے گہرا دلوں کی اصلاح و تنظیم کریں اور یہ تمام مسائل کے لئے ایک مرکز بنائیں جس سے اسلام اور اہل اسلام کو قوت حاصل ہو اور جو فقہ و مسلمانوں میں بڑا جوا ہے وہ دور ہو جائے اور اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس میں فرقہ وارانہ اختلافات کی گتھائیں ہی نہیں رہا اختلاف آراء کو کوئی بری چیز نہیں ہے۔

حدیث پاک اختلاف امتی رحمتہ، صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں بھی اختلاف ہوتا تھا لیکن نہ انکی مسجدیں الگ ہوتی تھیں اور نہ درس گاہیں، سب ایک امام کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے اور ایک امیر کے ماتحت جہاد کرتے تھے، ان کے جینے بھی کام تھا تھے سب ایک نظام کے تحت ہوا کرتے تھے۔ لیکن آج ہم میں جو اختلافات ہیں وہ محض اس وجہ سے ہیں کہ ہم اپنے خاص جماعت ہے اور اس کے خیالات دوسری اسلامی جماعتوں سے الگ ہیں۔ موجودہ حالت یہ ہو رہی ہے کہ ہم ایک دوسرے کی تنقیص ہی نہیں بلکہ تکفیر کرتے رہتے ہیں، اسی وجہ سے ہماری اجتماعی زندگی خراب ہو رہی ہے اور روز بروز ہم کو بے جا تفرقہ ہیں۔ بے کاش ہم میں اجتماعی روح ہوتی تو ہم میں کا ہر ایک فرد کمال انسانی کا ذہن مجسمہ نظر آتا۔ وہ اتحاد دیکھا گئے۔ جب کسی چیز سے تنگیا ہماری ساری قوتیں برباد ہو گئیں، غور فرمائیے۔ اسلام میں غیبت کو دنیا سے بدتر بتایا گیا ہے لیکن ہم میں نہ کوئی تنقیص الا ماشاء و اللہ ایسا نہیں ہے جو اس گناہ میں مبتلا نہ ہو غیبت کی تعریف حضور ص در عالم دہی فداوائے یہ بیان زبانی سے کسی شخص کی ایسی بات دوسرے سے بیان کرنا جو اسے بری لگے اگرچہ وہ بُرائی اس میں موجود ہو اس پر عزم کیا گیا کہ اس کی کیا مضائقہ ہے؟ آپ نے زبانی یہی تو غیبت ہے اور اگر وہ بُرائی آپس ہو اور اس بُرائی کے ساتھ اس کو مستحکم کیا جائے تو یہ غیبت نہیں ہو بلکہ بہت بڑی غیبت ہے۔ مسلمانوں کی عموماً اُدسادات زمین کی خصوصاً اجتماعی قوت نہ ہونے سے انکی حالت روز بروز انحطاطی حالت اختیار کر رہی جاتی ہے۔ (فرادی حیثیت سے آج بھی ہم میں بعض بعض نفوس ایسے ہیں کہ جو کمال انسانی کی زندہ مثال ہیں۔ انہیں یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کی حرمت نہیں کرتے۔ اسے کاش اگر کچھ ہم میں اجتماعی مدد ہو تو جو اسلامی تعلیم کا ایک جزو لا ینفک ہے تو

ہم آپ کو بتا رہے کہ ہم میں کتنے افراد ہیں جو عمدہ مضامین سے مالا مال ہیں۔ آپ کیجئے کہ دیگر اقوام میں معمولی لوگ محض اتحاد و یکجہت کے باعث اپنی قوم میں کتنی شہرت رکھتے ہیں مگر ہم میں ایسے درجہ کے صاحب کمال موجود ہیں مگر باہمی بغض و عناد کے باعث انکی شہرت نہیں کیا یہ بات قابل افسوس نہیں ہے؟

اگر غور سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کی کتنے اختلاف ہیں وہ سب ذاتی بغض و عناد پر مبنی ہیں اور بس جس کے باعث ہم روزانہ علمی و روحانی جسمانی حیثیت سے کھلے چلے جا رہے ہیں، اور تو ہماری یہ اندرونی حالت ہے اور ادھر دنیائے مغربیت کے جیاسوز طریقوں نے ہماری حالت کو ادیبی بر باد کر دیا ہے۔ لہذا لغت دینی البر و امیر کا معنوں ہے۔ حضرات یہ دقت ہے کہ کوئی عظیم انسان جماعت پر مہمات کے لئے کھڑے ہو جائے جو حضور سرور عالم کے اسوہ حسنہ پر پوری پوری پابند ہو کر دنیا و اسلامی کو جگائے۔ آپ خیال کریں کہ خداوند عالم نے ہماری مہمات کے لئے اپنا کلام نازل فرمایا اور ہم کو اس کا امین بنایا اس کی حفاظت کی ذمہ داری ہم پر لازم کر دی ہمارا فرض ہے کہ ہم اس پر پورے طور پر عمل ہو اور ادھر کو یہ کلام پہنچائیں۔ بغضائے کلام پاک لاندہر کم ہر سن بلغ۔ یہ ہمارے لئے ایسا دستہ مائل ہے کہ اس میں کسی قسم کے تغیر و تبدل کر چکی سمجھا لیتے ہیں اور یہ ایسا کلام ہے کہ مجال سے لیکر علامہ تک اس سے فائدہ اٹھاتے رہے ہیں۔ ایک ہمارے لئے باعث افسوس یہاں ہے کہ قریش نے ہندوستان میں آکر اپنے آبائی اجدادی زبان کو خیر باد کہہ دیا۔ اور عربی زبان جو ہماری باعث ناز زبان تھی اور یہ فضیلت حاصل تھی کہ قریش ہی کی زبان میں کلام پاک بسان عربی نازل ہوا تھا۔ ہم نے اپنی عربی زبان کو بھی چھوڑ دیا اب ہم جو کچھ جدو جہد کر سکتے ہیں وہ صرف یہی ہے کہ شریعت محمدی کی طرف دسمدم رجوع کریں۔ ہمارے لئے مثیل ہدایت صرف حضور سرکار و عالم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدس اور حضور کا اسوہ حسنہ ہے حضور کا اخلاق جو کچھ بتا وہ کلام پاک ہی تھا۔ کان خلقہ القرآن اس پر مشاہد ہے،

مسلمانوں نے اگر کلام پاک کو مضبوط پکڑ لیا اور اس کے ادا و افواہی پر پورے پابند ہو گئے۔ تو نعرہ من الصبر و فزع قریب کے غرور سے تمام قوموں پر ممتاز ہو جائیں گے،

حضرات! کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے جب امتہ از زمانہ کی بنیاد نبی علیہ السلام کی تعلیمات زائل ہوئی تھیں تو پھر دگلا عالم نے حضور سرور عالم کو خاتم النبیین بنا کر بھیجا اور یہ بھی انتظام کر دیا کہ آپ کے دین کی حفاظت ہی بدیعہ ائمہ ہوتی ہے تاریخ گواہ ہے کہ اس کے لئے چند صورتیں اختیار فرمائیں، ۱۔ یہ کہ حضور کی حقیقی دانت و روحانی فردوسی اور بغضائے منسلک علی طریق نبوی کیلئے جو شخص میرے طریق پر چلا وہ میری آل میں سے ہے۔ جیسا کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ثابت ارشاد ہوا تھا۔ سلمان سنا اہل البیت کیسے سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہے،

باقی وہ لوگ جو حضور کے فاضلین اور حضور کے نبیلہ کے ہونگے اور حضور کے اسوہ حسنہ پر پورے طور سے عمل ہونگے ان کے درجات اور مراتب اس باری میں اور اس سے غرور بڑھے ہوئے ہونگے کیونکہ انکو وہ عالی و جہانی و دونوں فلاح میں،

کو تکلیف دہ ہے لیکن عجز فرمائیے کہ ہمارے پڑے کھے لوگ درہقوں میں نظر آتے ہیں۔ ایک مغربی تعلیم یافتہ دوسرے شرفی معلم کے تعلیم یافتہ۔ انوس ہے کہ وہ دونوں پر مغزیت سے انحراف لیا ہے۔ مغربی تعلیم یافتہ حضرات کے یہ خیالات ہیں اور وطن پرستی پر بروہم دکا ہے ہیں۔ آج مذہب صرف وطن پرستی پر نظر آ رہا ہے۔ بڑے بڑے لوگ اس کا سین دے رہے ہیں جو سخت عبرتناک واقعہ ہے۔ بقول شخصے: ان تاذہ حد اول میں بڑا سب سے وطن ہے جو پیر میں اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے۔

حضرات! ہمارا اصلی وطن وہ ہے جہاں سے ہم آئے ہیں اور جہاں ہم کو جانا ہے یہ ہمارا وطن نہیں ہے جہاں ہم پیدا ہوئے اور زندگی بسر کی اور مر گئے بقول علامہ شبلی، طارق جو برکنہ زہ اندلس سفینہ سوخت، گفتند کار تو زنگاہ خرد فطاست، دور ہم از سواد وطن باز چوں رسم، ترک سبب زرمے شریعت کبار و راست، اخذ بدوست خویش شمشیر مرد گفت، ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدا ئے ماست،

حضرات! ہم ملک محبوب میں پیدا ہوئے پھر تمام ملکوں میں پھیل گئے اور سب ملکوں کو اپنا ہی ملک تصور کرنے لگے۔ یہی ہم کو خیال رکھنا چاہیے، مسلم میں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا۔

حضرات آپ خیال فرمائیں کہ کسی نے حضرت سلمان سے دریافت کیا کہ آپ کا وطن کہاں ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا سلمان ابن اسلام ابن اسلام ابن اسلام،

اور ہمارے پڑے تعلیم یافتہ روزنامہ سی بات پر کفر کے فتوے شائع کر رہے ہیں، فزہ واد از تعجب اس قدر ہے کہ ایک دوسرے سلمان کی تکخیر کر رہے ہیں اور اسے نقصان پہنچانے میں بھی دریغ نہیں کرتا بلکہ خواب سمجھتا ہے،

جب ہمارا یہ حالت ہو رہی ہے تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ ہم سادات خزین کبرے ہو جائیں اور امت رسول کی اصلاح کریں فرد ہمارا یہ فرض ہے، میں کہتا ہوں کہ اگر آپ اس کیلئے ذکر کئے ہوئے تو قیامت کے دن آپ سے اس بار میں سوال ہو گا کہ آپ فی امت رسول کی کیا خدمت کی، در سرف تسلاوں مسہر شاہ ہے،

حضرات! میں آپ کے اس اجتماع کو خدا کی ایک نعمت سمجھتا ہوں بشرطیکہ آپ صدق دل کے ساتھ امت رسول کی عوام اور قوم رسول کی مصلحت اصلاح و مسودہ کی کٹے جمع ہوئے ہیں۔ اگر میں اور آپ ان پاک امادوں پر قائم رہے تو مجھے یقین ہے کہ خداوند عالم ہماری کوششوں کو ضرور بار آور کرے گا۔

آئیے اب سوچیں کہ ہم کو کیا کرنا ہے میں سمجھتا ہوں کہ ہرگز نشی کو چاہیے کہ اپنی اوقات میں سے مستقل طور سے ایک وقت قوم کی خدمت کیا اسلام کی خدمت کیلئے وقف کر دے۔ جب ہماری قوم کے تمام افراد اس کیلئے تیار ہو جائیں گے اور ہر شخص کہہ نہ کچھ خدمت کرنے لگے گا۔ تو پھر دیکھیں کہ کس قدر ہمارے کام میں تعلیم ہو جائیگی،

میں جیسے کی عزت نہیں ہے جب ہمارا کام میں ہر گیارہویہ خود بخود آئے لگیگا۔ دوسرا قدم ہم کو اس طرف اٹھانا چاہیے کہ جو مالدار لوگ ہیں ان سے زکوٰۃ دینے کا عہد لیا جائے ہر مہر و بکے خیر نشی حضرات اس کی کوشش کر کے صوبہ دار بیت المال قائم کریں

تاکہ اس صوبہ کے جس قدر غریب ہوں اس سے انکی امداد اور ان کے بچوں کی تعلیم کا انتظام ہو سکے۔
تیسرا قدم یہ کہ ایک اور بنانا ہے اور وہ اکھنڈ ہے۔ اپنا ہوا ہے۔ یعنی اپنی قوم کا اعجاز بننا چاہیے وہ اخبار القریش
کا ہے جو باحسن وجوہ قوم کی خدمت کر رہا ہے۔ اس کو ترقی دینا ہر قریشی کا فرض ہے۔ یہی ایک ذریعہ
قوم کو متحد بنانے کا ہے۔

چوتھا قدم یہ ہو گا کہ ہر شہر اور ہر صوبہ میں مذکوۃ القریش کی شاخ ہو۔ جہاں مخفر طریقہ سے ایک "دارالمطالعہ" ہو
اور ایک پینچائٹ قریشیوں کی قائم ہو۔ مگر اس وقت تو ہماری توجہ "مذکوۃ القریش" کی سکیم کو مقبول بنانے میں صرف
کر رہی ہے۔ خداوند عالم سبب الاسباب ہے جو ہمارے نیک ارادوں کی تکمیل کرے گا۔
ہم کو یوں نہ ہونا چاہیے جس طرح اصرار تلنے ہمارے دلوں میں یہ خیال سحکم کر رہا ہے، ہم یقین ہے کہ ہمارے مذہب
کے تمام مقاصد پورے ہونے میں گے، اس تمام خطبہ کو ختم کرنے کے بعد میں سرکار نظام خداداد ملکہ کی خدمت میں
ایک نظم نذر کی طرف سے پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے۔

خطاب گہیاں خدیو دودمان عالی نسب سلطان ابن سلطان

حاکم زمان سکندروں حاضو نظام عالی مقام خداداد

فیض سے سرکار کے ایسا ہوا کچھ ہمتیام
بن گیا ملک دکن اسلام کا دارالسلام
ہو گئے سامان جیسے تھے کبھی بے ادب
دجلہ علم دفن کا اب پہنے لگا ہر صبح و شام
شرح احمد کے موافق فیصلے ہوئے لگے
آپ میں جس دن سے زبیر مسند شاہ نظام
ہو اب اپنی قوم کی جانب توجہ کچھ ضرور
اس کی پستی میں نہیں باقی رہا ہے کچھ کلام
قوم ہے یہ آپکی جو سیۃ الاقوام ہے
جو رہی صدیوں تک ہے حافظ بیت الحرم
اب بہنور میں آگئی ہر قوم کی کشتی شہا
نا خدا سرکار ہوں تو بچ سیکی لا کلام ،
گر نہ کی سرکار نے اس قوم پر چشم کرم
تو جہالت ہند میں کام ان کا کر دیگی تمام

ندوۃ قرشی یہ ہوا لطف و کرم کی اب نگاہ
 سرسپتی آپ کی ہوگی تو بن جائیگا کام
 اہل حل و عقد سارے متفق اس پر ہوئے
 ابتدائی جلسہ امرتسر میں ہوا احتشام
 قوم قرشی کی ہوئی ہے آج پوری آرزو
 ہو گیا ہے آج امرتسر میں ندوہ کا قیام
 بعد ازاں ملک و کن میں سب تیشی جمع ہوں
 صدر جلسہ کے بنیں وہاں حضرت الامام
 سرسپتی قوم کی سرکار بنے کر لی اگر !
 پھر یقیناً حسب سابق سب کی یہ ہوگی امام
 ہو توجہ عرض پر عباسی مہجور کی
 کام بن جائے ہمارا آپ کا ہو جائے نام

فرید احمد عباسی

ندوۃ القریش کے صفات

- ۱، تبلیغ و اشاعت اسلام
- ۲، اصدار رسوم فقہیہ
- ۳، تعلیمی معاشری، اقتصادی اور ذریعہ ترقی کے وسائل پر عمل
- ۴، اتحاد و یکجہت، اخوت و مروت، صلہ رحمی و ایثار، استقلال و ثبات، حسن اخلاق، احسان اور ہمدردی و رواداری کی خوبد اکرنا
- ۵، اعمال حسنہ سے روابط و منوالط باہمی مستحکم و استوار کرنا
- ۶، قومی تنظیم
- ۷، غیر مستطیع متفقین کی مناسب امداد و اعانت

میری سرگزشت

(قاصی نظیر حسین حسنا فاروقی کے ذاتی حالات)

مبدا

ایک ہفتہ تک کوئٹہ میں بنیام کرنے کے بعد یکم جولائی ۱۹۷۱ء کو بروز آیت وار زہری کے لئے ہم واپس روانہ ہوئے، اور قلات کی ماہ سے شاہ بیگ زخمی ہو چکے،

پندرہویں ہی دنوں بعد یوسف خاں کی شادی شاہ بیگ زخمی کے قہرانی خاندان میں خاتونِ عفت پناہ حور بی بی سے ہوئی، ملکی دستہ کے مطابق اظہارِ شادمانی کے لئے شادی سے چار پانچ روز قبل صبح اور بعد دوپہر دونوں وقت "چاپ" یعنی جمر کا کیل جاری رہا۔ بچارہ اور بندران کے لوگ "چاپ" کہیلنے میں بہت مشاق ہیں،

محلف عمر کے سچاس ساٹھ اشخاص دامروہ کی صورت میں دست افشانی کرتے ہوئے محفوس وضع پر رقص کرنے میں اور مرکز میں مرہی کپڑا ہو کر ڈھول چٹا ہے، ہر ذہبی زبان میں اسے "چاپ" کہتے ہیں،

خوشی کی اس تقریب پر سردار گوہر خاں اور علاقہ کے دیگر سرداران و معتبرین بھی چاپ کہیلنے رہے، ایک دن میں نے بھی اس خوشی میں حصہ لینے کی غرض سے سردار گوہر خاں کے ساتھ فریاد آدھ گنڈہ تک چاپ کہیلا۔ مگر صوبہ پوری طرح نہیں جانتا تھا۔

بعض اوقات بعض قسم کے توہمات بھی کبھی حقیقت کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ ایک عجیب روایت ہے کہ جس قہرانی گہرائی میں یوسف خاں میلا گیا۔ انجی جائدا وغیرہ منقولہ از قسم آب داما ضیات اور باغات کا اس سے پیشتر جو مالک ہوا وہ زیادہ عرصہ تک سلامت نہیں رہا۔ چنانچہ اس وقت بھی اس خاندان کا کوئی مرد اس جائیداد پر بدوں سترہ رات کے تاہن نہیں ادواب برحاطہ تعلقات قرابت وہ تماشہ جائیداد یوسف خاں کے نام پر ہی اگر ضرورت ہو تو مستقل ہو سکتی ہے،

ہر ذہبی اقوام میں عام طور پر شادی اس وقت کی جاتی ہے، جبکہ فردی اغراجات ہتیا ہو جائیں، شادی قریباً بلوغ کے بعد کی جاتی ہے۔ متول گہرائیوں میں دلہا کی عمر قریباً بیس سال اور غزبائیں اس سے زیادہ ہوتی ہے، عام طور پر سبابت کو ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ واپس عمر میں چار پانچ لکھ ہو، قریبی رشتہ دلوں میں بچوں کی سنگتیں بہت ہی کم تعداد میں ہوتی ہیں۔ اعلیٰ اور متوسطہ جماعتوں میں تعدد ازدواج غیر معمولی نہیں، امرا و اہل ثروت پیدا کرکشی خواہش سے شاعر ہو کر متعدد بیویاں کو اپنے پاس کسی بااثر خاندان کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کی غرض سے،

کے ساتھ قابل پا بندی سمجھا جاتا ہے ،

برہمیوں میں یہ رواج عام ہے کہ کسی خوبہائنی سادہ خن میں لڑکی کا ناظرہ دیا جاتا ہے۔ لیکن بلوچ اقوام میں یہ کثرت کے ساتھ مانج نہیں ، طبقہ عوام کے برہمیوں میں بیوی کے لئے صرف یا لی لانا۔ کبانا پکانا اور معمولی نرائیں خانہ دارکی ہی ادا کرنا ضروری نہیں۔ بلکہ ان کے علاوہ وہ ریڑھ کو چراتی اور شوہر کے گہڑے کے لئے سائیسی کے وارم بھی ادا کرتی ہے۔ اور کاغذ کے خام میں بھی مدد دیتی ہے خصوصاً دو فصل کیوت ،

علاقہ ژوب کے افغانوں کے فسر قہ جعفر میں یہاں تک رواج ہے۔ کہ شادی شدہ عورت نہ صرف اپنے شوہر اور اپنی چلنے کے لئے ہی بار پات پرستی فی حاصل کرنے کے ذرائع مہیا کرے جس میں کا شوہر سے رہنے سے باقی دوسرے طریق سے کوئی مدد نہیں دینا بلکہ وہ یہ توقع بھی رکھتا ہے کہ اس کی بیوی لڑکیاں ہی بنے ، جو اپنی ماں کی طرح اچھی قیمت دلائیں۔ عام طبقہ کے افغانوں میں برہہ جاؤا کا ایک جزو یا حصہ سمجھی جاتی ہے ، اور بیٹے کے لئے یہ کوئی خاص بات نہیں کہ وہ مقررہ دلوڑ حاصل کرنے کے بعد بیوہ ماں کا ناہنہ دلوڑ ادا کر نیا لے کے ہاتھ میں دے دے ،

یہودیوں کی طرح افغان بھی کنواری لڑکیوں کے منسوب لڑکوں کے ساتھ نلنے میں کوئی مضائقہ نہیں جانتے۔ لیکن بڑی اور بلوچ قطعاً اس کے خلاف ہیں۔ اور ہرگز اجازت نہیں دیتے ،

برہمی اقوام میں زنا کی سزا قتل ہے اگر سیاہ کار۔ اور سیاہ کار وہ نو قتل کر دے جائیں تو پھر رواج ملک کے مطابق ان کے دشا کوئی دعویٰ نہیں کرنے۔ کیونکہ رواجاً دعوئے قابل سماعت نہیں سمجھا جاتا اور یہ عظیم الفکر سوشل فوئی ہے جو برہمیوں میں پائی جاتی ہے۔

عرب کا دستور تھا کہ نوشاہ شادی کے بعد تین دن تک سسرال میں رہتا۔ عربوں کے اتباع عمل میں یہ رواج اب تک برہمی اقوام میں بھی موجود ہے کہ شادی کے بعد دو لہا تین دن تک سسرال میں رہے چنانچہ اس مقصد کے لئے کچھ فائدہ پر دیا اور وہیں کی رائج کے لئے ایک علیحدہ گداں نصب کیا جاتا ہے اور بعض اوقات ایک علیحدہ مکان اس مدعا کے لئے مختص کر دیا جاتا ہے۔ انگریزوں میں شادی کے بعد مہنی موان ' منلے کا رواج ہے جو عموماً نزدیک اور بعض اوقات کسی دور مقام پر جا کر لیکن تعداد ایام مقرر نہیں ،

افریقہ کی وحشی اقوام میں شادی کے بعد چندہ دن تک تھلی کی رسم ہے جس میں دو لہا اور وہیں علیحدہ رہتے اور خوش مناتے ہیں ،

بادی النظر میں یورپ اور ہندوستان کی غیر مسلم اقوام میں ایک ہی بیوی پر تکانت کرنے کا رواج ہے۔ لیکن تہذیب و رواج نے مقتدرہ برہمی اور بلوچ اقوام کے گھراؤں کی سائنس کی زندگی کو مستحکم اور مضبوط بنا دیا ہے اور اس رسم پر کچھ چینی کرنے سے میٹیر بعض ممالک کے اس قدیم زمانہ پر نظر ال مینی چاہیے ، ہمیں ایک ہی عورت کل فائدہ ان کی لی لہی ہو تی ہی باہی زمانہ کی ہندستان

کی ان غیر مسلم اقوام کو دیکھ لینا چاہیے جن میں آج بھی ایک عورت کئی بہائوں کی بی بی ہوتی ہے ،
یہ امر واقع ہے جو کہ مشرق کے مسلمانوں کی خانگی زندگی اس قدر کچھ ہے کہ انہیں رات کو کسی اور قسم کی تفریح کے لئے
اپنے گہروں سے باہر جانے کی ضرورت نہیں رہتی ، البتہ ان میں سے بعض جب یورپ کا سفر کرتے ہیں ، بارہا ان کی راتوں کی چہل
پہل دیکھتے ہیں تو وہ بہت ہی متعجب ہوتے ہیں اور وہ اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ مغرب کے باشندوں کو اپنے گہروں
میں کوئی دلچسپی نہیں ہے ۔ جبکی وجہ سے وہ بازداروں قبوہ خانوں ، تہسیروں اور سینماؤں میں اپنا وقت گزارتے ہیں ،
کہا جاتا ہے کہ ایک موقع پر بغداد کے ایک تاجر نے جو یورپ کے کئی دارالسلطنت دیکھ چکا تھا اسی بنا پر یہ نتیجہ نکالا کہ
یہ طرز معاشرت ایک دہ ناک نتیجہ ہے ایک ہی شادی کی رسم کا ۔

فانی نظیر حسین فاروقی
شیانہ مستدی

گوہر انوار
یکم ستمبر ۱۹۲۵ء

فیصلہ ثالثی کی طرف بحرف نقل

After hearing Parties, examining record and obtaining necessary evidence we hold that:- (1), We are not in position to say that Mr. Mohd Ali Ramnag had embezzled money of Anjuman Kureshian-i-Hind.

(2), Mr Anayat Ali had grounds to suspect embezzlement but his language is unhappy. We regret to note that to some extent it is due to the negligent and irregular conduct of Anjuman's proceedings throughout.

(3), We hold that only Rs 24/11 have been accounted for out of Rs 50/- advanced to Mr. Mohd Ali Ramnag on 14/7/25 and therefore he and no one else should pay the balance to Anjuman Kureshian-i-Hind, even though he does not acknowledge the authority of this body to realise the amount from him,

(4), In view of all the circumstances of the case we have come to the conclusion in the Court of Mr. S.S. Durrani, J.C.S. and no further action, legal or otherwise should be taken by either party on the points dealt with by us.

(5), This award should be published in *انجمن* and is without any comment

نہ کریں تو بفضلِ دین سے مٹ جائے اور سبیلوں سے کینڑوں کے بھارات نکلنے کی کوئی صورت باقی نہ رہے۔ لیکن ہیں ان باتوں کی ذمہ دہر پر ادھیں۔ جب بڑے بڑے اکابرین ملت، معتدین قوم اور رہنمایاں ملک اس سے نجات نہ پاسکے تو ہم کون !

مَیْلُ اِنَّا اِلَہُ دُوْدٌ وَلَہُ قَیْسُ اِنَّا اِلَہُ رَسُوْلٌ قَدْ کَہْنَا
مَا سَجَّیْ اَمْرَہُ وَاِلَہُ رَسُوْلٌ مَّا بَرَزَ اِنَّا اِلَہُ رَیْکَیْفُ اِنَّا

خدا کو صاحبِ اولاد اور رسول کو عباد و گز کہا گیا تو ہم کس طرح ان تہمتوں سے نجات پاسکے ہیں۔ کوئی بائبل پرشیدا روایت !

میاں فقیر محمد اور منشی غلام مصطفیٰ کے مابین کم و بیش ۲ سال سے سخت عداوت و تفریق کی صورت پیدا ہو گئی تھی، حالات یہاں تک نازک تر ہو چکے تھے کہ ہنگامہ خیز مقدمات کے آثار نمایاں تھے۔ برادری کے بعض معاملہ فہم اصحاب نے اس قضیہ کو سنبھالنے کیلئے کارکنانِ مذہب، افریقین کو توجہ دلائی منشی غلام مصطفیٰ نے بھی براہِ راست خواہش کی کہ اراکینِ مذہب اس معاملہ کو ہاتھ میں لیں ورنہ مقدمات کھڑی ہو جائیں گے۔ لیکن اہلِ مذہب نے اس بنا پر کہ فریقینِ مذہب کے ممبر نہیں ہیں اس معاملہ میں دخل بیٹھے انکار کر دیا۔ اس پر غلام مصطفیٰ نے چندہ لایا، منشی میری داغی کر دی۔ دوسرے روز میاں فقیر محمد نے بھی ایسا ہی کیا۔ چنانچہ آئندہ اجلاس میں سب سفارشِ خاص کبھی دوئل کے اہم مجازنِ مذہب میں منظور کئے گئے۔ فریقین نے معاملہِ مذہب کے سپرد کر دیا اور جی وعلنی عہد کیا۔ کہ ہنس نیک و بڑے طرح کو پیچیدہ ہو گا بلکہ منظور ہو گا۔ چنانچہ ۳۱ اگست کو فریقین اور ان کے گواہان کی موجودگی میں معاملہ پیش ہوا۔ زبانی و تحریری ثبوت لے گئے اور عدالتِ مذہب پر وہی غور و خوض کے بعد اسی روز فیصلہ سنایا گیا کہ اول الذکر ثانی الذکر کو مبلغ دو سو روپیہ نقد میں دن کے اندر اندر ادا کر دی اور ثانی الذکر اول الذکر کی تکالیف رنج کرنے کیلئے طلاقِ یکدہ سے۔ اگرچہ یہ فیصلہ فریقین کے لئے کسی خاص خوشی کا باعث نہ بنا۔ لیکن انہوں نے اسے یہ فیصلہ خاطر قبول کر لیا۔ یہ ہے اراکینِ مذہب کا اعتقاد اور یہ ہے قوم کی نظریں اس کی غفلت، مذہب کو بڑے قدرتی چلی کو مسمانی ہے کہ اس کی وجہ سے ایک مشکل اور اہم ترین معاملہ طے ہوا۔ اور فریقین مقدمات کی زحمتوں اور تعصبات سے جاگی کونٹوں سے محفوظ رہے، الحمد للہ !

ناظرینِ افریقین پس کروں نہ بھگے کہ ایک کھیتی بائی تو قسبی عبدالغنی شینو گرافٹ سکرٹری نوگورنٹ انڈیا پیپے بننے اپنے عہدہ پر اپنی احسن کارکردگی کی وجہ سے مستعفی کر دیا گیا۔ آپ افریقین کے عمائد اور مذہب کے ممبر ہیں، دلیں قسبی رکھتے ہیں، خدا روز افریقین تری در !

کرمی جناب حکیم طالب علی صاحب دہڑی انکسٹرٹنٹ امرتسر نے اپنے صاحبزادہ کی تقریبِ سگائی پر قومی فرم دیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے "مذہب افریقین" کے لئے در روپے عطا کئے، جزا ہم اشہر !

فیصلہ ثالثی

فریقین کے بیانات سننے اور کاغذات متعلقہ دیکھنے اور فردی شہادتوں کے بعد افسوس کیسا تھا کہ بنا پڑا ہے کہ انجمن ترقیائے ہند کے کاغذات اور حساب بریضا بطہ اور غفلت سر رکھے جانے کی وجہ سے ایم عنایت علی کو غبن کا شہ پہ ہوا۔ لیکن زبان (جو اس کے اظہار کیلئے استعمال کی گئی ہے) ناخوشگوار ہے، ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایم محمد علی رفیق کے ذمے کوئی غبن ثابت نہیں ہوا،

بلغ چھاپس روپے جو ایم محمد علی رفیق کو ۱۴ فروری ۱۹۲۷ء کو دے گئے تھے اس میں سے چھپس روپے ایک لاکھ حساب میں کسا گیا ہے، تیس روپے پندرہ آنے کی بقایا رشم اگرچہ وہ انجمن مذکور کے ایسی رقم کے وصول کرنے کے حق کو تسلیم نہیں کرتا، صرف وہی نہ کوئی اور دوسرا ادارہ مقدمہ کے تمام حالات مد نظر رکھتے ہوئے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ فریقین مقدمات متداثرہ واپس لیں اور

ان امور کشمکش جن کا ہم نے فیصلہ کر دیا ہے قانونی یا کسی اور قسم کی کارروائی نہ کریں، یہ فیصلہ ثالثی التقریش اور ضیاء میں بلا کسی حاشیہ آرائی کے شائع کر دیا جائے، ہم فریقین سے بعد تدل خواہش کرتے ہیں کہ وہ مناقشات باہمی رنج کر کے متفقہ طور پر قومی خدمات انجام دیں،

دستخط

(۱) شیخ، مہر حق، بی۔ اے، ایل ایل بی (جرنلٹ)، پرنسپل لاکھ لاکھ لاہور،

(۲) چوہدری، سراج الدین احمد ایم۔ اے، ایم او ایل، منشی فاضل امروہی فاضل وکیل، امرتسر،



واقعات و حوادث

رام پور کا دربار مسند نشینی :- ۲۵ اگست کو ذاب صاحب رام پور کی مسند نشینی کی موقع پر سرسکیم جلی گورنر یو پی نے ذاب صاحب کو صوفی تحفہ میں ایک خوبصورت مین کرتے ہوئے اپنی اور اسٹریٹ کیٹف سے بہت مبارکباد دگذا نا، اس موقع پر شاندار اور بارشمنڈ کیا گیا جس میں مسند و درپین اور ہندوستانی اکابر و علماء شریک ہوئے مسند نشینی کے بعد بہت سے اعلانات کا اعلان کیا گیا جنہیں ۱۲ لاکھ روپیہ مالیہ اعلیٰ کی معافی، بندر وں اور پورسائی آب کے انتخابات کا انعقاد بھی داخل ہے،

شورش کا خاتمہ :- ضلع گجرات اور پنجپور میں کانگرس کی جدوجہد انقلاب کا حیرت انگیز زندہ نمونہ تھی، جلسوں کی کثرت والٹیرل کی بہتری، رسول نافرمانی اور خدا جلے کیا کیا عجیب و غریب حالات رونما ہوئے تھے لیکن ان ہر وہاں میں ان تمام باتوں کا جواز مکمل چکا ہے خاموشی کا سناں چل چکا ہے، جو کا عالم ہے اور پھر اب کہ گویا کبھی پہلے ہی نہیں۔ تحریک مٹ چکی، جذبات ٹھنڈے ہو گئے اور تمام دلوں میں شگے جو چند روز قبل آسان سر پر اٹھائے ہوئے انقلاب زندہ باد کے نعرے سے سولج و آزادی کا علم بانہ میں لئے ہوئے تھے انانہہ وانا ابہ راجوں۔ کیا یہ چکا ہی جوش کا عبرت امیز انجام نہیں؟ فاعبرتہ ایا اولی الالباب،

بیروزگاری کا مقابلہ :- وزیر اعظم نے ایک مکتوب کے دوران میں کہا کہ سویت تمام دنیا کی حالت ایسی ہو رہی ہے جو ہر ایک کو لئے موجب تنویرش ہی ہوئی ہے تجارت کے زوال کی وجہ سے ہر ایک ملک میں بیروزگاری بڑھ گئی ہے۔ انگلستان کی حالت بھی بہت خراب ہے لیکن دوسری صنعتی اقوام سے بدتر نہیں ہیں ان مشکلات کا جرات اور لیری سے مقابلہ کرنا چاہیے،

لندن کانفرنس :- قطعی طور پر فیصلہ ہو گیا ہے کہ گول میز کانفرنس اکتوبر کے آخری ہفتہ میں منعقد ہوگی، ٹائمز آف انڈیا بھی کانفرنس کا کہنا ہے کہ کانگرس کے ڈیلیگٹ شال ہی نہ ہوئے تو ہی کانفرنس ضرور ہوگی۔ چنانچہ سویت ملک سڈج ذیل اشخاص گول میز کانفرنس کے ممبر قرار دیئے گئے ہیں اور انہیں دعوت نامے بھی موصول ہو گئے ہیں، کیمپی، مسٹر ایم لے جناح، سر ابراہیم جت، امرا، سر پرشوتم داس، سر کادس جی جیا کھیر، سر فریڈ سمیٹن اور مسٹر جیکر، بنگال، مسٹر آدین کرجی، سری سی ستراسٹر ہے ان لوگوں کے لئے فصل جن مسٹر فرڈی کرنل گڈنی، بہار، بہاراجہ دینگ، سر سید احمد باقی صوبائے برکترہ سرکاری اصحاب کو دعوت دیا جا رہی ہے،

کونسل کا بجٹی میمور :- لاہور شہر کے غیر مسلم حلقہ کیٹف سے جٹی بجٹی کا مقابلہ چناب کونسل کا کرنل بنگا ہے، اس پر کانگریسی حلقوں میں شبہیں سجائی جا رہی ہیں اور اس واقعہ کو انقلاب نامہ کے نام سے تعبیر کیا جا رہا ہے اسلئے کہ اس کو پیٹلے اپنا ہوتا نامکن بنا، بعض ہندو اخباروں نے اسکو سادات ہندی کا ملی ٹرٹن قرار دیا ہے، لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ انقلاب ہندی کی کہیں میں ہمہ سادات ہندی، جیسے عارضی اور دفنی جوش ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جٹی نہیں مگر جٹی اور جٹی میں کسی حقیقی انقلاب کا ثبوت ہو تو کیوں نہ ہو ہندو شہر میں جٹی صوبہ چناب کونسل کیساتھ کیا کہہ سترخون پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ اور کوئی ہندو کیساتھ روٹی میں کا تعلق قائم کر لینی جو مدت کر چکا؟

قُلْ

لَا خَلْقَ لَكَ مِنْ دُونِ اللَّهِ شَيْءٌ يُشَاقِقُ قَوْلَ أَتَقْبَلُ الْإِنْفَاقَ وَاللَّهُ عِنْدَ الْإِنْفَاقِ
تجسید کیا گیا ایک مرد اور ایک عورت اور بیٹے اور کنبے بنائے گئے کہ تم سچاپے جاؤ اور کہے جاؤ ہے جو حق ہے

سادات فریش کا قومی آرگن

امریکین

التفریس

جو

بقرآن عالی نشان سیدھا ان یعلوم ہرگز البیڈ ہالی اس المحضرتا حدراکن خلد ملک مدریس محروسہ نام

جاری ہے

لکھنؤ

محمد علی رنق میاں

جلالتیہ

قیمت مکانہ

۱۹۳۰ء

(تاریخ اشاعت ہر انگریزی مہینہ کی سترہ)

Alquraish.

November 1930.



سید مولانا میرزا میر محمد عبداللہ صاحب فریدی عباسی الماشمی (میرزا)
مصدق انعام پند سابق دیوان دربار سیدانہ مزر

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الفریس

آہ کشتی

نعت

۱) از جناب محمد عباس خان صاحب تحفہ الفضل گدہی

میں نسبت سے کچھ ماسوا چاہتا ہوں ولائے رسولی حب چاہتا ہوں
تعلق دو عالم کا اک دوسرہ ہے میں عشق شہر دوسرا چاہتا ہوں
بڑے رات دن درو عشق نبیؐ کا کہ میں درو ہی سے دوا چاہتا ہوں
بتاؤ مجھے آمینہ رونی میں حیرت میں کیا دیکھنا چاہتا ہوں
کسی کا سہارا، سہارا نہیں ہے فقط آسرا آپ کا چاہتا ہوں
میکر ساتھ عالم کی دشواریاں ہیں دعا کیجئے دعا چاہتا ہوں

ثباتِ دعا عالم حقیقت نہیں ہے

سفیر اعتبارِ وفا چاہتا ہوں

شذات

”عرفان کی برادرانہ توجہ“ معزز معاصر ”عرفان“ اپنی اکثر ترکی اشاعت میں صفحہ ۷۱ پر ”القرین“ کے عنوان سے اظہارِ عقائد کے ایک طویل مضمون میں قسط ۱۵ پر ”القرین کی پالیسی معاذاً پالیسی معلوم نہیں ہوتی۔“

اور مرصیوں کی قریش کی تردید اسی سارا میں دیکھی گئی۔ لیکن طرفین کے دلائل کی طور پر نظر سے نہیں گذرے۔ لہذا میرے لئے فیصلہ کرنا مشکل ہے، مگر ایک خیال پیدا ہوتا ہے کہ مرصی دگائے بجائے والی قوم، بایں حیثیت کہ مرصی قریش سے کوئی سادات نہیں رکھتا۔ ہر لئے کہ قرین ایک اسم جامع ہے۔ جو متعدد عائدوں پر حاوی ہے۔ میں اس فخر کی بہت سی شاخیں ہیں۔ اسی کثرت پر نظر کرتے ہوئے میں نسبہ کو قرین کہا جاتا ہے۔ کیونکہ قرین اس پہلی کو کہتے ہیں جو سب سے بڑی ہوتی ہے، اور یہ نسبہ ہی دیگر قبائل سے کثرت میں بڑا ہوتا۔ اس لئے قرین کہلاتا ہے۔ ان میں اچھے بھی تھے برے بھی، دینے بھی شریف بھی، اعلیٰ بھی، ادنیٰ بھی، ان میں گائیوالے بھی تھے اور ان میں ذواتِ الاعلام (جہنمے والیاں) بھی تھیں، اس لوگوں کی اولاد اگر ہندوستان میں آکر اپنے قدیم پیشہ کی حامل ہو تو قریشیت کے اعتبار سے معلوم نہیں ان میں کونسا سرخاب کا پر لگ جائیگا۔ یہ تو ایک بواہی ہے اور خیالی تفاخر جو اہمیت سے فقہاً ستر ہے۔ اگر وہ واقعاً قریشی ہی ہوں تو پھر اس سے حاصل؟ اور اگر تاریخی حیثیت سے ہی یہ اعتبار غلط ہو تو پھر تو یہ دعویٰ حماقت بالائے حماقت ہے؟ یہ الفاظ میں معاصر ”عرفان“ کہتے، فرمائیے آپ کیا سمجھتے؟

اس کے بعد آپ نے چند صفحات خطبہ صدارت کے تبصرہ میں لکھے ہیں اور یہ افسوس کرتے ہوئے کہ قریشی حضرات نے کبھی بنو فاطمہ کی فضیلت کا قولاً غلطاً اعتراف نہ کیا۔ اور جہاں کہیں بنو فاطمہ یا آل علیؑ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کا طریقہ نہایت تنگی لئے ہوتا ہے لکھا ہے کہ ”یاد دینی یہ تھی۔ کہ (بخن قرین) مذہب میں بنو فاطمہ کو سب سے پہلے شرکت کی دعوت دی جاتی، مانا کہ مذہباً مختلف ہیں۔ لیکن اختلاف مذہب ان کو قریشیت سے خارج نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس دعوت سے ایک بہت بڑے فتنے کا سد باب ہو جاتا۔ البتہ اگر سادات اس کی شکایت کریں تو بالکل جائز ہے اور اب اگر کہنے پر دعوت دی جائے تو وہ لطف نہیں آسکتا جو پہلے آتا۔“

ان سطور کے بعد آپ لکھتے ہیں کہ حاشا وکلا مناظرہ یا مجادلہ مطلوب نہیں۔ ایک آزادانہ و مودبانہ انگہ خیال ہے، میں بذاتِ خود میں معزز معاصر کی قومی خدمت اور مرخیاں مروج پالیسی کی قدر کرتا ہوں۔“

ہم حیران ہیں کہ معاصر صوف کو اس تبصرہ میں ان الفاظ کی کہ ”القرین کی پالیسی معاذاً پالیسی معلوم نہیں ہوتی،“ کہنے کی کیا ضرورت محسوس ہوئی۔ اگر ان کے خیال میں معاذاً پالیسی کوئی بہترین وصف ہے اور اس وصف کا قومی و ملی اصلاح کے لئے موزوں ہونا ضروری و لازمی ہے، تو ہم اس سے متراہنہا ہی موجبِ غرہ سمجھتے ہیں، اور اگر ان الفاظ میں کوئی راز مخفی ہے تو اس کے سمجھنے کو ہم قاصر ہیں،

پر شامہ زراعتی کے ساتھ مل کر کیے زرفند پانی کی طرح بہا دینے سے دریغ نہیں کرتے، بے شمار جاگیراٹ، مسافیات اور شاہشاہ مسلمانوں کے علاوہ عیسویوں، عجمیوں کی پرورش ہو رہی ہے، حال میں اٹھفرت نے اپنے مالک محروسہ کے لئے ایک نیا قانون نافذ فرمایا ہے کہ فرمان صادر فرمایا ہے، جس کی رو سے ۱۰ سال سے کم عمر کے بچے بطور غلام فروخت ہو سکیں گے اور نہ بعد پنج لازم رکھے جائیں گے اس قانون کی خلاف ورزی کرئیے مستوجب سزا ہوئے گی، اور عدالت کو کوڑائی کو اختیار ہوگا کہ وہ ان کا عدالت میں جالبان کر دے، اس فرمان واجب الادا زعمان سے نہ صرف ایک بہت بڑے فتنے کا سد باب اور بہت بڑی بدعت کا انہاد ہو جائیگا۔ بلکہ ہزاروں لادارث بچے بطریق حسن پرورش پکر بہترین زندگی بسر کر نیکی قابل ہو جائیں گے، خدائے برتر و توانا اٹھفرت کو شامہ عز و وقار اور جاد و جلال کے ساتھ نادر سلامت رکھے۔ آمین !

قانون اور اسلام | شرک و داشت کے متعلق تشریح کریم میں صاف و صریح حکم موجود ہے، لیکن مسلمان، رواج کے مقابلہ میں حکام الہی کی ذمہ بہر پر ادائیں کرتے۔ لڑکیوں کو ترکہ سے محروم رکھا جاتا ہے اور انہیں جائداد سے ایک حصہ تک دیا بھی گواہ نہیں کیا جاتا۔ بمعنی اسلامی جماعتیں اسے احکام الہی کی مریض خلاف ورزی قرار دیتے ہوئے کوشاں ہیں کہ اس کے لئے ایک خاص قانون بنجائے، تاکہ عوام اس پر عمل کر نیکی لئے مجبور ہو جائیں، چنانچہ گذشتہ سال اسلامی جرارد اور مجالس کے سپہم تقاضوں سے متاثر ہو کر خواجہ عبدالحی صاحب لدھیانوی نے اہلسنی میں ایک مسودہ قانون میں مطلب پیش کرنے کی اجازت ہائی تھی کہ روای قانون کو منسوخ کر دیا جائے، اور عورتوں کا حق وراثت شریعت اسلامیہ کے مطابق تسلیم کر لیا جائے، اگر یہ مسودہ وائسٹراؤ ہند کی اجازت کے باوجود بھی کسی وجہ سے پیش نہ ہو سکا۔ اب یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ مسودہ مذکور میں جو کہ قانون بنجائے، اور اس طریق سے احکام قرآنی و قرآنی ربانی کی قیاس کی کوئی صورت نکل آئے، یہ کوشش بغا ہر ایک معینہ اور نیک کوشش ہے۔ لیکن ہمارے خیال میں یہ ایک کمزور، اور بے سہارے ہے، ضرورت کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمانوں کو صحیح مسنون میں مسلمان بنایا جائے۔ ان کے دلوں میں اس قدر احساس پیدا کر دیا جائے کہ وہ ان خود قانون اسلام کی قدر کرتے ہوئے، دینی و دنیوی ترقیوں کے لئے اسے عوام مقیم قرار دیکر حکومتوں کے قوانین سے بے نیاز ہو جائیں، بہت سے مسلمان صاحب نصاب ہو چکے باوجود ذکوۃ ادا نہیں کرتے، صاحب ثروت ہو کر بھی زینت سے محروم تھیں سبب سے اور یہی ارکان اسلام ہیں، پھر کس کس بات کیلئے قانون بنایا جائیگا۔ اور قرآن پر عمل کرنے کیلئے کیا کوئی قانونی حربے استعمال کئے جائیں گے، ان تمام باتوں کا واحد علاج تنظیم ملت ہے مسلمان لگاس پر لپہا زور اور تبلیغ و اشاعت اسلام پر پوری وقت صرف کر کے تو نہ صرف مسلمان مسلمان بن کر قانون اسلام کے پابند ہو سکتے ہیں، بلکہ ہندوستان کی دیگر اقوام و مذاہب کو بھی ان کے اثرات سے مستعد برہماد حاصل ہو سکتے ہیں، وعلینا الا بصلیہ،

گذشتہ اشاعت میں ذکر کیا گیا تھا۔ کہ کانگریسی سرگرمیاں اپنی بے اصولیوں اور غیر اہمیتوں کی وجہ سے روز افزوں سر ہو رہی ہیں۔ ضلع غنچوہ اور گجرات میں توں کا نہایت انہوں نے ناگ طریق پر خاندہ ہو گیا تھا۔ اب معلوم ہوا ہے کہ سبیلکٹ اور گورنمنٹ سپر ہیسی پر تحریک مٹ رہی ہے۔ امرنران تمام سرگرمیوں کا مرکز ہے۔ یہاں بھی

اب وہ بات نہیں۔ نہ وہ جلوں کی بہار، نہ وہ دھولوں کا دُور، بدینِ کپڑا اگر بازار میں آنکھ بھار کر فروخت کیا جاتا ہے تو دھوکے میں بیکم کہلا، تحریکِ معاطفہ کو ہر شخص نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگا ہے اور اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ گہرے ہونک تماشہ دیکھنا کسی کو گوارا نہیں۔ تجارت، اور عام کاروبار کی سرد بازی نے لوگوں کو اس قدر حیران کر رکھا ہے۔ کہ انہیں لاگو سی امیڑے سے کوئی بچھی نہیں رہی، اور اگر یہی کیفیت چنڈے اور ہی تو یقین کیا جاتا ہے کہ بہت جلد یہ تمام سرگرمیاں ہنڈی ہو جائیں گی، اور بہت ممکن ہے کہ اس کے بعد اس کا فائدہ ہی ہو جائے اور کہنا چاہئے، کہ نہ خدا ہی ملانہ وصال منقسم نہ اور کے رہے نہ اور کے رہے،

لیڈان کانگرس کی غلط روی | مشر محاج نے "لائسنس" انڈیا کے فائدے سے چند کھری کھری بائیں کہیں اور واضح کر دیا۔ کہ لاگو سی لیڈوں کی غلط روی کے نتائج مولناک ہونگے، آپسے کہا کہ

سول نافذاتی کی تحریک پر اڑے رہنا نہ صرف غلطی ہی نہیں ہے بلکہ مصیبت ناک بھی ہے، ہم انگریزوں کو ستا کر دینے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اس امر کا قوی احتمال ہے کہ اس کے نتائج جو ملتے جلتے ہیں خود ہی برباد ہو جائیں گے، لہذا اس اپنی بے شمار مشکلات کو جو ہندو مسلم نفاد اور فقدانِ حب وطن کی وجہ سے پیش آرہی ہیں یا آنوالی میں فراہم نہیں کر دینا چاہئے۔ ہر نکتہ اور اسلمِ حق شخص ان غیر آئینوں کو سمجھ سکتا ہے جو ملبرادران آزادی سے وقوع پذیر ہوئیں، اور جبکہ وہ اسے ملک گرداپ فنا کی جانب کھجا جا رہا ہے، سول نافذاتی اور معاطفہ اور غیر ہم بائیں بلاسوچے سببے ایسی غیر موزوں موقع پر شروع کر گئیں جو ملکی مفاد کے لئے کسی طرح مناسب نہ تھا۔ گولی میز کا فرض سے کچھ تر قحبات وابستہ نہیں، وہ ہی سرچ بیا دوسرے اور مشر مکر کی اس ناس غلطی کی وجہ سے ہوا نہ سی دائرے سے انقلاب کرنے سے وقوع پذیر ہوئی جاتی رہیں، ہم تو یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ کانگرس کا ایک ایک خواہ وہ کسی وجہ کا ہو غرض کا بند ہے۔ اور ملکی مفاد کی آڑ میں اپنا اوسیدہ کر رہا ہے،

پنجاب کے چند وزراء | ہزیکسیلنی سر جیفری موٹ مورینی نے پنجاب کے جدید وزرا کو نامزد کیا ہے، آنریبل ملک فیروز خاں صاحب فون عینہ تعلیم و عینہ طبع، آنریبل سردار جگندر سنگھ صاحب وزیر زراعت و آبکاری اور ڈیڑل ڈاکٹر گوگل چند صاحب نازنگ، وکل سلف گوشت، صفت و حرفت و محکمہ برق کے وزیر مقرر ہوئے،

مشر منبر لال صاحب نے اپنے وزارتِ تعلیم کے عہد میں ذمہ منشی کو اس خوش اسلوبی سے انجام نہیں دیا۔ جیسا کہ انہیں دیا جیسا کہ انہیں چاہئے تھا۔ ان کی بہت عام شکایت یہ تھی کہ وہ مسلمانوں کے حقوق و مفاد کو بطرح لیا میٹ کرتے رہے اور اپنی قوم کے افراد کو غیر ملکی مراعات دیتے رہے، نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی اخبارات و اسلامی مجالس نے ان کے رویہ کے خلاف زبردست احتجاج کیا اور آج ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ مشر منبر لال کو وزارت میں کوئی جگہ ہی نہیں ملی۔ ہم امید کرتے ہیں کہ جدید وزرا اس سے عبرت حاصل کریں گے،

خوشحال آباد | یہ امر کس قدر عجیب افزا ہے۔ کہ ہندوستان کی سب سے بڑی اور عداوت ریاست حیدر آباد کو ان اپنے دشمن غیر تاجباد کے زیر قیادت ہر حیثیت سے قابلِ رشک ترقی کر رہی ہے۔ خوش قسمتی سے المحضر کو میزبان بھی ایسے نصیب ہوئے جن کی زندگی کا مقصد ایامِ مذہبی سے ریاست کے وسائل و ذرائع کو بہترین طریق پر نشوونما دینا ہے۔ ان میں آپ

کے وزیر اعلیٰ سرکرہ جید نواز جنگ کو ایک خاص درجہ امتیاز حاصل ہے جنہوں نے ریاست کے مالیات کو جید ترقی دی ہے اور نتیجہ یہ ہے کہ فصلی شے ۱۳ میں ۲۵ لاکھ روپیہ عطا اور دیگر خیراتی کاموں میں دینے اور ۳۸ لاکھ روپیہ غیر معمولی اخراجات کے لئے وقف کرنے کے بعد ۸۵ و ۸۶ لاکھ روپیہ فاضل نکلا ہے اس سال کو ہم ہر محاسبے کو خدائی کا سال کہہ سکتے ہیں اور تقریباً ہر ایک محکمے میں قابل قدر اضافہ ہوا ہے۔ مثلاً تحصیل راجمٹی میں ۵ لاکھ، آبکاری میں ۲ لاکھ، انیون اور گانچن میں ایک لاکھ، اسٹام اور جیٹیشن میں ۲ لاکھ اور ڈاکخانہ میں ۱ لاکھ اضافہ ہوا ہے اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ رفاہ عام کے کاموں پر حکومت نظام نے کفایت شماری سے روپیہ خرچ کیا ہے نہیں بلکہ پوری فیاضی سے کام لینے کے بعد اس قدر رقم خزانہ عامہ میں باقی رہی ہے، سال زیر رپورٹ میں ۱۶ ۸ لاکھ تصفیہ پر ۲۷ لاکھ طب پر، ذمہ داریات پر ۳۵ لاکھ اور ذراعت پر ۲۷ لاکھ اور عمارات اور سلسلہ آمد و رفت پر ۱۶ ۸ لاکھ روپیہ صرف ہوا ہے،

محفوظ نظام نے نہایت دانشمندی سے نظام مرگرنڈ سیٹ ریلوے کو خرید لیا ہے۔ جو اس سے پہلے ایک لینڈ کمپنی کے قبضہ میں تھی۔ یہ ریلوے انشاء اللہ ریاست کیلئے خاص فوائد کا موجب ہوگی۔ بہر حال ریاست مذکور کی مالی حالت ہر طرح قابل اطمینان ہے، اور ہم اس کے ترقی کے بعد دل خواہاں ہیں،

اعلیٰ حضرت کی اردو نوازی
دولت آصفیہ اردو کی جوش نثار اور پیشانی خدمت انجام دے رہی ہے وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔ حکم ترجمہ اور جامعہ عثمانیہ نے اردو کو علمی زبان بنانے کے لئے جو سعی کی ہے وہ اردو زبان کے عروج و ترقی کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیگی۔ اعلیٰ حضرت کی شانہ توجہ کی بدولت حیدر آباد میں عام طور پر اردو کا صحیح مذاق پیدا ہو گیا ہے۔ پنجاب جامعہ عثمانیہ کے متعدد تلمیذیافتہ نوجوان اردو کی خدمت میں معروف ہیں اور اپنی عمدہ تالیفات کے ذریعہ سے ملک کو فائدہ پہنچا رہے ہیں اور اعلیٰ حضرت کی مدرسہ سناسی کی بدولت حیدر آباد میں ہر علم و فن کے ارباب کمال اور شرفی و مغربی علوم کے تعلیم یافتہ اہماب کا ایسا مجمع موجود ہے کہ اس علمی فن کے اندر اردو دولت بلکہ اردو انٹیکلو پیڈیا کا کام خوش اسلوبی سے انجام دیا جاسکتا ہو، حال میں یہ سرت بخش خبر ملی ہے کہ اعلیٰ حضرت محفوظ نظام خداداد ملکہ کی شانہ توجہ سے وہاں اردو دولت کی تجویز منظور ہو گئی ہے ایک اخبار کا بیان ہے کہ سرکاری عہدتی صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو کو دس سال کے لئے ان شرائط کے ساتھ ایک ہزار روپیہ ماہوار کا انجمن دیا جائیگا کہ حکومت کو اس امر کا اطمینان دلا جائے کہ یہ علمی کام واقعی اس مدت کے اندر مکمل ہو جائیگا، جب مدت تیار ہو جائے تو وہ سرکار کی ملکیت منتقل ہوگی۔ اس مقصد کے لئے ایک لاکھ عن مرتب کیا جائے تاکہ دس سال میں حکومت کو نت کی تکمیل کا یقین ہو جائے، ناظم صاحب تعلیمات کے توسط سے کام کے متعلق سالانہ رپورٹ پیش ہوگی، تاکہ اندازہ ہو سکے کہ کام پروگرام کے مطابق ہو رہا ہے،

دست کی طباعت کے اخراجات حکومت کے ذمہ ہونگے، اور اس کا حق تعینت اور جملہ حقوق جامعہ عثمانیہ کے حق میں محفوظ رہیں گے،

قریش اوتھوق زراعت

سادت کرام اور شیریں میں بنی جی حیثیت سے کوئی تفاوت و تفریق نہیں۔ لیکن پنجاب میں سادہ جویدہ القریش میں بلا امتیاز اس کے کہ وہ کسی منفع میں کس قدر آباد ہیں اور انکی زراعتی حیثیت کیا ہے زراعت پیشہ قرار دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ پنجاب کے ہر منفع میں زراعت پیشہ تسلیم کئے جا چکے ہیں۔ لیکن قریش کو یہ مراعات حاصل نہیں، وہ باپنج چہرہ منافع میں ان حقوق سے محروم ہیں جس کی زراعت کی معاشی ترقی پر انوسٹنگ اور نقصان دہ طریق پر پڑی ہے، قریش کی کوئی ناسندہ جماعت نہ تھی جو حکومت کو اس فرد گزاشت کی جانب متوجہ کر کے حقوق کی حفاظت کرتے، چنانچہ انہی اہم فردیات کے لئے ”ذودہ القریش“ کا وجود عمل میں آیا اور اس نے اپنے ۲۹ جون کے اجلاس میں حکومت سے استدعا کی کہ وہ ان دو چار منافع پنجاب میں جہاں قریشی حقوق زراعت سے محروم ہیں زراعت پیشہ تسلیم کئے جائیں، چنانچہ حکومت نے اس بارہ میں ایک مراسلت نمبر ۲۱۳۳ مورخہ ۲۴ ستمبر سنہ ۲ کو جاری کی ہے اور ڈپٹی کمشنران سے دریافت کیلئے کہ کیا یہ قوم درانتا زمیندار ہے؟ اور کیا یہ ایک معروف قوم ہے؟ اور اپنے حقوق زمیندار محفل کرنے اور اراضیات کی خرید کے لئے زراعتی حقوق کا مطالبہ کرتی ہے؟

اس مطلب کا مراسلہ نمبر ۲/۲/۴۵ ۳۰۶ مورخہ ۲ اکتوبر کو کمشنر لاہور ڈویژن کی طرف سے بھی متعلقہ ڈپٹی کمشنران کے نام جاری ہو چکا ہے،

ذودہ القریش کی میم سائی پر ریٹائی کے اس زمانہ میں حکومت اس ضرورت پر توجہ مبذول کی ہے، اب اضلاع متعلقہ کے قریشی برادران کا فرض ہے کہ وہ اس کے لئے پوری پوری کوشش کریں اور اس موقع کو ناہتہ سے نہ دیں،

پنجاب ہی نہیں تمام دنیا کی مسلمان قوموں میں قریش ایک مغزز، معزز اور ممتاز قوم ہے، اور پنجاب کے تمام اضلاع میں بڑی بڑی ماگیروں اور اراضیات کی مالک ہے اور زراعت پیشہ تسلیم کیا چکی ہے۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ ان اضلاع میں انہیں حق حاصل نہ ہو

کافرئیں نے گزشتہ ۱۸ سال میں ۲۰ ستمبر سنہ تک تقریباً ۳۵ ہزار روپے تعلیم پر خرچ کیا ہے جس سے ۱۲۰ طلباء داخلہ تحصیل ہوئے جو کامیاب زندگی بسر کر رہے ہیں، ۳ وکیل، ۱۰ اسول انجینئر، ۲۲ گرجو پائٹ، ۴۰ ایم اے، ۶۱ انڈر گریجویٹ، ۴ بی ٹی ڈسٹریکٹ انجینئر، ۳۰ ڈسٹریکٹ

آل انڈیا مسلم کشمیری کافرئیں کی خدمات

۲ فارسٹ ریجر، ۱۰ ایگزیکٹو کسٹنٹ، ۴ سب کسٹنٹ سرجن، ۱ اسسٹنٹ سرجن، ۲ گنیلرہ، ۱ طبی کالج، ۳ ڈسٹریکٹ ٹریننگ اسکول، ۲ اور سیر، ۲ سب اور سیر، ۱۱ ایس اے دی، ۴ جے اے دی، ۱۳۹۱ کے لئے ۳ ہزار روپے کے وظائف، ۱۸ طلباء

کو دیئے گئے جو حسب ذیل تعلیم پاتے ہیں، ۲ سسٹنٹ سرجن، ۳ سب سسٹنٹ سرجن، ۲ وکالت، ۴ ایم اے، ۴ اسلامیہ ڈی کول، ۳ سینئر انسپکٹر، کافرئیں کی طرف سے کشمیر میں اس ابتدائی سکات دیات میں جاری ہیں۔ اس کافرئیں نے مسلمان کشمیری کی تعلیم و ترویج کے اندام میں ہی کسی حد تک کامیابی حاصل کی ہے، کافرئیں کی کوشش سے اب کشمیری قومیں پنجاب میں بھی اپنی ایک متعلقہ لائسنس

کی حد سے مل گئے ہیں، پنجاب کی برادری میں جو غیر شری روم جاری ہیں ان کے اندام کے لئے بہرکن کوشش کی جا رہی ہے، قریشی برادری کی مجلس

۱۱ اور سیر، ۲ سب اور سیر، ۱۱ ایس اے دی، ۴ جے اے دی، ۱۳۹۱ کے لئے ۳ ہزار روپے کے وظائف، ۱۸ طلباء

دعوتِ بیداری

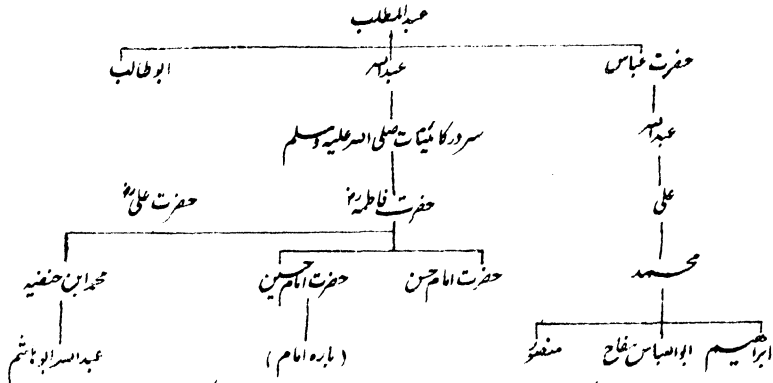
اے دینِ عشق! اے نظمِ جہاں کے رازدار آج کیوں بھٹ ہوئے ہے دینِ فطرت کے شمار
 دعوت و تبلیغِ حق تیرا ہے فرضِ ادیس گرم جولاں عرسِ عالم میں اے شہسوار
 کفر زارِ دھس کر ہے جو ایماں کی تلاش گلستاں بننے کو ہیں بے تابِ شت و کوہسار
 پھونکے ایوانِ باطل بَرَقِ اکالہ اللہ سے اویسِ حق پرستی کی بنا کر استوار
 ہمکنارِ ساحلِ مقصود ہونا سہل ہے جب ہوا کا رخ موافق ہو مقدر سازگار
 لطف جب ہے موج سے کشتی گریباں گیر ہو بحرِ بے پایاں ہو طوفانی، فضا تاریک و تار
 ہو اسی پیکار میں لذت کشِ جامِ بقا زندگی کی جان ہے غافل! یہ پیہم گیر دار
 اٹھ دکھا گم کردہ راہوں کو صراطِ مستقیم اک زمانے کو ہے میسر کارواں کا انتظام

طالبانِ حق کو اے ساقی صلائے عام دی

تشنہ کاموں کو مئےِ خمخانہٗ اسلام سے

ابو مسلم خراسانی

شجرہ نسب خلافت بنی عبدالمطلب



حکومت بنی امیہ امیر معاویہ کے عمن تہ برادر اعلیٰ سیاحی قنیت اور ان کے معاونین کی کوششوں و کارگزاری سے قائم ہوئی تھی۔ جن میں زیاد، عمر فارح، میر بن شعبہ خاص طور سے مشہور ہیں، لوگوں نے امیر معاویہ کی بیعت زیادہ تر تلوار کے ڈریار پر کے لاپس سے جو ان کو دیا جاتا تھا کی تھی۔ لیکن ان کا ولی مشا و اعتقاد یہی تھا کہ حق خلافت اہل بیت نبوی ہی میں،

جب امیر معاویہ کا انتقال ہو گیا اور ان کے یہ معاونین بھی ختم ہو گئے تو قریب تھا کہ حکومت امیر معاویہ کے خاندان سے چلے جاتی۔ جس کو عبید اللہ بن زیاد نے حضرت امام حسین اور ان کے خاندان کو مشہور واقعہ کربلا میں شہید کر کے اپنے خیال میں بچا لیا۔ یہ واقعہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اسلام میں یادگار رہے گا۔

جب یزید اور اس کا بیٹا معاویہ بھی مر گئے تو پھر قریب تھا کہ حکومت عبد اللہ بن زبیر کی طرف منتقل ہو جائے جو حرم میں تھے۔ لیکن مردان بن حکم نے اس کو سبٹالا اور سکی اولاد نے اپنے قبضہ میں رکھا۔ یعنی عبد الملک بن مردان اور اس کے بدولہ اور سلیمان و زبید و ہشام وغیرہ ہوئے، ہشام ۱۲۵ سال میں مر گیا تو دو سال تین خلیفہ ہوئے۔ آخر سلیمان میں مردان بن محمد جو حمار کے لقب سے تاریخ میں مشہور ہے خلیفہ ہوا اور اس کے ہی زمانہ میں جی عباس نے حکومت حاصل کی۔ بنی امیہ کا یہ خرف تاریخ اسلام میں مسلم ہے کہ ان کے زمانہ میں اسلامی ممالک میں خاص طور سے توسیع ہوئی۔ چنانچہ مشرق میں ان کی سرحد افغانستان تک اور مغرب میں اندلس و مراکو تک پہنچی ہوئی تھی،

انہوں نے سکے جاری کیے اور اس وقت کے مناسب مال ملک کا بہترین انتظام کیا۔ لشکر مفتوحہ ممالک کی حفاظت و بیدار فتوحات کیلئے تمام سلطنت میں پھیلائے۔ یہ سبب حسن انتظام و انصرام دولت و ثروت کی کثرت ہو گئی جس کی تاریخ شاہد ہے، لیکن آخر میں جیسا کہ عام قاعدہ ہے اس خاندان کے خلفاء بھی معیشت پرستی یعنی رشک و حد کھین کو دین منہک ہو کر امور سلطنت سے غافل ہو گئے جس کا آخر نتیجہ جیسا کہ حضرت کا قانون ہے ان کے آفتاب اقبال کا زوال ہوتا۔

خراسان والے بوجہ مذکورہ بالا کثرت سے دعوت عباسیہ کے دل سے طردار تھے اور ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ملک دار الحکومت سے بھی بہت فاصلہ پر تھا۔ خلفاء جیسا کہ چاہئے اس کا انتظام نہیں کر سکتے تھے،

یہی اسباب عباسیوں کی کامیابی اور خاندان بنو امیہ کے تباہی کے ہوئے،

ابو مسلم، ابو مسلم کا نام عبدالرحمن تھا۔ اس کے والدین موضع ماخوان خراسان کے علاقہ میں مرو سے ۴۰ کوس پر واقع ہے، ابو مسلم کا باپ موضع ماخوان اور قریب کے چند دیہات کا زمیندار تھا۔ وہ منہجی کی تجارت کیا کرتا تھا اور اس کے مویشی کو فزہ کا بازار میں فروخت ہوتے تھے،

ایک مرتبہ ابو مسلم کے والد کے ذمہ جو مالگذاڑی واجب الادا تھی وہ ادا نہ ہو سکی۔ حاکم شہر نے پایا۔ کہ گرفتار کر کے حاکم اعلیٰ کے پاس بھیجے، ابو مسلم کے والد کو یہی اس کی خبر لگ گئی۔ اپنی ایک لونڈی دشتیکہ نامی کے ہمراہ جس سے بے انتہا مانوس رہتا اور جیسا کہ طرطوف فرما ہو گیا۔ اس وقت یہ لونڈی حاملہ تھی۔ جب یہ لوگ رستان نامی موضع پر سے گزرے تو وہاں اتفاقاً عینی ابن معقل سے جو اس کا خاص دوست تھا ملاقات ہو گئی، وہاں چند دن آرام لینے کیلئے ٹھہر گئے، چونکہ سرفراز لونڈی کی بھاری سے بڑی دشواریاں پیش آتی تھیں اس لئے اسے عینی ابن معقل کے سپرد کر کے خود تنہا آذربایجان روانہ ہو گیا۔ اور وہاں پہونچنے کے ہونے ہی عرصہ بعد انتقال کر گیا۔ لونڈی عینی ابن معقل کی نگرانی میں رہی اور کچھ دن بعد اس کے بعض سے ابو مسلم پیدا ہوا جس کی تربیت اور پرورش عینی ابن معقل نے اپنی اولاد کی طرح کی۔ یہیں ہی سے اسکی عادات و اطوار میں ایک غیر معمولی ذہانت اور تدبیر کی جھلک نمایاں تھی جس کی وجہ سے عینی اس سے بہت محبت کرتا اور اسکی تعلیم و تربیت کا پورا پورا لحاظ و اہتمام رکھتا۔ لیکن زمانہ کہ ابو مسلم کی یہ فائزہ ابالی گوارا نہیں ہوئی۔ عینی اور اس کے بہائی اور بیس پر یہی سرکاری مالگذاڑی کا بھگیا۔ برآمد ہوا اور ان دونوں کو اس علت میں گرفتار کر کے اصفہان بھیج دیا گیا۔ وہاں سے خالد ابن عبداللہ انقرسی گورنر عراقین نے اطلاع ہوئے پر دونوں کو طلب کر کے کو فزہ میں منہ کر دیا۔ ان دونوں ابو مسلم عینی کے حکم سے دیہات میں وصول مالگذاڑی کیلئے گیا ہوا تھا۔ جب اسے انکی گرفتاری کا حال معلوم ہوا تو جس قدر غم و صول کیا تھا اسے فروخت کر کے اور اس طریق سے جو کچھ جمع ہو سکا وہ لیکر کو فزہ آگیا۔ اور عینی اور اور بیس سے جیل میں ملاقات کرتا اور ان کے احکام کی تعمیل کر مارتا۔

اسی دوران میں محمد ابن علی ابن عبداللہ کے نقباء کی ایک جماعت مذکورہ اصرار مقام کی تبلیغ کے لئے کو فزہ میں وارد ہوئی ان میں شیعہ جماعت کی اکثر معزز اور بڑے بڑے سردار شامل تھے۔ یہ لوگ عینی و اور بیس سے ملاقات کیلئے جیل میں گئے،

وہاں ان کی ابوسلم سے یہی ملاقات ہوئی، اور اس کی فرات درانی سے بہت متاثر ہوئے، ابوسلم نے بھی ان کی جانب ایک خاص کشش کی، اور محمد ابن علی ابن عبدالمد کی دعوت کی تفصیلات سے آگاہ ہونا چاہا۔ ان لوگوں نے اس دعوت کی تمام کیفیت بیان کی جس سے ابوسلم نے فوراً محسوس کیا۔ کہ مستقبل قریب میں یہ دعوت بہت زیادہ اہمیت حاصل کر لگی، چنانچہ وہ بھی ان لوگوں کا شریک کار ہو گیا اور ان کے ساتھ ملکر کام کرنے لگا۔ تھوڑے دن بعد یسعی و ابریس جیل سے فرار ہو گئے اور اب ابوسلم کا اس جماعت نقبہ کے سر او کوئی نمکنا نہیں رہا۔ کوفہ سے یہ لوگ مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہو گئے اور ابوسلم بھی ان کے ہمراہ چلے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ محمد ابن علی کا انتقال ہو گیا تھا اور انہوں نے اپنے بیٹے ابراہیم کے حق میں امامت کی وصیت کی تھی، یہ نقبہ امام ابراہیم کی خدمتیں حاضر ہوئے اور جس بزار شریفی اور دو لاکھ درم جہاں پیش کر کے وہاں ابوسلم کو بھی انکی خدمتیں پسین کیا۔ امام ابن ابی اس کی ہنشدی، فرات، ذات، اور قوت گویائی دیکھ کر نہایت عجب و حیرت ہوئے اور اسے اپنی خدمت میں رکھ لیا۔ اب ابوسلم امام ابراہیم کے کاروبار میں شریک ہو کر انکا مسادن خاص بن گیا اور جماعت نقبہ حضرت کریم گئی،

پھر عرصہ کے بعد پھر وہی جماعت اپنے کام سے امام کی خدمت میں واپس آئی اور خراسان میں دعوت عام کے قیام و اتمام کی غرض سے ایک ذمہ دار مستقیم شخص کی ضرورت ظاہر کی۔ اس میں مشورہ کیا گیا۔ امام ابراہیم نے کہا کہ میں نے اس خراسانی نوعوان (ابوسلم) کو اپنی طرح سے آزمایا ہے اور اس کے خیر و باطن کی کامل طور پر آزمائش کی ہے۔ میں سے ایک سنجیدہ اور کوشہ و قادر آدمی اور پرورش کار کن سمجھتا ہوں۔ میری رائے میں یہ اس کام کا سب سے زیادہ اہل ہے یہ کہہ کر انہوں نے ابوسلم کو طلب کیا اور اسے اس جماعت کا مستقیم اور ذمہ دار کر کے خراسان کی جانب روانہ کیا،

اس وقت حکومت بنی ہاشم کا آخری تاجدار مردان ابن محمد دمشق میں حکمران تھا۔ تمام ملک میں تسن و غارتگری اور فتنہ و فساد کا بازار گرم تھا۔ امرا و اعیان کی بنا پر ایک دوسرے سے بدگمان اور رشک حسد میں مبتلا تھے۔ ایک ہی خاندان کے افراد آپس میں معافی اور تقاضے سے محروم تھے۔ سلطنت کی بنیادیں کھوکھلی ہو چکی تھیں،

ابوسلم نے اس فرصت کو غنیمت سمجھا اور فوراً خراسان میں امام ابراہیم کی دعوت کا اعلان عام کر دیا۔ لوگ جدید انتظامی اور خانہ جنگی سے عاجز آچکے تھے، جو حق و شرک، دعوت و بدعت ہونے لگے اس وقت خراسان میں بنی ہاشم کی جانب سے بغیر ابن سبأ گورنر تھا۔ جب اسے معلوم ہوا تو اس نے فوراً دمشق میں خلیفہ کو ابوسلم اور امام ابراہیم کی دعوت کے متعلق اسکی کارروائیوں کو مطلع کیا۔ خلیفہ نے اس اطلاع پر گورنر کو لکھا کہ اس فتنہ کو خیر کو نہایت سختی اور کوشش سے جلد از جلد فرو کرنا چاہیے، ابوسلم کے متفقہ انتہائی جدوجہد سے کام لینا چاہیے، دوسری طرف مردان نے امام ابراہیم کو گورنر کے کر کے حراں میں قید کر دیا۔ اور قید ہی میں زہر دیکر ان کا کام تمام کر دیا۔ لیکن یہ تحریک اب کافی نشو و نما پا چکی تھی اور صرف امام ابراہیم کے خاتمہ سے ختم نہیں ہو سکتی تھی۔ ابوسلم اس کے بعد بھی مسلسل اپنے کام میں مصروف رہا اور برابر دعوت کو تقویت دیتا رہا۔

اب اس نے علی الاعلان حکومت کے خلاف فوجی نقص و حرکت شروع کر دی۔ اہل خراسان اس کے معین و مددگار تھے۔ انہوں

نے اس کارروائی میں نہایت چچی اور ہنہک کے ساتھ اس کا ہاتھ بٹایا اس نے ایک معقول اور منظم لشکر کے ساتھ اپنے مندر سے جنبش کی اور شہر میں پرتقبضہ کرتے اور ملکوں کو فتح کرتے ہوئے عراق کی جانب پیش قدمی شروع کر دی ،

اب ہرجب ابوالعباس اور منصور کو ان کے بھائی ابراہیم کی گرفتاری کا علم ہوا تو وہ نہایت ہراساں اور خوفزدہ ہوئے اور فرما ہو کر کوثر چلے آئے ، ان کے ہمراہ اعزہ و اقربا کی ایک کافی جماعت بھی کوثر آگئی ، وہاں ان کے ہوا خواہوں نے تسلی بخشی کی اور انہیں پوشیدہ کر دیا ،

اب ابوسعلم اپنے لشکر کے ساتھ عراق میں داخل ہو گیا اور کوثر پہنچ کر ابوالعباس و منصور کی محفی پناہ گاہ میں ان سے ملنے گیا۔ ملک کے اندر جا کر ابوسعلم نے سب سے پہلے یہ سوال کیا کہ تم میں حارثہ کا فرزند کون ہے۔ منصور نے ابوالعباس سفاح کی جانب اشارہ کر کے کہا کہ یہ ، ابوالعباس کی والدہ کا نام حارثہ تھا۔ ابوسعلم نے سفاح کو سلام کیا اور خلافت پر بدیدہ تبریک پیش کیا۔ اب ابوالعباس نے علی الاعلان دعوت خلافت دی اور مسجد میں جا کر خطبہ پڑھا۔ یہ واقعہ مسلسل آٹھ ماہے اور یہ خلافت بنی امیہ کا آخری اور دولت عباسیہ کا پیمانہ شمار کیا جاتا ہے ، اس واقعہ کی ابتداء مروان اور سفاح کے درمیان ایک فیصلہ کن معرکہ پر ہوئی جس میں مروان بنی امیہ کے اکثر امراء کے ساتھ قتل ہوا اور شاہان بنی عباس کے لئے مسند خلافت خالی کر دی۔ ہم اس واقعہ کی تفصیلات بخوف طوالت معذور نظر انداز کرتے ہیں : (باقی ملاحظہ)

ایک منحوس تاریخی ہیرا

ہزار فی من آغاخان کی زنجیری جگمگ کی خطرناک بیماری کو ایک الماس کے اشوات بدر پرمحول کیا جا رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب آغاخان نے اپنی بہن کو یہ الماس بدیہ پیش کیا تھا تو فسقہ آسنلیہ کے بعض پیروں نے پیشگوئی کر دی تھی کہ یہ ہیرا جگمگ کے لئے منحوس ثابت ہوگا ، کیا یا اس کا اس کے اصل مالک کے پاس رہنا ضروری ہے ، چنانچہ جیسے جگمگ آغاخان کو یہ ہیرا ملا ہے اسی محنت بھی نہیں ہوتی ، یہ ہیرا تیسری صدی کے آخر میں سحر خیز کے گناہ سے دستیاب ہوا تھا کہا جاتا ہے کہ یہ ہیرا آخوالے واقعات کی پیشگوئی کرنے کا اہلیت رکھتا ہے۔ کیونکہ ایسے مواقع پر اس کا رنگ تبدیل ہو جاتا کرتا ہے جس ہیرے کے نیچے دعائیں مانگی جاتی ہیں جن کا طریق یہ ہوتا تھا کہ سو لہترہ سال کی ایک لڑکی اس ہیرے کے نیچے جو محراب کے ساتھ لٹکتا رہتا تھا جس کے نیچے قاتلوں کا حاکم اعلیٰ بیٹھا کرتا تھا جیتی اور اس کا جبہ چہرے کے سوا کپڑوں سے ڈانک رہا جاتا تھا۔ لڑکی اپنے کپڑوں منہ کر کے ہیرے کو لٹکتی تھی اور لوگ سجدہ کرتے تھے ، جب قاتلوں کے اس بادشاہ کی طاقت تباہ ہو گئی تو یہ ہیرا درشت آغاخان کے قبضے میں آ گیا۔ اس ہیرے کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ آسنلیہ کے امام ہی کو رہن آتی ہے اور کسی اور کے پاس پہنچ جائے تو اس پر مصائب نازل ہو جاتے ہیں :

برقم تیش

کرمی قریبی محمد زین العابدین صاحب فاروقی اسٹنٹ انکسٹرا نے ایک گرامی نامہ میں اپنے ہونا بخت جگر کی وفات کی اطلاع دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اگرچہ طمانت کی مجبوریوں اور غریزوں کی تکالیف کی وجہ سے "مذہ القریش" کا زریعہ تاخیر سے بھیج رہا ہوں، لیکن یہ میری غفلت ہے کہ آپ کو انتظار کی زحمت ہوئی۔ لہذا اس بات پر میں اپنے آپ کو براہوار جہانہ کرتا ہوں اور پانچ کی بجائے چھ روپے بھیجا ہوں، میں قومی کام کے لئے سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہوں، میری ہر وقت یہی دعا ہے کہ افسر پاک صدر رسول پاک ہمارے مذہ کو نادر رسالت رکھے اور عروج و مستنزل مقصد کو جلدی پہنچے، آپ صرف بہت کرتے ہیں کامیابی اللہ پاک ضرور دے گا۔ اگر سبائی صرف نماز کے پابند ہو جائیں تو دینی و دنیوی کامیابیاں ہمارے قدموں میں ہونگی۔

آپ نے اپنے پہلے کتبہ میں چندہ محمدی غیر سالانہ کی بجائے ہر سالانہ ارسال کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن اس خط میں چار روپے سالانہ یا آٹھ روپے ماہوار ارسال کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ سالانہ رواں کا ہر چار روپے بذریعہ سی آر ڈر محمدی ۱۸۶۵ روپے وصول ہو گیا ہے۔ یہ خط مذہ القریش کے اجلاس میں پڑا گیا۔ حاضرین طلبہ نے آپ کے اس وعدہ سے جو آپ کو غریز کی وفات سے پریشان آیا ہے نہایت رنج و اندوہ کا اظہار کیا اور قرار دیا کہ بذریعہ القریش اظہار مجددی کیا جائے۔ دعا کی گئی کہ خدائے برتر و اکبر ان ہمدردان قوم کو چشم فرخ سے مامون و معصون رکھے اور انھیں اسم ابدل عطا کرے اور وہ آپ کی آنکھوں کا نور بنائے۔ لیکن مذہ آپ کی اس قومی ہمدردی کا جواب دینے قومی کاموں کے لئے چھ روپے سالانہ کی امداد سے فرما لیں ہے قادر و عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ خدام الحسن العزیز، محمد طیف سکرری۔

محرم مولانا رفیع احمد صاحب فاروقی تحریر فرماتے ہیں کہ "القریش" کی قومی مذاہات کا میں دل سے معترف ہوں، ایک سبب جس اور برسوں نہیں صدیوں کی سوئی ہوئی قوم کو بیدار کیے کا شاہراہ میں برائے میں جو سماجی جیلہ اس نے انجام دی ہیں وہ کسی طرح نظر انداز کرنے کے قابل نہیں، اور مذہان قوم اور اصلاحی امور سے دلچسپی لینے والے حضرات کا فرض ہو یا جاسکے کہ وہ اس قابل قدر قومی جریہ کی عملی مڈ کریں، اور اس کا طریقہ صرف یہ ہے کہ اس کی توسیع اشاعت میں تاجدار اسکان کو شش بجاؤ، دو خرداران کی مینت میں اپنی گروہ سے مینٹ کر نیکی علاوہ تین خدیار بھی پیش کرنا ہوں ان کی مینتیں بذریعہ وی پی دسول کریمائیں، ناظرین القریش میں سے صرف پچاس حضرات کی خدمتیں میری برادر ہیں ہے کہ وہ دو دو خرداران کی مینت اپنی گروہ سے ادا کر کے غیر متعلقہ حضرات کے نام القریش جاری کر لیں یا دو دو خدیار بھیجیں گے۔ خرداران القریش کی حوصلہ افزائی کریں، اس سے رسالہ کے ناظرین میں ایک سو نئے خرداران کا اضافہ ہوگا اور دائرہ اثر بڑھے گا۔ امید ہے کہ میری یہ اپیل نایاں ناچانگی، محرم ہمدردان دیگر اقوام کی جہد پر نظر ڈالیں گے تو انہیں مستحکم ہو جائیگا۔ کہ وہ اپنے قومی جہاد کی کس کس زرائع سے امداد کر رہے ہیں اسی قومی اعتبار و تامل

کی ترقی خالصہ قوم کی ذاتی ترقی ہے، لہذا اس سے کسی طرح سے بھی دریغ نہ کرنا چاہیے، خدا میں تو فیض عطا کرے، آمین (ہم آپ کی اس توجہ و زانی کے بدل میں شکریں، ایڈیٹر)

مسید غلام حسین صاحب علوی الدہلوی سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "القریش" مطبوعہ ستمبر میں صفحہ ۳۲ پر کے ایک نوٹ کی مصلحت سے یہ معلوم کر کے کہ "مذہبہ القریش" نے برادری کے مابین الشریعہ امور کے تفسیر کے مسئلہ کو بھی اپنے اثہ میں لے لیا ہے اور پچائیت سسٹم کے زمرہ سے قومی مقدمات کا مفید مشعر کر دیا ہے جو درست ہوئی، اتحاد و یکسانیت اور اس کے بعد اعتماد و بہروسہ، یہی وہ باتیں ہیں جو ایک سلیبی ہوئی برادری اور قوم میں ہونی چاہئیں، بجز امر کہ آپ کی مساعی سے قریش میں یہی خوبیاں پیدا ہونے لگی ہیں، اور نہ کہاں قریش ایسی خوب پسند قوم اور کہاں باہمی تنازعات کو بوجہ حسن سلوک کے کیلئے متصادم طوائف کا ملکہ ٹھیکنا،

اس سادات بزرور باز و نصیت تانہ بخشہ خدا سے بخشندہ

اسرار و سرسبحانہ شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے "قریش" کی اصلاح کا ذریعہ "القریش" بنا دیا اور اس کی حیات ابدی کا سہارا حصول نظام خدا نہیں اپنے حفظ میں رکھے، بن گئے، اللہ الحمد!

(القریش بفضل خدا اپنا فرض انجام دے رہا ہے، افراد قوم اگر اپنا فرض محسوس کریں تو

وہ کون سا عقد و سہ ہے کہ وہاں نہیں سکتا (ایڈیٹر)

محترم قاضی فیض رحیم صاحب فاروقی، قریبی دوست محمد صاحب (۱۱۵۵ھ) کے مراسلہ مطبوعہ القریش ماہ جنوری سنہ ۱۳۸۷ کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "تاریخہ الشیوخ" نامی کتاب جس میں تاریخوں کے احوال و نسبت کا اظہار کیا ہے میری نظر سے نہیں گزری اس لئے اس کے متن و بیچ کے متعلق فی الحال میں کچھ نہیں کہہ سکتا، لیکن حال میں حکیم محمود صاحب عباسی کی پُر از معلومات تالیف "تاریخ احمدیہ" میری دیکھنے میں آئی جس میں ہندی مسلمان اور عرب نژاد کی "کے عنوان سے ایک علیحدہ باب مختص کیا گیا ہے اور اس میں قابل ملاحظہ قاتلی اور نوزبات وغیرہ اقوام کے نسب کے متعلق تحقیق و تدقیق سے کام لیا ہے۔ اس لئے اگر قریبی صاحب موصوف تاریخ مذکور از صفحہ ۲۱۴ تا ۲۵۹ ملاحظہ فرمائے گی تکلیف گوارا کریں۔ تو ایسے کہ ان کا دعا سے پورا ہو سکیگا۔

۲ نومبر سنہ ۱۳۸۷ بجے دن دفتر القریش میں قریبی محمد عسکری صاحب رونق کی صدارت میں خاص اجلاس منعقد ہوا۔ اگر کوئی ممبر کے ماسوا عام ممبران ہی شریک جلسہ تھے، چونکہ "مذہبہ القریش" کے اجلاس منعقد ۲۹ جون کے پاس کردہ رد و لیونش و بارہ عقور زماحت کے متعلق حکومت نے مسئلہ جنابنا شریعہ کو دی ہے اور مسئلہ اضلاع کے ڈپٹی کمشنر صاحبان کی خدمت میں مرسلین موصول ہو چکی ہیں۔ اس لئے اسی مسئلہ پر بحث شروع ہوئی، کال الیک گنہٹ کے عزیز و محرمین کے بعد قرار پایا کہ چونکہ سالہ بنائے، ہم ہے اس لئے مزید غور و خوض کے لئے، آئندہ اجلاس میں پھر پیش ہو اور اس عرصہ میں اضلاع متعلقہ سے خط و کتابت کی جائے اور حکام اضلاع کو توجہ دلائی جائے کہ وہ اس معاملہ میں خاص توجہ و زانیہ لیں، اس کے بعد تنظیم برادری کو مسئلہ میں ہوا ایک مسودہ پیش کیا گیا۔ جلد ممبران نے اس ضرورت کا احساس کرتے ہوئے بالالفاظ انہما پسندیدگی کیا۔ چونکہ سہ ماہ جس پر برادری کو پابند ہونا لازم ہو گا کی بعض خفا

قابل ترسیم اصلاح قرار دیگیں اس لئے اس غرض کے لئے یہ سوره حکیم شہاب الدین اور مفتی محمد علی صاحبان کے سپرد کیا گیا کہ وہ بعد اصلاح آئندہ اجلاس میں پیش کریں، تنظیم اور اصلاح کی ابتدا چونکہ مصلحین کے گہرے ہوا کرتی ہے اس لئے قرار پایا کہ اس کے پاس ہونے پر فوراً عمل شروع کر دیا جائے اور بدیش عام باوری کو دعوت دیجائی،

”مذودہ القرین“ کی طرف سے عنقریب ایک سرگرم کارکن اصلاح کے قریبی حضرات کی خدمت میں ارسال ہوگا جن کے لئے راضی حقور کا مطالبہ کیا جا رہا ہے لہذا ان کا فرض ہوگا۔ کہ وہ اس کے مشق اپنی اسکانی کوششیں عمل میں لانے سے دریغ نہ کریں،

”مذودہ القرین“ بذریعہ قومی خدمات انجام دینے کا تہیہ کیا ہے، سرمد اس کے سامنے ”حقون زراعت“ اور ”تنظیم دوام“ کام ہیں۔ ان کی انجام دہی میں اگر کین مذودہ مجاہدہ براہونیکے بعد کسی دوسری ضرورت کی جانب متوجہ ہونگے لیکن ہے کہ عملی کام کے اس اہناک میں عام کام اور عام اجلاس نہ ہو سکیں۔ اس لئے اس خاموشی کو تاہل اور عدم کارکردگی پر مجبور نہ کیا جائے۔

جن برادران قرین کے ذمے مذودہ القرین کا چاندہ واجب الادا ہے اور خطوط مطالبہ ہی لکھے گئے ہیں، وہ دہرائی کر کے برپسی ڈاک اپنی اپنی ذمگی پر رقم بھیجا کر مشکور کریں اور یاد دہانی کا انتظار فرمائیں، چیف سکرٹری،

محترم قریبی محمد مختار صاحب دیکھ کر فرماتے ہیں کہ قاضی فیض حسین صاحب فاروقی کی خدمات جلیلہ کے شکر یہ میں مذودہ القرین کے افتتاحی اجلاس منعقدہ ۲۹ جون سنہ ۱۹۷۱ء میں آپ کی خدمت میں ایک طوائف تمہد میں کرنے کا زور بمیشن پاس ہوا۔ اس فنڈ میں جو رقم بوقت اجلاس جمع ہوئی وہ قاضی صاحب نے قومی فنڈ کی نذر کر دی، اور محترم مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی مدظلہ نے یہ تمہد اپنی گزشتہ تیار کرنا کر قاضی صاحب کو بھیجنا کا وعدہ فرمایا۔ لیکن اس وقت تک معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ تمہد قاضی صاحب کو پہنچ چکا ہے یا نہیں، اگر پہنچ چکا ہے تو خیر اور اگر نہیں تو سیکر جنرل میں اسے ایک مختصر سے اجلاس میں قاضی صاحب کو پیش میں کیا جائے۔ تو حاضرین کو قومی خدمات کا شوق ہو، میرے ان الفاظ کو بذریعہ القرین جناب صدر تک پہنچا دیں مشکور ہوگا۔ دغذہ ابھی تک قاضی صاحب کی خدمت میں پیش نہیں ہوا۔ امید ہے کہ جناب صدر کو تیار کرنا اپنی رائے پر عمل کرنے میں احتراز ہوگا یا نہیں؟

اکتوبر کے ہینس میں میرا فیڈر کی وجہ سے گھر میں اس مذہ تکلیف رہی کہ رسالہ کی ترتیب کا موقع ہی نہ مل سکا۔ ہیں انڈس ہے کہ اجاب کو القرین کی انتظار کی زحمت ہوئی۔ جو بائیں انسانی حیطہ امتداد سے باہر ہوں اس کی شکایت ہی کیا۔ تاہم ہم ناظرین کرام سے اس فرنگداشت کے لئے جو اکتوبر کا افرسٹ شائع ہونے سے ہوئی ہے، عذرا خواہ ہیں۔ امید ہے کہ وہ ہمیں مجبور و معذور سمجھ کر غلط انداز کر دیں گے، ایڈیٹر،

قومی کا مقام ہے کہ ”مذودہ القرین“ کے سرگرم رکن قریبی محمد منیم صاحب نائب صدر قانگو، اپنی خداداد قابلیت کی وجہ سے صدر قانگو منتخب ہوئے ہیں،

جن برادران قرین کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہو گیا ہے، وہ اپنا اپنا رزچندہ بذریعہ قومی ادور بھیجا کر مشکور کریں، ورنہ وہی پی وصول کرنے کے لئے تیار ہیں، منیر،

حضرت ابو حازم کی

آپ ایک بزرگ کامل اور صاحب کرامت تھے، نہایت با اخلاص و پرہیزگار تھے۔ سجادہ سے اور شاہدے میں نفیذ لشال اور ذمہ و تعویفی میں مدد و انگیز تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ بہت سے مشائخ کے پیرو تھے اور بزرگان تابعین میں سے تھے آپ کو بہت سے صحابہ کرام و زین عفرہ انس بن مالک و ابو ہریرہ وغیرہ سے ملاقات کا اتفاق ہوا تھا۔ ایک دفعہ ہشام ابن عبدالملک نے حضرت سے دریافت کیا کہ وہ کیا چیز ہے جس کی بدولت ہم اس سلطنت سے نجات حاصل کریں، آپ نے جواب دیا کہ درہم جو کہ تو وصول کرے، ایسی جگہ سے وصول کر کہ وہاں سے لینا جائز و حلال ہو، ورنہ ایسی جگہ میں خرچ کر کہ وہاں اس کا خرچ کرنا جائز و حلال ہو، ہشام بن عبدالملک نے کہا کہ ایا کون کر سکتا ہے آپ نے فرمایا کہ وہی جو دوزخ سے دور رہنے والا اور بہشت کا دھوونڈنے والا (اور خدا سے رحمت کی رضا کا طالب ہو)۔

آپ لوگوں سے بالکل بے نیاز تھے۔ چنانچہ آپ کی بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ اخیر تہہ ایک قصاب کی دوکان کی طرف سے آپ کا گندہ ہوا اس وقت دوکان میں گوشت فروخت ہوا تھا۔ آپ کی نظر اس گوشت کی طرف جا پڑی۔ اس موقع پر قصاب نے جو کچھ کہا اور آپ نے جو کچھ جواب دیا، حقیقت قابلِ مدح و عبرت ہے،

قصاب: اے گوشت بہت ہی خیر ہے، ابو حازم، میرے پاس پیسے نہیں ہیں، قصاب! میں کچھ مہبت پر دیتا ہوں جب پیسے ہوں ورنہ بیچے گا۔ ابو حازم! میں اپنے نفس کو مہبت پر راضی کر دینگا۔ قصاب! اسی لئے تو آپ کی بی بی ہڈیاں نکل آئی ہیں، ابو حازم، قریب کے گیزوں مکڑوں کے لئے یہی کافی ہے،

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے حج کا ارادہ کیا اور جب بندہ پہنچا تو حضرت ابو حازم کی مکے پاس گیا۔ میں نے آپ کو سوتا ہوا پا کر بڑی دیر صبر کیا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو آپ مجھ سے فرماتے گئے کہ اس وقت میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے۔ کہ آپ نے منہ سے لئے مجھ کو پیغام دیا ہے کہ اپنی ماں کے حقوق کی نگہداشت کرو۔ منہ سے لئے یہی پیغام ہے۔ پس اب تم ٹوٹ جاؤ اور اپنی ماں کی راضی و خوشنودی کے طالب رہو وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں وہاں سے واپس چلا آیا اور مکہ معظمہ نہ گیا۔

کسی شخص نے حضرت سہیل قسریؒ سے عرض کی۔ کہ حضرت رات چور میرے گھر میں گھس آئے اور تمام مال و دولت اور ساز و سامان اٹھا کر لے گئے، ایک ہائی بھی نہیں چور گئے، آپ نے فرمایا کہ خدا کا لاکھ لاکھ شکر کہ مال و دنیاوی مال و دولت کو لیتے، اگر کس شیطان بڑے دل کے اندر گھس کر تیرے ایمان و اسلام کی دولت پر ڈاکہ ڈالتا اور سب کچھ چھین کر لے جاتا تو تو کیا کر سکتا تھا۔ شکر کر کہ حقیقی دولت پر خیریت گزری اور اب تک تو اس سے مالا مال ہے،

قصر الزہرا

از نقش و نگار در دیوار گشتہ آثار پدید است ہذا عجم را

عظمت ماضیہ کی ان غیر فانی یادگاروں میں جو بقائے دوام کا ناچ حاصل کر چکی ہیں، قرطبہ کا قصر الزہرا ایک خاص ہیئت رکھتا ہے اس کی شان و شوکت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس وقت کے مبصرین فن نے متفقہ طور پر اسے دنیا کے اسلام کی سٹیلر و بیدیل عمارت تسلیم کیا،

اس عجیب و غریب عمارت کا بانی اندلس غنی کا اموی خلیفہ امیر المؤمنین ابوالمعز عبد الرحمن الناصر الدین الہ تھا۔ جو سلسلہ خلافت میں اندلس کا آہٹواں تاجدار اور اپنے نام کے لحاظ سے تیسرا عبد الرحمن تھا۔ یہ شہزادہ محمد بن عبد الصمد کا بیٹا تھا۔ جو ایم و لدیہ ہی میں اپنے باپ سے باغی ہوئے عیسائیوں سے ساز باز کرنے اور ابن حفصوں کے ساتھ ملکر مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے جرم میں ماخوذ ہو کر قید کی حالت میں فوت ہو گیا تھا۔ کہنے ہیں کہ بیٹے کی وفات کے بعد امیر غریبہ کی نگاہ جو ہر شے اس سے سلطنت کے لئے اپنے پوتے عبد الرحمن کو منتخب کیا اور اس کی تسلیم و تربیت کے لئے ملک کے قابل ترین علماء اور اہل کمال کی خدمات حاصل کیں، عبد الرحمن نے اپنے فطری رجحان اور طبعی ذہانت کی بدولت اس میں اس قدر انہنگ سے حصہ لیا کہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اس میں وہ تمام خوبیاں پیدا ہو گئیں۔ جو تربیت کے ذریعے کسی کو دینا نہ سکتی ہیں،

۵ ربیع الاول ۳۵۰ھ کو امیر عبدالصمد نے داعی اجل کو لبیک کہا جس کے بعد عبد الرحمن تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا اس وقت اس کی عمر اسی سال تھی مگر اس کی تاج پوشی سے جو خوشی ملک و محلہ میں سنائی گئی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ نہایت ہر دلعزیز تھا اور اس کا انتخاب نہایت صحیح ہوا تھا ایک شاعر نے اس موقع پر کیا خوب کہا ہے،

بدل الہلال جدیداً و الملك عصف جدید : بالغتہ اللہ زیدی : ان کا نیک ہونے

ان کا نیک و اللعوم فطر نافت للدهر عسید

عبد الرحمن سے پیشتر ہوا امیر کے تمام تاجدار سلطان یا امیر کے خطاب سے مخاطب کئے جاتے تھے مگر اس نے تخت پر بیٹھے ہی اپنی طاقت اور بڑی عباس کی کمزوریوں کا اندازہ لگا کر صمد سے اپنے لئے خلیفہ کا خطاب اختیار کیا اور ہر امیر و وزیر بن کر اپنا لقب الناصر الدین امیر مقرر کیا۔

عبد الرحمن الناصر الدین صمد فہم و فرمت کے ساتھ زبور حسن سے ہی آراستہ تھا۔ تمام ملک میں اس کے حسن و جمال کا شہرہ تھا۔ وہ معاملہ فہمی میں صمد سے دو بار میں اپنا جواب نہ دیکتا تھا اور سچا سنا نہ کرتوں میں تو اس کی یہ کیفیت تھی۔ کہ بڑے

بڑے ترمذی اور بیادرسہ دار اس کا ادا ملے تھے ، وہ ناز گزیر امیر سیاحی کو نہایت آسانی اور کامیابی کے ساتھ اس طرح سنبھال لیا تھا کہ بیسہ بڑے مدبر حیران رہ جاتے تھے ، اس کی ماں ہاریدہ ایک مغز عیائی خاندان کی خاتون تھی ، اس جلیل القدر بادشاہ نے چند ہجینوں کی عنایت کے بعد رمضان المبارک سن ۳۵۷ھ کو سر شنبہ کے روز بقیہ برس کی عمر میں سلاطنت اختیار کیا۔ اس کی مدت حکومت پچاس برس چہرہ مہینے اور تین دن رہی اور گو اس کی زندگی کا بیشتر حصہ ملکی فتوحات اور خوشحالی میں گذرا ، مگر اس کے دیگر مشہاد کارنامے ایسے ہیں کہ کوئی اور بادشاہ سر برس اطمینان کے ساتھ حکومت کرنے کی صورت میں بھی پیرن نہیں کر سکتا۔ مشہور عالم مورخ دوزی کا بیان ہے کہ۔

”بنو امیہ کے ان حکمرانوں میں جو انہیں کے تخت پر جلوہ نگیں ہوئے سب سے پہلا درجہ حقیقت میں عبدالرحمن الناصر الدین الصرکونیا جانیے ، اس نے اپنی حکومت سن ۳۳۵-۳۵۷ھ کے دوران میں جو کارنامے کئے ، وہ دوسرے معجزے تھے ، جس وقت اس نے سلطنت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی تھی ، اس وقت تمام ملک فقہ و فساد اور جنگ و جدل کے شعلوں میں بیڑک رہا تھا۔ فرقہ کی بادسوم ہر طرف منڈلا رہی تھی ، طوائف المدکی کی گرم بازار تھی ، شامی مباحیوں کے حلوں کے لئے تمام راستے کھلے تھے اور قریب تھا کہ افریقہ اور یونان کے باشندے اسے اپنا لغتہ تر بنائیں لیکن عبدالرحمن نے تمام کارڈوں اور مواقع کے باوجود نہ صرف انہیں کو بیڑی حلوں سے بچایا۔ بلکہ اندرونی فتنوں سے بھی پاک صاف کر کے اسے پہلے سے زیادہ مضبوط اور مستحکم کر دیا۔ اس نے اندرون ملک میں اس زمانہ قائم کر کے بیرونی ممالک میں اس کی عظمت کا ڈھنگا بجا دیا ،

اس کے بادشاہ ہونے سے پیشتر خزانہ عامہ تقریباً خالی پڑا تھا ، مگر اس کے وقت میں شاہی محاصل کی سالانہ مقدار ۴۴۵۰۰۰ سکے طلائی تھی ، جس میں سے ایک تہائی خرچ کرنا تھا ، ایک تہائی میں انداز اور باقی ماندہ رقم اپنی تعمیرات میں صرف کرتا تھا۔ حساب لگایا گیا ہے کہ سن ۳۵۷ھ میں اس کے خزانہ میں دو کروڑ سکے طلائی موجود تھے ، چنانچہ ایک سلج کے نو ماہر لایات بھی تیار کیا گئے تھے کہ اس زمانہ میں ناصر الدین احمدی والے انجیرہ اور عبدالرحمن الناصر الدین احمد دنیائے مالداترین بادشاہ تھے ،

کاشکاری صنعت و حرفت اور علوم و فنون سب عروج پر تھے ، قرطبہ کی آبادی اس وقت پانچ لاکھ نفوس پر مشتمل تھی تین عظیم الشان مساجدیں ، کئی خوبصورت محلات ، لاکھوں مکانات اور ہائیس باغات اس کی زیب و زینت کا باعث تھے ، اگر وہ دنیا کے کسی شہر سے کسی بات میں کم تھا تو وہ عروس البالد و بغداد تھا۔ عبدالرحمن کی طاقت بھی خوب بڑی ہوئی تھی۔ ایک عظیم الشان بیڑے کے ذریعے وہ بحیرہ روم میں خلفائے طاغیہ سے لڑنے کیلئے ہر وقت تیار رہتا تھا۔ اور سب سے پر قبضہ کر کے اس نے مراکش کی کئی اپنے قبضہ میں کر لی تھی ایک زبردست فوج کے ذریعے جو غالباً اس زمانہ کی بہترین فوج تھی وہ شمالی عیسائیوں کی پیش قدمیوں کو روکے ہوئے تھا۔ دنیا کے مغز ترین بادشاہ اس کی

دوستی کے خواہاں تھے، قسطنطنیہ کے قیصر جی فرانس اور اٹلی کے بادشاہوں کے سفیر اس کے دربار میں حاضر ہوا کرتے تھے، یہ کارنامے یقیناً ہنات شاہدار میں۔ لیکن جو چیز سب سے زیادہ حیر العقول ہے وہ ان کارناموں کو انجام دینے والے کا اپنا وجود ہے، یہ اسی عجیب و غریب آدمی کا کام تھا کہ اس عالی نظری سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہ تھی۔ وہ ہر امر کی جزئیات تک سے واقف تھا۔ اسی وجہ سے وہ سلطنت کے عقدائے داخل و بیرون میں حل کر لیتا تھا یہ ہمشاہار اور قابضین شخص جس نے مرکزیت قائم کی جس نے ملک و قوم میں اتحاد و یکجہتی کا بیج بویا۔ جس نے دوسری حکومتوں سے تعلقات پیدا کر کے سیاسی توازن برقرار رکھا۔ اور جس نے اپنی دوا دلائی اور آواز دہلی سے دیگر مذاہب کے پیروؤں کو بھی اپنا مشیر بنانے میں دریغ نہ کیا۔ اگر انصاف کی نظروں سے دیکھا جائے تو یہ زمانہ وسطے کا ایک مطلق انسان خلیفہ ہی نہیں تھا، بلکہ دور حاضر کا ایک مستوری بادشاہ تھا۔

امیر المومنین کو تعمیرات سے خاص شغف تھا۔ چنانچہ قریبہ بیس اسی صدی امانیوں تعمیر کرائیں، لیکن اس کے سوا اور الوالفری نے اپنا پورا زور اس وقت رکھا یا۔ جب قریبہ کے شمال مغربی گوشہ میں سیرامونیا کے دامن پر دریا بخاندہ سے تین میل دور اس نے قعر الزہرا کی بنیاد رکھی۔ اس قعر کے بنا کی روایت بھی ہنات و کسپ ہے، چنانچہ مسلمان مورخین کا بیان ہے کہ اس خلیفہ کے حرم میں ایک ہنات و دشمنہ یعنی کنیز رکھی تھی۔ اس کی تنہائی کو اس کی دولت کسی دہی کام میں صرف ہو چنانچہ اس نے مرتوت قعر امیر المومنین سے یہ خواہش ظاہر کی کہ اس کا تمام ترکہ مسلمان قیدیوں کے فدیہ میں خرچ کیا جائے، خلیفہ نے اس کی وصیت کے مطابق تمام عسائی سلطانین کے پاس اپنے قاصد بھیجے، مگر کسی کے پاس کوئی مسلمان قیدی نہ ملا اس پر ایک اور کنیز رک نے جو غرور رکھتا تھا قعر امیر المومنین سے ہنات مانوس تھی امیر المومنین کو یہ مشورہ دیا، کہ اس روپیہ سے ایک ایسا محل تعمیر کیا جائے جو شان و شوکت میں اپنا جواب نہ دے کہ ہاں بادشاہ کو یہ بات بہت پسند آئی، لیکن یا کہ اسے رستم کے علاوہ اس کا ایک ہناتی روپیہ خزانہ شاہی سے بھی لایا جائے جو میں لاکھ بناتا تھا۔ چنانچہ اس ہزار ہزار اور ہناتیں ہزار ہزار بادشاہ کی خاطر اس کام پر فوراً لگا گئے۔

قعر الزہرا کی بنیاد ۵۵۷ء میں رکھی گئی، اس روز سے آخر دن تک روزانہ چھ ہزار سلیس آتی رہیں جو ہنات و دشمنی سے تراشی ہوئی تھیں۔ فرنی سلیس اور دیگر مصالح ان کے علاوہ تھا۔ مورخین نے اس سالے، اس کی قدر و قیمت، کاریگری کی قیمت اور ان کی مزدوری وغیرہ بھی کہہ کر بیان کی ہے اور اس میں کلام ہی نہیں کہ یہ تمام ہنات و کسپ کا رتہ اور کسپ ہیں۔ کہہ کر آج اگر ان کی تفصیل موجود نہ ہوتی تو یہ سب کچھ مبالغہ پر محمول کیا جاسکتا تھا۔ مگر ہم اس خیال سے کہ یہ طالع ہرگز ان نہ گزرتے مختصر اسے درج ذیل کرتے ہیں،

اس قعر کے نقشے قسطنطنیہ کے معماروں اور ہندسوں نے تیار کئے تھے اس کی دیواریں ۱۶۰۰ x ۲۴۰۰ فٹ تھیں اور ان کی صورت بالکل قلعہ کی تفصیل جیسی تھی، اس عمارت کا بیت سا سامہ بریں ملک سے مہیا کیا گیا تھا۔ چنانچہ سنگ

مرمر اور سنگ ساق ڈسیدیا، یونان اور اندلس کی کانوں سے آیا تھا۔ رومیوں کے بنکے ہوئے ستون، نابولن، ٹوکونہ، ایونیکا اور قرقطاجنہ کے قدیم تختی خانوں سے حاصل ہوئے تھے اور چند مرصع ستون قسطنطنیہ کے بادشاہ نے بطور تحفہ ارسال کئے تھے، ان کے سبز اور گلابی رنگوں کو جو دیکھتا تھا حیران رہ جاتا تھا،

اس قصر میں چوٹے بڑے مالک مہذرہ ہزار سے کچھ زیادہ دروازے بنے تھے اور تمام دروازوں پر لوہے اور تانبے کی چادر لگا کر ان پر سونے کا جھول چڑایا گیا تھا۔ روپہر یا سہ پہر کو جب سورج کی سرخ اور ڈھلکی ہوئی کرنیں ان پر پڑتی تھیں تو یہ ایک عجیب بہار دکھاتے تھے، قصر کے گنبد اور بڑے کمرہ نے جو مجلس اذہب کھلاتا تھا۔ تو اپنی آب و تاب سے دنیا بھر کے سیاحوں کو اپنا دالا و مشید بنا لیا تھا،

اس قصر اور اس کے گرد کے باغ کی زیب و زینت کے لئے ایک نہر بنوائی گئی، اس کا پانی نہایت شیریں اور سرد تھا اور یہ جیل ذہب سے لائی گئی تھی۔ اس نہر میں یہ کمال دکھایا گیا تھا۔ کہ یہ قصر کے تمام اونچے چوڑے دیواروں پر چڑھتی تھی اور کل عالی نژاد اہل سنتوں پر سونے کے گذر تھی، انتہائی بلندی پر ایک حوض میں ایک معلا و مرصع شیر بنا لیا گیا تھا، پانی شیر کے پیٹ سے چڑھ کر منہ کے ذریعہ حوض میں گرتا تھا۔ اور حوض کے چاروں کونوں سے چھلک کر باغ کی آبیاری کرتا تھا۔ باغ میں چند حوض اور نوافسے اور بھی تھے جن سے فن تعمیر کا کمال ظاہر ہوتا تھا۔ ان میں سے ایک حوض تو نہر بھر کا تھا جو ملک شام کی صفت کا نمونہ تھا۔ اس کے کناروں پر بارہ جالوزوں کے طلائی بت جواہرات سے لہے کپڑے تھے اور ان کے منہ سے ہر وقت حوض میں پانی گرتا رہتا تھا اور ایک چمکدار تانبے کا ان کا نوافذہ تھا جس پر نہایت خوبصورت بیل بوٹے بنی ہوئے تھے یہ شاہ قسطنطنیہ نے تحفہ کے طور پر بھیجا تھا،

قصر الزہرا کی عمارت سنگ مرمر کے ایک اونچے چوڑے پر بنی ہوئی تھی اور اس کے صدر دروازہ پر کنیرک کا بت نصب تھا جس کے مشورہ سے یہ محل بنا لیا گیا تھا اور جس کے نام پر اس کا نام رکھا گیا تھا، ایک نہایت معتبر مورخ کا بیان ہے۔ کہ جب عمارت تیار ہو گئی تو امیر المومنین الناصر نے ایک صاحب کو دکھا کر ادا طلب کی، اس نے تریف کے ساتھ ہی ساتھ یہ فقرہ بھی کہ اس عمارت کے سامنے زہرا کا بت بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے دیونے اسے اپنی بدن میں لے رکھا ہے۔ یہ بھیجی جو کہ صبح بھی، اس لئے امیر المومنین نے حکم دیا کہ پہاڑ کاٹ کر ہینکدا جائے چنانچہ کام شروع ہو گیا مگر لوگوں نے ہنر کا شکل تمام نہیں اس ارادہ سے باز رکھا۔ آخر ان کے حکم سے پہاڑ پر سبزہ اور باغ لگا دیا گیا جس سے معلوم ہوتا کہ زہرا جنت میں بھی ہے، (اخبار الاندلس جلد اول)

دہی مورخ کہتے ہیں کہ کوہ وقار امیر المومنین ایبے ذی ہمت اور مستقل رائے کے آدمی تھے، کہ اگر وہ روکے نہ جاتے لیکن پہاڑ اکبر واکر ہینکدا دیتے،

قصر الزہرا کے تین حصے تھے اور اس میں امیر المومنین، ان کی حرمین اور کنیرکس جن کی تعداد چھ ہزار تین سو تھی، نیز

غلام اور خدم و حشم رہتے تھے آخر الذکر کی تعداد سترہ ہزار تھی، پہاڑ کے آفریں شہر کیرٹ محافظین شاہی، خواجہ سراؤں اور دربار شاہی کے غلاموں وغیرہ کے رہنے کے چار سو کے قریب مکانات تھے، ان کے علاوہ ایک نکال اور چند مکانات اور بھی تعمیر ہوئے، یہاں تک کہ یہ ایک اچھا خاصہ شہر بن گیا اور مدینۃ الزہرا کے نام سے مشہور ہو گیا،

قصر الزہرا کی تعمیر سے فارغ ہو کر امیر المومنین نے اپنی قعر مرید زہرا کی عالی شان مسجد جامع زہر کیرٹ میں دل کی، اس مسجد کی تعمیر میں چنار و پیہ صرف ہوا وہ صرف آپ ہی کا حصہ تھا۔ کوئی اور بادشاہ ہوتا تو شاید اتنے مصارف کا تحمل نہ کر سکتا، ابن فریحی اور دیگر مؤرخین لکھتے ہیں، کہ

”جامع زہرا جس روز جتنا شروع ہوئی اس روز سے اختتام اور تباہی تک روزانہ ایک ہزار کا ریگر کام بناتے رہے،

جن میں سے تین سو معمار، دو سو برہمن اور پانچ سو مزدور اور مختلف قسم کے کاریگر تھے“ (مضامین شرح حصہ اول)

یہ مسجد ۸۴ دن میں بن کر تیار ہوئی، چنانچہ ۲۳ شعبان ۳۲۵ھ کی شام کو اس میں پہلی نماز باجماعت ادا کی گئی، اس مسجد کا نقشہ ہو بہو وہی تھا جو شہر کی جانب مسجد کا تھا، مگر بعض خصوصیات کے لحاظ سے یہ اس سے بڑی ہوئی تھی، اس میں پانچ دروازے تھے اس کا سنہری اور درو پہلی کام حسن صنعت کا بہترین نمونہ اور اس کی محراب و منبر اور اثاثی مذاق کا نمونہ تھا۔ اس کے سنار چمکدار چھروں سے بنے ہوئے تھے اور لکٹیں ماہتہ بلند تھیں، اس کے صحن میں سرخ و خام کا فرش اور درمیان میں ایک حوض اور فوارہ لگا تھا۔ جس پر سونا چڑھا ہوا تھا اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس کی تریف ان فقرات بھی بالاتر ہے کہ ”لا خین وراثت ولا اذن سمعت، ولا حظ فی قلب بشر“ ترجمہ، اس کی مثل نہ کسی نگاہ نے دیکھی نہ کسی کان نے سنی اور نہ ہی کسی کے دل نے ایسی پر شان مسجد کا تصور کیا، کہتے ہیں کہ جب یہ قعر تعمیر ہو رہا تھا، تو امیر المومنین بنفس نفیس اس کی نگرانی کرتے تھے، آپ اس کام میں اتنے سنبھک ہو گئے کہ تین جمعوں کی نماز قضا ہو گئی، قاضی منذر کو جب یہ معلوم ہوا۔ تو اس علی رؤس الاشہاد انہیں دھمکاتے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ جب آپ جو تھے جمعہ کے روز مسجد میں آئے تو اس نے خطبہ کو خدا تعالیٰ کے اس قول سے شروع کیا۔

استبشروا بکل مراحۃ ایتۃ تبعثون و تختذون مصانع لعلکم تخلدون و اذا بطشتم بطشتم جبارین

فانقوا للہ و اطیعوا و اتقوا الذی اذکم بما تعلون و مذکم بالظاہر و الباطن و عیونہ

انی اخاف علیکم عذاب یوم عقیقہ، اس کے بعد مندرجہ ذیل آیت شروع کی، ستاج الدنیا قلیل و الاخرہ خلیل المؤمنین پر مکانات کے ہونے، ان کی زینت و زینت میں مستغرق ہو جانے اور سرچ عمارات میں بیدار رہ کر پیہ صرف کرنے کی مذمت کی اسی سلسلہ میں اس نے یہ آیت بھی پڑھی، افسس بنیائہ علی تقویٰ من اللہ و رضوان خیر ام من

اسس بنیائہ علی جریۃ حادۃ فاخارہ فی نار جہنم و اللہ لا یمیدہ فی القیم الظالمین

اس کے بعد اس نے نفس تران و حدیث کی مدد سے اس شوق کے چہرے پر توبہ کرنے اور لذت دینے کا ابھاک سے بچنے کی

ہدایت کی اس بیاں پر سب لوگ رورہے تھے، امیر المومنین بھی خفیف ہو کر آنسو بہا رہے تھے۔ لیکن دل میں فاضی منذر پر بہت ناراض تھے،

جب وہاں سے واپس آئے تو اپنے بیٹے اکلم سے فاضی کی شکایت کی اور کہا کہ اس کے خطبہ کا صحیح مخاطب میرے سوا اور کوئی نہ تھا۔ انہوں نے میری ذلت میں کسر اٹھانا نہ رکھی۔ جیسے ہند و نہایت کرنے میں انہوں نے سیاست ملک کا خیال ہی نہ کیا میں قسم کھا ہوں کہ آج سے ان کے پیچھے غازی پڑھو گا۔ چنانچہ اس دن سے انہوں نے جامع زہرا میں غازی پڑھنا شروع کی، ایک روز دلیعہ نے عرض کیا: کہ جب آپ فاضی صاحب سے اس قدر ناراض ہیں تو انہیں معزول کیوں نہیں کر دیتے؟ امیر المومنین سے رونا نہ گیا، فرماتے لگے کہ تم دلیعہ ہی سے معزول کئے جا سکتے ہو مگر فاضی منذر ایسے عالم کو معزول کرنا سخت حماقت ہے۔ مجھے اس وقت رنج تھا، میں نے قسم کھائی۔ اب میرا غصہ اتر گیا ہے اور اس لئے اپنی قسم کا کفارہ دیتا ہوں جب تک میں اور وہ زندہ ہیں۔ سب کے ساتھ انہی کے پیچھے غازی پڑھو گا۔ تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ میں ان سے ناراض نہیں ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے ایک دعوت کی جس میں تمام علما اور باکھنوں فاضی صاحب خرسے لاچار کچھ کچھ دغپ بھی فرماتے تھے، تقاضا عمر اور عیش و عشرت کے نتائج نے خلیفہ ممدوح کی آخری زندگی کو تلخ کر دیا۔ آخر کار انہوں نے کاروبار سلطنت کا جو اکنت ہوں سے اتار کر اپنے بیٹے اکلم کے سپرد کیا اور خود گوشہ نشینی اختیار کر لی، ایک صاحب دل درویش سے آپ کو بے ہمتیت تھی، چنانچہ جیتھر وقت انہی کی صحبت میں گزارتے تھے، انتقال کے بعد ان کے کافرات سے ایک یا من براہ ہوا جس میں اس نے اپنے پوشیدہ خیالات کو اس طرح قلمبند کیا تھا،

میں نے ہدایت اس اور کامیابی کے ساتھ سچا پس برس حکومت کی، میری رعایا مجھ پر خدا تعالیٰ میرے دشمن مجھ سے لرزان تھے، میرے حلیف اور دوست مجھ سے خوش تھے، دنیا بہر کے بادشاہ میری دوستی اور خوشنودی مزاج کے خواہاں تھے، کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کی ان ان کے دل میں خوشش ہو اور مجھے میری قوت اور ہمیشہ سبھی کچھ حاصل تھا۔ میں نے اندازہ لگایا ہے کہ اس طول و طویل زندگی میں صرف چودہ دن ایسے تھے جن میں میں بے فکر رہا اور مجھے حقیقی خوشی نصیب ہوئی، تمام توفیقیں یہی کو سزاوار ہیں جس کی شان کو زوال نہیں اور جو ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، لا الہ الا اللہ وہ الٰہی القیوم،

قریشی محمد عبداللہ

اس اشاعت میں کوئی فائدہ نہیں دیا جاسکا، اس لئے اشاعت سے ایک دو انگیزہ فائدہ فائدہ کے رنگ میں "ماوراء النہر" کے عنوان سے شروع ہو گا۔ واقعات و خیال اپنی ذمیت کا یہ پہلا زہرہ گداز واقعہ ہے جس کے پڑھنے سے پتہ چلے گا کہ معزول ہونے پر پانی ہو کر بہ جائیں گے، ناظرین انتظار کریں،

تجلیات

(در شامِ تلم ہلنا عطا محمد صاحب قاسم)

آل گلشن ہستی سے آشنا ہوں میں ہمارے عمر در روزہ پہ کیوں فدا ہوں میں
 نشان مرا نہ مری گرد راہ کو بھی ملا تری تلاش میں کتنا گریز پا ہوں میں
 یہ خار زار یہ تپتی ہوئی زمیں یہ رسوم کریم مجھ پہ کر برہنہ پا ہوں میں
 نہ وہ چمن ہے نہ وہ شاخ آشاں باقی غرض ہر ایک بتاہی کی ابتدا ہوں میں
 ہنیں، کہ مجھ کو کچھ امید التفات نہیں تہناری دیر نگاہی سے آشنا ہوں میں
 نیک دیا ہے ساحل پہ لاکے موجوں نے اسی شکستہ سفینہ کا ناخدا ہوں میں
 میری نگاہ میں ہے منزل مہبوط و معر جو دُوب جاؤں تو سمجھو ابھر رہا ہوں میں
 تاثرات کی اشرے برق سامانی خود اپنی شعلہ لوائی سحر جل بجھا ہوں میں
 عدم عدم ہے سراپردہ طہور نہیں مگر وہاں بھی ترے جلوے ڈھونڈتا ہوں میں

کبھی ہے ترک تمنا کی فکر اے ظاہر

کبھی فریب تمنا میں مبتلا نہیں

تصحیح :- جولائے کے رسالہ پر نمبر ۱۰۶ دیا گیا۔ اس کے ب۔ کے نمبروں پر یہی غلطی نمبر ۶ ہی درج ہوتا رہا۔ جو درست نہیں ہے۔ ناظرین کرام سے سلسلہ وار درست کر لیں،

کیف سخن

رہے گا یوں نہ اسے ظالم تراجر و ستم بانی
نہ ہونگے ایک دن آخر نہ تم باقی نہ ہم باقی
صفائی رصل میں کرتا ہوں ان سے جلد باتوں کی
کہ آئندہ نہ رہ جائے کوئی تفسیر بہم باقی
رہی دنیا میں یاد نیک و بد شاد و کسرے کی
نہ باغ داد ہے قائم نہ ہے باغ ارم باقی
بقائے عارضی اک خواب ہے اہل بعیرت کو
فنا کہتے ہیں جس کو ہے ملک عدم باقی
سعادت کا بھی درجہ کم نہیں دنیا میں شاہی سے
کہا تم کا ہے اب تک شہرہ جود و کرم باقی
جہائی میں تری خواب و خورد آرام خضت میں
نہیں دل میں مرے جز حسرت و رنج دائم باقی

بس اب اسے فرحتی بیدار ہو کچھ خواب غفلت سے

بہت سی جو چکی صنایع ہی ہے عمر کم باقی

فرحتی عباسی

غم و رنج ہے کبھی یاں تو کبھی ہے شادمانی
اسی کشمکش میں اک دن ہے یہ ختم زندگانی
جو نلک کے باغ انجم میں حسناں کا دوہرتا
تو ہماری لوث لیتا نہ بہار زندگانی
کہا کو کہن کے تیشے نے وہ نقشِ دلِ سحر
میں جس سے سن شیریں کو حیاتِ جادوانی
مرے تن میں اب ہو کی کوئی بوندِ بگی ہو
نہیں چھڑیگا اسے ہی ترا چہرہ ادغوانی
یہ تو جدِ اہل دل ہے سرتے تھے کلیم نے خود
اسے اب دکھا وہ جلوہ ہے فضولِ مستزانی

قطعہ

وہ کام منحصر ہے جو بہت پہ آپ کی
اداءِ غیر سے اسے بند نہ کیجئے
اے وجدِ آپ کو ہے ترقی کا گزراں
اپنے سوا کسی پہ بہرہ نہ کیجئے

یہ سکندر علی و جد سرداوی

تعارفات

مولف حیات حضرت مولانا میر محمد عبید اللہ حسنا فرحتی عباسی ہمت المومنین سابق پرنسپل ٹنڈی

محتاج خانہ بونڈی و مصنف تاریخ رجستان "پنشنر سب جٹلار، سابق انپکٹر سائٹس

میواڑ، امر وہی

(نوشہ میر محمد عامر عباس صاحب عباسی مورخ خلفائے عباسیہ)

بکرم اور شہداء مصنفین مختلف اوقات زمانہ میں گزر گئے ہیں جن کے کلام دیباچہ کو اہل زمانہ بشوق پڑھ کر حفظ اٹھاتے ہیں لیکن ان اہل کلام دیباچہ کی زندگیوں کے حالات کسی کتاب میں نہیں پائے جاتے۔ کیونکہ بڑے سے بڑے شہداء مثلاً فرودسی الوری، سدھی، حافظ، فردا، جلی وغیرہ نے اپنی گذشتہ اوقات واجب و سب پر طعن و تلمیح نہیں اٹھائی۔ صرف تابعین و متقدمین نے مطلب و بایں جو حالات صحیح و غلط طور پر درج و ثبت ہوئے، عوام کی آگاہی کے لئے نقل و تالیف فرمادیے۔ جب قدیم مصنفین اہل فارس کی یہ کیفیت پائی جاتی ہے تو اہل ہند جو اکثر اردو نویں کے عادی ہیں۔ کب اس طرح کی کوئی یاد رکھتے، نظر بوجہ بالاسر تاریخ صاحب نے جن کی عمر کا بیشتر حصہ تاریخ ہندی و تاریخ نگاری میں گزرا ہے اپنی ضروری سوانح عمری کو بعد یادگار تحریر کرنا مناسب حال سمجھا۔ غالباً دیگر اہل کلام بھی اس کی تقلید قائم کریں۔

ایام صغر مورخ صاحب کا عبید اللہ نام، از حقیقی تخلص، بلکہ امر وہی ضلع مراد آباد طحنت شہر دہلی میں سال ۱۲۵۷ھ میں پیدا ہوئے۔ مورخ صاحب کا آبائی وطن گجرات تھا۔ چاند دستان و ہندوستان و دیگر ممالک شہر ہوئے، چند روزہ حرف شناسی کے بعد دوسرے سال مع اپنی جدہ و والدہ کفایت النساء کے بہمراہی مولوی محمد عثمان عم حقیقی خود راہی مقام پٹنا رہے۔ جہاں کہ آپ کے پدر بزرگوار مولوی ضعی محمد عبداللہ صاحب عباسی بعدہ بخشی گری لوئس سرکار انگریزی امور تھے، وہاں کے دوسالہ قیام میں آپ نے چند کتب عقائد مذہبی اور قرآن مجید بقرات مجید مفتی صدر الدین دوست خاص والد خود سے پڑھا۔ ۱۲۷۱ھ میں آپ کی جدہ و والدہ پٹنا میں انتقال فرما گئیں اور آپ کے والد بزرگوار اپنی سرشتی تیز مزاجی سے مجسٹریٹ کپ پٹنا دے جہاں کا انٹر اصلی تھا بخش کے ساتھ چارہ دہ سالہ ملازمت ترک کر کے وطن مالدی امر وہی میں چلے آئے۔

دور اسفر

۱۲۷۱ھ میں جبکہ مورخ صاحب وہ سالہ عمر میں تھے اپنے والد صاحب کے ساتھ جو تہاش ملازمت المالدی بارتانی ملک چناب کی طرف بمقام پٹنا روانہ ہوئے۔ کیونکہ اس زمانہ میں ملک چناب علم انگریزی تو کیا فارسی سے بھی جس میں وہاں کے

سرکاری کاروبار انجام پاتے تھے حرم تھا، انگریزی دفاتر میں تو اہل بکال اور فارسی اور دہلکاری پر اہل روہیلکھنڈ میں کو اب مالک متحدہ اگر وہ دودھ کہتے ہیں سناڑ تھے، سلسلہ دیو بھی اس نانہ میں لاہور سے بجا بوز غوب مفقود تھا اور تمام سفر بھاری یکہ و اونٹ گاڑی لے کیا جاتا تھا، پٹا درمیں چند نو قیام کر کے جب کوئی صورت مناسب و اٹاں نظر نہ آئی تو آپ بھر کالی اپنے والد ماجد جنہی بجا بوز غوب و مظفر گڑھ کے راستہ سے بمقام ڈیرہ غازی خان پہنچے، وہاں کے سلسلہ بڈ بڈت مالگنداری میں آپ کے والد صاحب کو جگہ ملی اور مع منشی شیر علی امر دہی کے پرگنہ باہن پور میں متین ہر کام سرکار انجام دیا، اتفاقاتِ وقت سے منشی شیر علی کو جو بھوٹن اور قرا بڈاری بھی تھی، و فتنہ مرض سرسام ہو گیا اور آپ کے والد صاحب بجا بھو دہی ترک ملازمت کرنے کے بعد منشی شیر علی کو ہمراہ لیکر وطن آگئے جن کی ہمراہی میں مورخ موصوف ہی موجود ہے۔

سفرِ راجپوتانہ

سترہ عین قیام بون رہا۔ اور مورخ صاحب نے منشی محمد سلیمان انصاری نامی خوشنویس امر دہہ سے خط شعلیق کی بہت حاصل کی اکتب فارسی مورخ صاحب اپنے والد بزرگوار سے سفرِ خضر میں پڑتے رہتے تھے، سترہ عین بکال سفر بھو دہ چباب کے آپ کے والد صاحب بوجہ تعارف اپنے ایک دوست منشی اکرام السکر بھو دہ کے براہ اگر بہر تیر و جے پور بمقام امیر جاکر حکمران بڈ بڈت اراضیات صدر شرم متین ہوئے، دوسرے سال مورخ صاحب کو بہرا جی حکیم عبدالصمد جو اپنے برادر کو چاکر حکیم مولوی محمد حسن مدرس اول کالج امیر کے تھے طلب فرمایا۔ حکیم مولوی محمد حسن امر دہی جمیع شبہائے علوم مشرقی تفسیر، فقہ، فلسفہ، منطق، طب وغیرہ میں ماہر کاف اور مولیٰ مشرب تھے، مورخ صاحب کو آپ کے والد نے حکیم صاحب مذکور کی شاگردی میں سپرد کیا۔ جن سے مورخ صاحب نے کتب عرف و نحو و کتب طب و فلسفہ کا درس پایا۔ اور بعض کتب استعداد فارسی مولوی چیم شتر ناترولی مدرس دوم سرکاری کالج امیر سے مطالعہ کیا، مورخ صاحب سترہ عین جبکہ مولیٰ تعلیمات ختم کر کے چار دہ سالگی کو پہنچے تھے۔ یہ وہ وقت تھا کہ اگر وہ سے اجیرنگ سلسلہ دیو سے جاری نہ ہونے سے اونٹ گاڑی میں سفر کرنا پڑتا تھا اور آپ کو جو جیسر کا وہ منظر یاد آئے،

تعلقاتِ ریاست راجپوتانہ و قیام جو دھ پور

جبکہ قیام اجیر سے جو دیسی ریاستوں کے وسط میں واقع ہے، ریاستوں کی ہوا سر میں ساگی تھی، لہذا سترہ عین آپ کی والد صاحب بشترہ حکیم محمد حسن صاحب امر دہی مدرس آپ کے بھائی مشتر دکیونکہ راجپوتانہ میں دین کا پتہ نہ تھا، راہی جو دھ پور ہو کر وہاں بکال منشی بھجی خاں اجیری مقیم ہوئے، جنہوں نے چند ماہ فراخ حوصلگی سے مہمان کیا۔ اسی سال میں آپ کے والد بزرگوار نے جو دھ پور الی سکول کی فارسی مدرسہ حاصل کی انکی مواجب کے باعث آپ کے والد نے عدالت خودمداری جو دھ پور میں انہما نویسی کی آسانی تلاش کر لی اور آپ کو اپنی جگہ اسکول میں مدرس کرادیا۔ یہ پہلا موقع مورخ صاحب کی ملازمت کا بھر، اسکی بنا آپ مدرس اول تھے اور اعلیٰ جامعہ کو فارسی تعلیم دینے تھے اور ایک دوسرا شخص رمضان شاہ دوم مدرس کا کام کرتے تھے۔ مورخ صاحب

سے پنڈت مادھوپشاد کشتری پسرمنڈنٹ اسکول اور بابو ہیرلال کاشٹھ ماتہراجیہری سینکڈ اسٹرکول ذکر کتاب مینا بازار ادرسہ
نشر لہوری پڑا کرتے تھے اور آپ کی بہت قدر و منزلت فرماتے تھے۔ لیکن چونکہ مورخ صاحب کی خوردہ سالی میں آپ کی جدہ و والدہ
مقام پشاور رعلت کرکچی تھیں اور آپ کے والدہ تجریک اپنی زوجہ ثانیہ کے مرض صاحب اور انکی دو بیٹیاں کے تعلقات رشتہ داری
اپنے جد بوسرال میں کرنا چاہتے تھے جو مورخ صاحب کے سنانی طبع اور خلاف مصلحت وقت ہوتا، نیز آپ کے والد مرحوم ایک سخت
ذہبی شخص تھے جو اپنا اور مورخ صاحب کا عہدہ داران ریاست سے مناسبتہ فرماتے تھے اور یہ امر حسب اقتضا کی زمانہ حصول عہدہ
اور ترقی تعلقات کا بڑا مانع ہوتا۔ پس مورخ صاحب نے بلا استئراج اپنے والد صاحب جو دھ پور سے بھلیج بابو ہیرلال ماتہراجیہری سے پڑ
لازم کیا،

داخلہ و تعلق اوڈیسور

وسط سال ۱۸۷۷ء میں آپ بھاری شتر کوہ و صحرائے کرتے ہوئے تھہر اودے پور میں جو ادلی ہزاری کی گھاٹیوں کے وسط
میں واقع ہے ماٹے موہن لال کاشٹھ ماتہراجیہری کے والد لکندہ پر متقیم ہوئے، رائے صاحب ذکر ریاست کے صدر فوجدار یعنی جیف بمبٹرٹ
اور جاگیردار تھے، مورخ صاحب کو ان کے پاس بابو ہیرلال ماتہراجیہری کے داماد کمال سہی و سفارش کے ساتھ بھیجا، مورخ صاحب کی
ناخبرہ کاری اور فزودہ سالہ عمر میں شخص اپنی ذات کے بہرہ ور یہ پہلا مرحلہ مسافرت ہوتا۔ آپ نے بتدریج اودے پور رزیدنسی کے میر
منشی عزت رائے کاشٹھ بہنار گراجیہری سے راہ و رسم اتحاد پیدا کی، جن کی رسم تعارف سے کرنل ای سی اچھی صاحب رزیدنٹ
میسور رائے آپ کو کپتان ایف ایم رنڈل صاحب انفرانگریزیشن کمپنیز واڑہ کے پاس جو اودے پور سے چیسس ہل جاب جنوب واقع
ہے فارسی پڑانے کو مشغول میں بھیجا۔ کپتان مذکور چار ماہ فارسی تعلیم کے بعد مایار ہو کر کثیر واڑہ سے آلو کر گئے، اثنائی راہ اوڈیسور
میں میجر ٹیڈل صاحب رزیدنٹ سے مورخ صاحب کی سفارش بفرص ملازمت کرتے گئے، جس کی بنا پر یکم جنوری ۱۸۷۸ء کو آپ کی
تقریری اودے پور ہائی سکول کی فارسی مدرسہ پر ہوئی اور آپ کے سپرد اعلیٰ جماعت اور سردار کلاس کی تعلیم ہوئی، نیز سرسریڈ صاحب
ہیڈ ماسٹر ہائی سکول ہی آپ سے فارسی پڑھنے لگے، سردار کلاس کے نامی شاگردوں میں سے راکر کون سنگھ جاگیردار بیدل، رادت
شیو ناتھ سنگھ جاگیردار چٹہ اور راج بھجے سنگھ کنور و دیوارہ جواب کوناڑی علاقہ کونہ میں گود جا کر وٹاں کے سردار ہوئے تھے،
ابن شہر میں سے ہمیر سنگھ سہی والا اور کوناڑی موتی سنگھ انسر خزانہ اور بڑے دغا اور چوٹی لاپ چند وکیل رزیدنسی آلو
اور ان کے برادران خورشید بخش چند اور پدم چند شاگرد تھے اور اس وقت پنجولی لاپ چند کی یاد کا پنجولی میں جنہد حاکم جہاز پور
اور وٹے چند انفرمیشن ہو جو، ہیں یہ برابر سعادتمندانہ خطوط مورخ صاحب کی خدمت میں بھیجتے رہتے ہیں،

تبدیلی و ترقی تعلقات محکمہ سائرس

چونکہ سکول کے صاحب مانہ مورخ صاحب کی گذشتہ اوقات کو کافی نہ تھے، لہذا اسٹریٹیجی سرٹو صاحب ہیڈ ماسٹر سکول نے اپنی
فارسی تعلیم شروع کر کے کسی قدر مامانہ رقم اپنے پاس سے رہی اختیار کی۔ یہ ناگزیر حالت مورخ صاحب اور ان کے مقامی احباب ڈاک
بھوانی سنگھ اور پنڈت مانگورام بیاس کو پسند خاطر نہ تھی۔ بعض غامضی شاگردان مقامی شل ہمیر سنگھ صحیح والا پنجولی لاہر چڑ

جی رکیں و جاگیر داران کو بھاری سوتی سنگھ کو گوارا نہ تھی، ان آپ کے احباب کی صلاح پر پنڈت برج ناہنہ لاک کثیری افسر محکمہ سائر سے سلسلہ اتحاد قائم کیا۔ جنہوں نے کمال تدریسی کامیابی کے ساتھ اپنی نیابت میں آسامی انسپکٹری سائرس کل ریاست میداڑ جس کا مشاہرہ کیسہ روپے دوسو ساری و ملازم ملاکر سوسائے سے زائد ہوا عطا کی، سترہ سالہ سے چار سال تک اسی عہدہ کی خدمات سرزد و دیات انجام دیں۔ اس ضمن میں مورخ صاحب نے اپنی اول شادی بھر ۲۷ سال وطن امر دہ میں کی اور بیرنی بینا مات مناکت کو چھوٹا نمک دے پورے باغ و اعزاز حضرت کے یہاں سے تھے پھر پرازد کیا۔ اسی دوران میں مورخ صاحب کو بہ تامل کتب تواریخ مطبوعہ وغیرہ مطبوعہ مختلف مقامات مثل لکھنؤ، الہ آباد، کلکتہ کی ایشیاٹک سوسائٹی، ریاست سے بھیجا گیا۔ خصوصاً آپ کو کلکتہ ایشیاٹک سوسائٹی سے نادر کتب غیر مطبوعہ بغرض نقل گیری مستعد و دستیاب ہوئیں، اس کے علاوہ تعلقات جیڑ و ناگور سے بعض فقہات طغرا کی نقل و مورخ صاحب نے حاصل کیں جواب تک کسی کے مطالعہ سے بوجہ چھپک کی الفاظ منقول نہ ہو سکی تھیں، اور جن سے بعض ایسے واقعات واضح ہوئے جن کا کتب مردجہ میں پتہ بھی نہیں ہے دستیاب ہوئے، منشی نو کھڑ مالک مطبع لکھنؤ نے زمانہ مدرس میں جبکہ روم وغیرہ کے متعلق ملکی مضامین ان کے اودھ اخبار میں مورخ صاحب شائع کرتے تھے تو آپ کو خط عام بھیج کر اودھ اخبار کی ایڈیٹر شری پر لکھنؤ طلب کیا لیکن آپ نے بوجہ روزانہ مصروفیت انکار کر دیا،

نگرانی مطبع ریاست و تالیفات

سترہ سالہ سے ریاست کی تاریخی مواد کی فراہمی اور اس سے کام لینے پر بہ توجہ پیش العلماء کو راج ساندھ اس صاحب معاملہ خاص دربارہ جاگیر واد کے مورخ مصروف تھے دوسرے سال سے استمال مدارس کے واسطے کو راج نے بہ پسندیدگی کرنل امر صاحب ریڈنٹ میوزیم مورخ صاحب کو ایک خاص تاریخ راجو تانہ تالیف کرنے کو مامور کیا اور مطبع ریاست کی نگرانی بھی برتری مواجب آپ کے سپرد ہوئی، علاوہ کتب مطبوعہ و قلمی کے رقم کثیر سے کتب تدریس فارسی و سنسکرت کی تلاش ہوئی، فارسی طغرا کو تو مورخ صاحب نے حل کیا۔ اور کتب تدریس سنسکرت کے مطالب کی تشریح و تفسیر کے واسطے ایک ماہر خاص بمبئی سے بمشاورہ معقول بلایا گیا۔ کیونکہ ایک چار سال قبل کے اشکال حروف موجودہ مردجہ سنسکرت و ہندی سے قطعاً مختلف ہیں۔ جن کو اس زمانہ کا کوئی قابل پنڈت پڑھ نہیں سکتا۔ اس عجیب معجز مرکب معاصہ سے وہ نادر و صحیح واقعات بردہ ثبوت لائے گئے جن سے اکثر واقعات مذکرہ کتب تاریخ ہندوستان کے سلسلہ صلاح عمل میں آئی ہے۔ یہ تمام اصلاحات بھٹا مورخ صاحب کی مولفہ تاجہ تختہ راجستان میں مندرج ہیں جو آج کل عباسیہ بکڈ پور امر دہ سے نین سو روپے میں ملتی ہے اور جس کی وقت جمانہ بہ صورت رسالہ بزم آگاہی اہل ملک مشترک کرایا جائیگا،

اصلاح و اختتام تاریخ و ترک ملازمت اور پور

چونکہ اہل میڈاڑ معاملات غزوہ تارین میں راجو تانہ والوں سے نفی و تغافل میں گئے سبقت لیگے ہیں، پس وہ دیر وقت تاریخی میں بھی، ہستان طرازی کے بیشتر عادی ہیں بلکہ کرنل ناڈ صاحب نے جو ایک صدی قبل حالت پوینیل افسری تاریخ

نکار بھی رہے ہیں، اسنا تحقیق دستیاب نہ ہونے سے قصص انوہی کو بہت فروغ ویدیا ہے، صاحب مہموت کے غلط افسانہ ہائے راجہ تانہ کی تردید مفصل و مطول میں سے چند اہم تاریخی افلاطون کی مورخہ اصلاحات، جنہوں نے تاریخ ہندوستان کو سچی و اعتماد بنا دیا ہے یہاں مورخ صاحب بطور نمونہ درج کر رہے ہیں، حکمرانان عربی النسل اسلام میں سے خلیفہ عبدالملک مروانی کے عہد میں سالار محمد بن قاسم ثقفی نے سرحدی افغان ہند میں سے صہبات کھوان دسندھ وغیرہ کو مفتوح کیا تو ملک مہلو کی سرحد صوبہ گجرات سے ملحق تھی، اس کرنل ٹاڈ صاحب نے تحریر فرمادیا کہ بار اول ہائے خاندان حال میرواٹ نے محمد بن قاسم کو نہایت دیکر اس کی فتوحات کا سلسلہ منقطع کرادیا۔ حالانکہ جدید اسناد یا فہرست کتاب نگاری سے یہ واقعہ اس طرح قطعی غلط ثابت ہوتا ہے، کہ سالار محمد بن قاسم ۱۱۷ء میں کھوان دسندھ و گجرات فتح کرنے کے بعد دسپس ملک شام کو چلا گیا بعد پانچواں اول کی پیدائش کا اس حال ایک سخی کتبہ ہے جو سیدائش کے تاریخی اسناد میں داخل ہے، محمد بن قاسم کی روانگی بطرف شام تین سال بعد ثابت ہوتا ہے پس پانچواں اول اپنی ولادت سے تین سال قبل کس طرح جنگ آزاہو سکتا ہے،

دوسرا غلط واقعہ خلیفہ مامون بن رشید کی ۴۴ شکستیں

بعق دیگر غلط واقعہ میں سے ایک واقعہ شاہزادہ سلیم درانا پر تاجاب والئے اور سے بزرگ مقابہ بمقام ہدی گھاٹ جو جسٹس میل اور سے پور سے عرب و شمال کو واقع ہے کرنل ٹاڈ نے اس رنگ سے اپنی تاریخ میں درج کیا ہے کہ پہاڑی ہدی گھاٹ پر بہ ہنگام جنگ و جدال درانا پر تاجاب کے اسپ سواری نے شاہزادہ کے فیل سواری کی خرطوم پر اپنے پاؤں رکھ دیے، اور مانانے شاہزادہ پر اپنا نیزہ چلایا۔ لیکن شاہزادہ ہودہ میں لیٹ کر جانبر ہو گیا اور رانا کے گھوڑے کا ایک پاؤں شاہزادہ کے ماتحتی نے ایک خنجر سے جو اس کی خرطوم میں موجود تھا۔ کاٹ دیا جس کے اثر سے گھوڑا رانا کو لیکر فرار ہو گیا، اور رانا کی جان بچ گئی، اس ضمن میں اور کئی غلط امور مرقوم ہیں۔ جن کا اضافہ کرنا مورخ صاحب بغول خیال کرتے ہیں، اول تو کوئی رانا یا راجہ براہ مستثنائے رانا سا نگا والئے میرواٹ و دا مال دیو والی ماروڑ کے جو باہر و شیر شاہ سور سے مقابل ہو کر فرار ہوئے کبھی کسی بادشاہ یا شاہزادہ سے نبرد آزمانی کی تاب نہ لایا۔ دیگر تردید یہ ثبوت یہ ہے کہ اس مورخ کی قوت شاہزادہ سلیم بیٹے جہانگیر کی عمر صرف پچاس کی تھی وہ جدال و قتال پر جانے کے قابل ہی نہ ہوتا پس سارا قضیہ مقابلہ رانا و شاہزادہ طعی ایجاد اہل میرواٹ ہے۔ جس کو بڑے طریق سے رنگ آمیزی و دیکر کرنل ٹاڈ نے اپنی تاریخ میں داخل کیا ہے۔ دراصل یہ محالہ و رانا پر تاجاب اور گنورمان سنگھ و بلجہد آئینہ سابق راجہ ہائی جے پور سے پس کیا جس میں رانا کو راد فرار اختیار کرنی پڑی۔ مولوی عبدالقدور بدایونی بھی اسی جنگ میں شامل تھے جنہوں نے اس کا مشرح احوال اپنی کتاب منتخب التواریخ میں تحریر فرمایا ہے،

مرسہ واقعات نہ کورہ بالا اور پس قسم کے دیگر مبارک بہ اسناد و صحیح کتاب تحفہ راجستان میں مورخ صاحب نے درج کئے تھے۔ جن سے اہل میرواٹ کی غلط اور معنوی جلالت و نامور دی پر حرف آتا تھا۔ اس باب میں بیشتر مرادان ہند و

اہلکدان مسلمان نے ہمارا مانعہ سنگہ کو جو حال میں رحلت کر گئے ہیں بھایا۔ اور کرنل والٹر صاحب زریڈنٹ تک شکوہ و شکایت کی نوبت آئی۔ چونکہ زریڈنٹ صاحب بذات خود تاریخ و جہان کا بیشتر حصہ سماعت میں لایچکے تھے اور اپنی انہماک پسندی کی بڑیہ تحریر فرمایا کرتے تھے جو مطبوعہ کتاب میں موجود ہے، لہذا منظر راست پسندی زریڈنٹ نے رائے کی ریاست کو جو بدیہ کیا کہ مورخ کتاب صرف ملازمت میں آپکا تابع ہے مگر اندراج و قانع اور انہماک رائے تاریخی میں خود مختار و آزاد ہے، ہر ایک بادشاہ و راجہ کی نسبت زشت و نیک لکھنے کا مجاز ہے،

ترک ملازمت میواڑ و تعلق سیٹامو

جب مخالفین کا شور و سر فر ہو چکا اور میں با وقار نے مورخ صاحب کے موجب کا اضافہ و عطائے انعام بخود سے روگردانی کی تو مورخ صاحب نے بحال مصیحت زمانہ علی الاعلان سیواڑ کی ملازمت سے استعفیٰ قطعی دیدیا۔ اور بصلام و مشورہ آپ اپنے ایک دوست سا لگرام دیاس کے جو چند بار انگلستان کا سفر کرچکے تھے، راجہ سیٹامو واقع ملک ماوہ کی طلب پر دہاں کا مقصد کیا۔ راجہ بہادر سنگہ دالئی سیٹامو اور ودھندی جلتے تھے اور مورخ صاحب کی فارسی، ہندی انگریزی، عربی و انگریزی جانتے پر بہت مہلن ہوئے چونکہ کرنل والٹر صاحب ایجنٹ گورنر جنرل جیشن لیکر دلائی چلے گئے تھے اور سیواڑ کے خاص زریڈنٹ ڈاؤن اسیں تھے، اکثر کا غذات پر پارسی میڈ کلرک کے اعتماد پر دستخط کر دیا کرتے تھے، رائے جلال دلیوان اود سے پورے جو مورخ صاحب کا خاص رشتہ تھا۔ آپ کی نسبت ایک کشتی مرسلہ ہر ایک ایجنسی میں اس معزز کا بعض بیچا دیا کہ مولوی فرحتی صاحب کی طبیعت گورنر انگریزی کے برخلاف ہے، ریاستوں میں ان کا تعلق مناسب حال نہیں ہے، یہ معزز بالکل افزا اور غلط تھا، مگر پولیسکل راز ہونے کے باعث مورخ صاحب کو برسوں بڑہ چلا۔ جس کی آپ جلد تردید کر سکتے،

مشکلات سیٹامو

بعض شکایت ریاست کے باعث پولیسکل انسان تعصیب قرضہ ریاست میں امداد دی سے پہلو ہتی کرتے تھے چنانچہ راجہ صاحب نے مورخ صاحب کو اول پولیسکل ایجنٹ چھاؤنی اگرہ کے پاس بعدہ زریڈنٹ صاحب اندوکے پاس بھیجا تا کہ ریاستی قرضہ کے سوس قرض خواہ سیٹوں کو کمی سود کی ہدایت فرمائیں۔ لیکن یہ موت ورجہ قبولیت تک نہ پہنچی، لہذا چھ مہینہ کی گشت و کوشش کے بعد مورخ صاحب کو واپس سیٹامو آنا پڑا لیکن آپ کو ہمیشہ پولیسکل انسانوں کی عدم مدد دی کے باعث مشکلات کا سامنا پڑا، راجہ صاحب کی نگاہ میں مورخ صاحب سے بہتر دانا اور دکار گزار کوئی شخص نہ تھا۔ باوجود مخالفت پولیسکل انسان کے مورخ صاحب کو انہوں نے اپنا سکریٹری خاص بننے دیوان مقرر کر دیا۔ لیکن چونکہ راجہ صاحب نعتو نچرتے تھے اور ریاست مقرض تھی، مورخ صاحب کی مساعی بارگاہ نہ ہوتی تھیں اور دیسی انخاص ان عام امور کو مورخ صاحب کی طرف خفیہ طور پر منسوب کرتے تھے، اس صفت کی بدنامی کو آپ فی ناپسند کر کے ۱۹۵۷ء کے وسط میں ایک سال کی کن کن کے بعد سجدہ خضعت ریاست سے عقب گذاری کر کے کپتان یلی صاحب اسسٹنٹ کمشنر ضلع اجیر کو نارسی تسلیم دینا اختیار کیا۔ راجہ صاحب کو آپ کے بدتر کسی اور پر اعتبار نہ تھا۔ متواتر

مورخ صاحب کو خطوط طبی بھیجتے رہے اور ان کی مساعفہم بڑی رانی مانا دے نے ہی آپ کو اپنے دستی خطوط ہندی تحریر میں بھیجے میں کو تاہی نہ کی۔ کیونکہ وہ آپ کو بہ سبب ایما داری و نیک نیتی اپنا برادر فرمایا کرتی تھیں۔ ان صاحبان کی استعداد اور توجہات بلیغہ پر محاط کر کے **۱۹۰۹ء** کے آغاز میں مورخ صاحب دوبارہ سیتا منوٹ گئے اور اعانت کار کے واسطے ایسے لوگوں کو ریاست میں طلب کر کے رکھا۔ جو صفیہ پولیٹیکل میں مقبول ہوں اول ایک سال کے واسطے آپ نے اپنے دوست بابر محمد خاں صاحب راہ دیوان جاؤر کے خالہ زاد برادر زین العابدین خان کو اور **۱۹۱۰ء** میں رے بہادر پنڈت بالا پرشاد پنشنر مسٹنٹ ٹیچر پریس ریلوے انجام کار کی نظر سے منظور ہی راہ صاحب ریاست میں کار پرواز میں لکرایا۔ لیکن یہ ہر دو حضرات اپنے خواہ طبی سے راہ صاحب کے اور مورخ صاحب کے درپے نہ تھی و آذر رہے۔ پس آپ نے ان ہر دو صاحبان کو بدھ میسا وینہ ملائیت سے علیحدہ کر دیا۔ کیونکہ یہ راہ صاحب اور مورخ صاحب کی فرضی برائیاں پولیٹیکل انسان کو لکھا کرتے تھے اور مورخ صاحب چیمپگی مسالمت سے تنگ آکر بیدار استغفہ ہی کسی دیگر فکر معاش میں اندر دھکیلے،

قیام اندور و دیولی کپ

اندور میں امراد بہادر فرزند سابق نواب باندہ کے مہارے ایک کوٹھی کرایہ لیکر مورخ صاحب رہنے لگے، رانی صاحبہ درجہ صاحب سیتا منوٹے چاٹا کہ مورخ صاحب اندور میں قیام پذیر رہ کر معاملات ریاست میں مشورہ تحریری دیا کریں اور وہ مورخ صاحب کا تحفہ مانانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔ لیکن مورخ صاحب نے اس کا بلانہ وظیفہ خواہی کو پذیرانہ کیا اور آپ چار ہینس اندور و کر دیولی جاؤرانی راجپوتانہ میں دہاں کے سول سرجن میجر و برٹ صاحب کو فارسی پڑانے کے لئے چلے گئے، میجر مومون عیب شخص تھے وہ چھ سال تک برٹش قنصل جنرل مقیم شہد کے ساتھ ایران میں سول سرجن رہے تھے، زبان فارسی میں حرف زنی پر بخوبی قادر تھے۔ لیکن امتحان دینے کیواسلے کتابی تعلیم اور انگریزی سے فارسی ترجمہ نگاری کی ضرورت تھی۔ کوئی منشی یا مولوی ان کو اپنی تعلیم کو واسطے قابل نظر نہ آتا تھا۔ ابتدا میں ایک دوبارہ مورخ صاحب سے بحث و تکرار کی ثبوت آئی۔ مگر میجر مومون چند روز میں مطمئن ہو گئے اور مورخ صاحب کی آزمودگاری سے چھ ماہ بعد امتحان دانی سٹینڈرڈ میٹری بورڈ میں جواہر زبان ایران کے مواجبہ میں ہونے کے کامیاب ہوئے اور مورخ صاحب کو سند پسندیدگی عطا کی،

قیام نیچ و پرتاب گڈھ دیو

مقام دیولی سے فارغ ہو کر وسط **۱۹۱۱ء** میں کپتان نی پرچوڑ صاحب پولیٹیکل انسٹر ریاست اٹو بانوڑہ و پرتاب گڈھ کی طبی پر چاؤرانی نیچ مورخ صاحب تشریف لیگے، جہاں کرافسر مذکور کی قیام گاہ تھی، یہ صاحب بڑے نازک مزاج تھے، دینے دیا ان کی برہمی طبع سے باہم ہراساں رہتے تھے۔ لیکن مورخ صاحب کے ساتھ وہ کمال ملاطفت و خوشنودی پیش آتے تھے، ان کی ہمراہی میں سالانہ دورہ پر مقام پرتاب گڈھ و بانوڑہ اور ان ریاستوں کے علاقہ میں مقامات دھرترا، رائے پور گڈھی و یاداد و غیرہ بہت مقامات میں مورخ صاحب کو گشت کرنی پڑی اور آپ کی موجودگی دورہ سے بہادرات و گلبانہ سنگھ فرمانروائے

پرتاب گڈھ اور ہمارا دل بچپن سنگدہ لائے بانہ اڑہ بہت مطمئن اور مطمئن رہے، کیونکہ بعض تقاضا کو اصلاح طلب میں مورخ صاحب کو تعاون خیال کرتے تھے۔ چونکہ پنڈیا میں لال دیوان پرتاب گڈھ کی علیحدگی میں جو رئیس پر قابو یافتہ تھا۔ مورخ صاحب کے مفید کار مشورات شامل تھے، نیز میں پرتاب گڈھ کے ایک مسلمان برادر ہمارا جرحی سنگدہ کی باہمی رجحان اور راہی گڈھ کی علاقہ بانہ اڑہ کی بعض مشکلات رفع کرنے میں آپ نے کسر نہ رکھی، آغاز سال ۱۹۷۷ء میں آپ نے پریچڑ صاحب کو بھی اچانک ہارمونیٹڈ بھیجی پورڈ میں پاس کر دیا اور سند فوٹو کپی حاصل کی اور وطن امر دہ میں آکر جو تیسری مکان ذاتی جو علاوہ ممکن آہائی کے ہے، ختم کر دیا،

قیام جے پور و گشت علاقہ

اکتوبر ۱۹۷۷ء میں کپتان بارنس صاحب سسٹنٹ ریڈنٹ راجپوتانہ نے جو منجانب گورنمنٹ ریاست اُسے جے پور و ترقی کی سرحد کے مناقشات طے کرنے کو مبین ہوئے تھے، مورخ صاحب کو اپنی فارسی تعلیم کے لئے طلب کیا، دو مہینے جے پور میں قیام رہا۔ پہر اسی میل فاصلہ پر موضع ٹوڑہ علاقہ جے پور اور موضع نارولی علاقہ فرولی کی وسطی حد قائم کرنے کو موقع پر وارد ہوئے، بارنس صاحب نے چند روز تعلیم پائی اور ان کی میڈم نے اردو زبان مورخ صاحب سے سیکھی، پہر کی فرصت کے باعث صاحب موصوف نے مورخ سے کہا کہ تجھے فارسی آموزی کے سرحد کے سرپرستہ داری کا کام انجام دیا کریں، مورخ صاحب نے اس کی قبول کی۔ لیکن اختتام ماہ پر مورخ صاحب کو سرپرستہ داری کی تجویز چھاس باہر دے دی گئی۔ حالانکہ مورخ صاحب کو فارسی آموزی کے انہی دنے مانہ پر طلب کیا گیا تھا۔ پس اس نقص جہد پر مورخ صاحب الگ ہو کر سرحد نارولی سے فرولی ہوتے ہوئے دس برس ۱۹۷۷ء کو بریلی پہنچ جہاںکہ مشر جبکہ صاحب ان کے پرنسپل جنرل حیدر جعفری نے برسلس امید داری سب رجسٹری شے کو بذریعہ تحریر طلب فرمایا تھا۔ صاحب موصوف نے بعد تقریر ضروری آپ کا نام فہرست مندرجہ شدہ امید داران میں درج فرمایا اور مورخ صاحب اپنے وطن امر دہہ تشریف لے آئے،

قیام نوگانگ

مارچ ۱۹۷۷ء میں کپتان بارنس صاحب نے جو بطور سسٹنٹ پولیس ایجنٹ ریاست اُسے بندھکھنڈ بنزن انتظام محظ اس ملک کے مقرر ہوئے تھے مورخ صاحب کو بارگراپنی فارسی تعلیم کو بمقام چاودی نوگانگ صاحب طلب فرمایا۔ مورخ صاحب کو بارنس صاحب کی ہر اہمی میں علاقہ ریاست اُسے چنا، چرکہا رہی، بجاد کے جنگل و دیار بحالت امداد محظ نوگاں چار ماہ تک طے کرنے چڑے۔ بعد اختتام کار محظ سالی ماہ اگست ۱۹۷۷ء میں بارنس صاحب سسٹنٹ ایجنٹ گورنر جنرل سٹرل انڈیا معین ہو کر اندر پہنچے۔ جہاں پر مورخ صاحب نے ان کو امتحان فارسی پاس کر دیا اور سند حاصل کی،

سفر کبیر واڑہ میواڑ بار و دیگر

چونکہ اندر میں دوران تعلیم بارنس صاحب چاودی کبیر واڑہ کی سرکاری فوج کے ایڈجائنٹ کپتان کے صاحب کے

کے چند تار و خطوط مورخ صاحب کی طبی کی ہایت بمراہ فارسی آموزی آپ کے تھے لہذا بعد انفراد تعلیم بائیں صاحب مورخ صاحب براہ اودے پور کثیر واڈہ پہنچے، جہاں پر بیس سال قبل ۱۸۷۷ء میں کپتان رنڈل صاحب کو فارسی پڑھا چکے تھے اور وہ ذریعہ اودے پور کی ملازمت کا ہوا تھا۔ کپتان ہی کلمے صاحب بہت فطیع اور متواضع و فرستے انہوں نے اپنے سکونہ جنگ میں سے دو کمری مورخ صاحب کو قیام و سکونت کیلئے دیدے تھے، مگر زار انوس کر دو ماہ بعد صاحب موصوف تحفہ یعنی بعضی میں ایسے مبتلا ہوئے کہ ایک ہفتہ میں جب راجا ڈاکٹر ڈبلیو ہنس آب و دانہ بندہ کے جلنے پر انتقال فرما گئے اور مورخ صاحب ممکن حالت میں براہ اودے پور واپسی وطن پر مجبور ہوئے،

قیام میرتہ والو وغیرہ

مورخ موصوف کے ایک دوست مفتی سچا خاں اجیری ریاست جو دھپ کے عہدہ سپرنٹنڈنٹ پراگتات میرتہ و ناگور پر منصوب تھے۔ انہوں نے آپ کو اپنے عدا فی کاروبار کی اعانت پر طلب فرمایا۔ مورخ صاحب تین ماہ ان کے یہاں رہے لیکن وہاں کا طریقہ انتظام پسند نہ آئے پر ۱۸۹۷ء میں آپ اپنے قدیم دولی دوست حکیم مولوی عبدالقیوم بند شہری کے پاس جو اجیر میں وجہ صاحب کی درگاہ سے طیب خاص میں تھے جا کر قیام پذیر ہوئے اور اپریل ۱۸۹۹ء میں مسٹر بیرس صاحب پرنسپل اجیر کالج سے ملاقاتی ہوئے جنہوں نے مورخ صاحب کو مقام آبو کے والٹر سکول کا ہیڈ ماسٹر مقرر کر کے بھیجا۔ وہاں اتفاق سے چوٹی لایہہ چنڈی جو آپ کے قدیم و فادادار شاگرد بنانا قیام اودے پور تھے اس وقت دربار میراڈ کی جانب سے ایجنٹ گورنر خیرل راجا تانہ کے پاس کہیں تھے انہوں نے مورخ صاحب کو اپنے جنگ پر مہمان رکھا اور دو لایہہ چنڈی بوقت شام آپ کو سفر نامہ شاہ نامہ الدین تاجا شمعین سر فرنگستان پڑا کرتے تھے تین ماہ بعد ہیڈ ماسٹری کے سواج کو مورخ صاحب نے کافی نہ سمجھا اور ڈاکٹر کانڈل اصل سرجن دیولی کی فارسی تعلیم پر بار در دیولی جانے کا اتفاق ہوا۔

سفر دیولی بار در گرو شاہ پور بار اول

جوزی سنہ ۱۸۷۲ء دوران قیام دیولی علاقہ ڈاکٹر کانڈل کے کپتان نیگ ہسبند صاحب پرنسپل ایجنٹ ٹنک و لونڈی وغیرہ نے بھی جو چند سال بعد سر فرانس نیگ ہسبند ہو گئے مورخ صاحب سے فارسی پڑھنا شروع کیا اور انکی لیڈی صاحبہ جو تازہ وارد ہند تھیں اردو زبان سیکھتی ہیں۔ مورخ صاحب پر نیگ ہسبند صاحب اور لیڈی صاحبہ کی کمال شفقت مبذول تھی۔ چنانچہ لیڈی صاحبہ نے بغارش خرم مورخ صاحب کو ریاست شاہ پور میں راجہ دہیراج تاہر سنگھ کے پاس بھیجا۔ راجہ صاحب نے مورخ صاحب کو اپنی ریاست کی تاریخ نگاری کا مسند سپن کیا۔ چونکہ مورخ صاحب راست نگاری کے سخت عادی تھے، جو وہاں ریاست کو پسند خاطر نہیں ہوتا اور جس کا تجربہ مورخ صاحب کو اودے پور میں ہو چکا تھا۔ لہذا مورخ صاحب نے اس مشغولیت سے انحراف کر کے عزم روا رکھی کیا۔ جس پر راجہ صاحب نے علت معفیانہ بوقت مرابت عطا کیا۔

قیام بہنائے ضلع اجمیر

شاہ پورہ سے روانگی کے بعد شہر اجمیر میں مورخ صاحب اپنے ایک دوست کے پاس تعلیم ہو کر بھلیج مولوی مراد علی صاحب مالک راجپوتانہ گزٹ بٹکانہ بہنائے کو گئے۔ جو نیزہ لاکھ سالانہ آمدنی کا قلعہ ہے، وہاں کا راجہ اودھ سنگ بابلغ ہوتا ہے۔ اس کے ہم حقیقی بٹاکر سیکریٹنگ ٹیبلٹ کے بڑے مشائخ تھے۔ انہوں نے اجمیر کالج کے کتب خانہ سے کتب تواریخ منگوا کر اور اپنے خانگی منصبدار کی اصل ویریز کا غذات سے اپنے راہور خاندان بہنائے کی تاریخ مورخ صاحب سے طلبہ کروائی۔ بہنائے کا خاندان جوہ پور کے راجہ چندر سین نامی کی نس سے ہے جو عہد اکبری میں شاہی فوج سے لڑا کر کبستان جالور میں مارے گئے۔ آپ تین ماہ تک ریاست بہنائے کے جہان رہے اور اس عرصہ میں وہاں کی تاریخ پر خوش اسلوبی ختم کر دی، راجا کیری سنگ صاحب نے بوقت رحلت مورخ صاحب کو ایک قیمتی خدمت معہ معقول زر نقد کے عطا کیا۔ یہ واقعہ سنہ ۱۲۹۸ء کا ہے۔

بار سوم سفر دیوبلی و انتظام محط

وسط سنہ ۱۲۹۸ء میں بہ طلب گاری کپتان ڈاؤر ہتہ صاحب اسسٹنٹ پرنسپل ایجنٹ ڈاؤرٹی ان کی فارسی آموز گاری کو چھوٹی دیوبلی کا تیسرا سفر مورخ صاحب کو اختیار کرنا پڑا۔ جہاں سے آپ کو جمعیت کپتان صاحب مذکور ریاست بونڈی کو جانا ہوا وہاں کے انتظام محط کی بخاری پر کپتان مذکور کا تعین ہوا تھا۔ چند روز شہر کے باہر بونڈی کے ڈاک بنگلہ میں قیام کر کے ریاست کے مختلف نواح میں بغیر من خبر گیری و امداد محط مذکور کا چار ماہ تک پیہم گشت کیگئی۔ صاحب بہادر اسپ سوار چلتے تھے۔ ان کے ملازم اودھ سنگار مع سامان بیل گاڑیوں پر بندا ہوتے تھے۔ مورخ صاحب مع اپنے ایک خادم و سامان ضروری کے پشت نیل پر سوار سفر کرتے تھے۔ اگر نہرامن ویران اور دہلیا ہر طرف پریشان نظر آتی تھی خشکی کے باعث دوسو گز عمیق چائنات مثل وندائے خشک کے نمودار تھے، اس سفر کو جبکہ مورخ صاحب بہت رنجیدہ تھے، سرکار انگریزی نے ریاست کی تنگ نائیگی پر رکاوٹ کر کے چھ لاکھ دو سو روپہ نقد اور بارہ سو بیل مفد کو رعایا کی مشکم پڑی اور کاشت کاری کے واسطے بھجوائے تھے، بے شمار تباہ حال زن و مرد اور گرسنہ و گریباں اطفال افغان و غیران مارے پہرے تھے۔ جب صاحب کا کسی آرام دہ مقام پر قیام ہوتا ہے ہر کجا چشمہ بود شیریں۔ مردم و مرغ و مور گر آئند، کانونہ پیش نظر ہوتا تھا۔ پریشان حال فراہم شدہ محط مذکور کاں میں سے کسی کو زر نقد سرکاری رقم سے اور بعض کو آؤدہ خورن۔ وکیل ریاست کے ذریعہ جو مثل سایہ رواں ہوا رہتا ہوا لایا جاتا تھا۔

چند ماہ گشت میں ہزار محط مذکور کو مصد مقام بونڈی کے باہر فراہم کیا گیا۔ اور اعلیٰ ہائے چوبی معق بہ سفالہاگر خشتی میں ہٹا دیا گیا۔ قابل کار و لوگوں کو ریاستی تعمیرات کی مزدوری پر لگایا گیا۔ اور ضعیف و ناتواں زن و مرد و اطفال کو پختہ سامان حر و نوش بہم پہنچایا گیا۔ بعض حال ریاست کی دست برد سے محط مذکور کو عدم مشکم سیری کی شکایت پیدا ہوئی

حس کے ذرائع اندر کپتان صاحب کے حیلہ خیال سے باہر تھے۔ اس اثنا میں بنگ ہسپتال صاحب رجسٹر مع اپنی لیڈی صاحبہ کے دہلے دروہ و گھرائی دار مقام ہوئے۔ بعد معائنہ صورت حال کپتان اور بہتہ صاحب اسسٹنٹ سے فرمایا کہ ابکار و زمیندار ریاست کو جو آپ کے ماتحت کام کرتے ہیں برطرف کیا جائے اور آپ کے فارسی کے استاد دینی مورخ صاحب کو جو بعض استا نہیں بلکہ عمدہ منتظم ہیں اپنے زیر دست نگران کار بنایا جائے چنانچہ بموجب حکم پولیس کی رجسٹر مورخ صاحب کو سپرنٹنڈنٹ انتظام محظہ زرگان مقرر کیا

تقسیم غلہ بہ محظہ زرگان مارواڑ

آخر ایام ریاست بونڈی کے فائدہ کار علاقہ کے انتظام کے علاوہ جب سلسلہ باد و باران جاری ہوا تو علاقہ کوٹہ کی جانب سے ہزار ہا سفولک رعایا کے مارواڑ گذر گاہ بونڈی سے اپنے ملک مارواڑ کو بازگشت کرنے لگی تو کئی صد میں غلہ ایک اعلا میں جمع کر کے مورخ صاحب کا خیمہ اس کے پاس استادہ کیا گیا۔ ایک منشی اور چند سپاہی محافظانہ مورخ صاحب کی ماتحتی میں دیئے اور ہر سافر کوئی نفر دیر غلہ مفت دیا گیا۔ اس انتظام کے بعد سلسلہ انتظام محظہ افتخام کو پہنچا۔ اور بہتہ صاحب بحصول رخصت و ولایت روانہ ہوئے اور مورخ صاحب براہ اجیر و اگرہ دار وطن ہوئے

تعلق ملازمت گورنمنٹ

مورخ صاحب کا یہ سفر بونڈی جہاں سے وہ آخر سلسلہ میں بحالت مرض رجسٹر معاصر دار وطن ہوئے آخری سفر تعلق راجپوتانہ ہوا۔ اس زمانہ میں نو دس ماہ تک مورخ صاحب مرض رجسٹر معاصر میں مبتلا رہے حکیم عبدالحمید خاں دہلوی اس وقت بعقید حیات تھے۔ جنہوں نے مورخ صاحب کی عرصہ حال پر دن رات کی غرض سے اپنا غلہ ان کی کشتہ استمال پڑھ روز کو بھیج دیا۔ اس کے تین روز مستقبل سے مورخ صاحب کی حالت تشریش انگیز ہو گئی۔ استمال کشتہ ترک کر کے صبر رائے آپ کے استاد حکیم مولوی محمد حسن صاحب انگریزی عشب استمال میں لایا گیا۔ جس سے بہ فضل ازوی صورت آفاقہ نمودار ہوئی۔ چونکہ مورخ صاحب کے نام فہرست رجسٹراری صوبہ متحدہ میں بذکرہ صاحب انسپکٹر جنرل الہ آباد مع اسمائے مولوی آل احمد پرنسپل دار مولوی اکمل علی و منشی فریادہ فرزند حمید الرحمنی ارشاد علی صاحب مرحوم چار سال قبل سے درج تھا۔ پس ان ایام میں جب کہ مورخ صاحب کو خفیف آفاقہ کے سوا صحت کافی حاصل ہوئی تھی۔ کہ دفتر الہ آباد سے براہ راست بذریعہ ڈاک پروانہ تقرری سب رجسٹراری گنور ضلع مراد آباد صادر ہوا۔ (باقی آئندہ)

۱ ندوۃ القریش کے ممبر بننا

۲ القریش کی توسیع اشاعت میں حصہ لینا

ہر قریشی پائی کا فرض ہے

قسانی قوم کی کیفیت

میرٹھ کے قانیوں کا دعویٰ ہے کہ حضرت محمد قاسم نے ملک سندھ کو فتح کیا تو ہمارے بزرگوں کو بہر سالی گوشت کی خدمت سپرد ہوئی تھی۔ بس وہ دن اور یہ دن، ہم امت محمدیہ کو دوزات گوشت کھلانے میں مصروف رہتے ہیں۔ لیکن امت نے اس خدمت کا صد یہ دیا کہ ہمیں قانی کہنا شروع کر دیا اور کبھی ہولے سے بھی اس حقیقت کو یاد نہ کیا کہ ہم ان خیر مردوں کی اولاد میں سے ہیں۔ جنہوں نے سب سے پہلے کفرستان ہند میں اسلام کا جہنڈا گاڑا،

اصلیت :- دعویٰ کی محنت اور ثبوت کے لئے شہادت قوی کی ضرورت ہوتی ہے، ورنہ دعویٰ لغو اور باطل سمجھا جائیگا۔ یہ نہیں کہ صدی روایات اور من گھڑت تقریروں سے عہدہ برائی ہو جائے، انہوں نے اس دعویٰ میں کسی معتبر تاریخ کا حوالہ نہیں دیا،

تاریخ کی محنت کے دو رکن ہیں، (۱)، (روایت) (۲)، (درایت) :- روایت وہ ہے کہ جس واقعہ کا بیان تاریخ میں ہے۔ اس سے اب تک سلسلہ وار صحیح روایات موجود ہوں، درایت وہ ہے جس کو عادت اور عقل جائز رکھے۔ مثلاً اگر کوئی دعویٰ کرے کہ میں حبشیہ بادشاہ ہوں تو اس کو کیسے تسلیم کیا جائے۔ جب روایت اور درایت اس کو تسلیم نہیں کرتی، تاریخ ابن خلدون میں جس کی تحقیقات مسلم ہے مسطور ہے کہ خلیفہ ولید بن خلیفہ عبد الملک اموی نے سترہ ہجری میں محمد بن قاسم بن محمد بن حنظل بن نفی کو جو حجاج عالم نقی کا عہد ادبائی تھا۔ سہ سالہ بنا کر متع چہنار شاہی فوج کے ملک سندھ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا،

اس میں جلد مغرہ کے طور پر اس امر کا واضح کر دینا عالی از خاندہ نہ ہو گا کہ ترشیان بنی ہاشم اور بنی امیہ باہم حریف تھے اور رقابت کے باعث جہاں تک ہو سکا ایک دوسرے کی تعزیر اور الماک میں کسر بانی نہ کر سکتے تھے۔ جب بنی امیہ صاحب اقبال اور بادشاہ وقت بن گئے تو انہوں نے قریش بنی ہاشم اور بنی فاطمہ پر وہ ظلم روا رکھے جن کے ذکر سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، تاریخ ثابت کرتی ہے کہ صرف حجاج کی تیغ ستم سے ایک لاکھ بیس ہزار مسلم قریش بنی ہاشم اور سادات نے شہریت شہادت چکھا۔ باقی حکومت کے کارناموں پر ایسا ہی قیاس کر لینا چاہیے،

ایک ہزار ہیند یعنی اسی برس بنی ہاشم کی خلافت رہی اور اس خلافت کے مورث اعلیٰ مروان بن حکم مروان اموی پر خلافت کا خاتمہ ہوا۔ پھر مالک الملک نے بنی عباس کے زیرِ نیت کو ارج اقبال پر دوشن فرمادیا۔ بنی امیہ کا دار الخلافہ شہر دمشق راجہ ملک شام کا بڑا شہر ہے۔ اس خلافت میں عام قریش کو کون لوکر کہتا تھا جو فوجیں بن جائیں؟

اب میں اس مقصد کی طرف آتا ہوں، یہاں اس امر کے ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں کہ محمد بن قاسم نے کن تباہی سے سزا کو فسخ کیا۔ اور ملتان تک فتح کرنا ہوا چلا آیا،

یہاں تک تو تاریخی حالات ہیں۔ اب میں روایت کے حکم سے کچھ لکھتا ہوں،

۱، محمد بن خالد بن لہجہ نے تاریخ لکھنے میں خرمات کے ذکر کرنے سے ہی فراغت نہیں کی۔ قریشیوں کے قتالی ستر کر کے کوئی دواں ذکر نہیں،

۲، جب یہ فوج شامی تھی اور پر معلوم ہوا کہ بنی ہاشم قریشیوں کا سب سے بڑا اور زبردست قبیلہ تھا۔ اور اس کو بنی ہاشم نے بتا دیا اور بڑا کر دیا۔ تو یہ قتالی کس قریش کی اولاد میں سے تھے؟

۳، مجھے قتالی میں کیا سب ایک ہی باپ کی اولاد میں یا جدا جدا باپ رکھتے ہیں؟

۴، جب فوج ملک سندھ سے فسخ کر کے اپنے ملک میں واپس چلی آئی تو مرن فتائیوں کو کیوں دواں چھوڑائی۔ حالانکہ ہندو لوگ مسلمانوں کا بوجھ کھاتے ہی تھے، اور تھے ہی یہاں سب ہندو، کون سے امت محمدیہ یہاں تھے جن کو قریشی قتالی گوشت کھاتے تھے؟

۵، ان کا یہ کہنا کہ امت نے ہماری خدمت کا یہ صلہ دیا کہ ہمیں قتالی کہنا شروع کر دیا۔ یہاں یہ تو بتائیں کہ وہ امت کی کوئی خدمت کر رہے ہیں وہ تو یو یو باجی دو کا مذاہ میں مجھے اور اجناس کے کاغذ دہوتے ہیں، ان سے بھی سودا ہی کیا جاتا ہے نقد دیا اور گوشت لے لیا،

۶، اگر ان میں سے مسلمانوں کے ساتھ شام میں بھی کبھی چلے گئے ہوں تو ان کا نشان ملک شام میں بھی ہونا چاہیے حالانکہ عرب اور ان ممالک میں رسم ہی ہے کہ اپنے جانور بہتر، بکری، اونٹ، گھوڑا خود فسخ کرتے تھے کوئی شصت چیشہ دواں نہ تھا،

اس پر حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ لکھتا ہوں جس سے ہر ایک آدمی کا خود اپنا جانور فسخ کر لینا ثابت ہو جائے،

جابر رضی اللہ عنہ نے حضرت سرور انبیاء علیہ السلام کی مہمانت کی اور ایک بکری ذبح کی۔ ان کے دو بیٹے تھے بڑے بیٹے نے چھوٹے کے کہنا کہ آج میں تم کو بتاؤں کہ کس طرح ہمارے باپ نے بکری کو فسخ کیا۔ اس کو زمین پر لٹا کر گتے پر چھری پھیر دی اور وہ قتل ہو گیا۔ انکی والدہ غفلت ان کے پیچھے دوڑی وہ کوٹھے پر پڑھ کر زمین پر گر کر مر گیا۔ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا وقت تھا۔ انہوں نے دونوں لاشوں کو اندر چھپا دیا کہ ایسا نہ ہو یہ واقعہ دیکھ کر آنحضرت کو طلال ہو، جب کہنے پر بیٹے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں لوگوں کو بھی بلاؤ، جابر نے کچھ عذر کر دیا۔ آنحضرت نے خود ان کے نام لیکر دونوں کو آواز دی، اللہ کی تدریس سے وہ دونوں مذہب کو لیک لکھتے ہوئے حاضر ہو گئے،

۷، اب یہی نام ہند کے اہل اسلام جو جانور قربانی دیتے ہیں وہ اپنے امت سے ذبح کرتے ہیں۔ بعض خود گوشت ساق لکھتے ہیں

بعض نقاب سے صاف کراہتے ہیں۔

۸) جب ہندوستان میں مسلمان حکومتیں ہوئیں۔ چونکہ ان کی بول چال کی زبانیں اکثر فارسی تھیں اور فارسی میں عربی بہت مخلوط ہے انہوں نے اپنے محاورات پر اکثر پیشہ وروں اور آلات کے نام عربی اور فارسی میں رکھ لئے، رنگ ساز، شال بان، ہانڈہ اشیہ، گر، قلعی گر، بزار لینے، حلبہ فروشن، بڑ عربی میں جامہ کو کہتے ہیں، خراڈی، لکڑی کو تراش کر حموار کر مڑالا، صقلی گر، صراف، جوہری، نعلبند، نقاب، گوشت کاٹنے والا، میر عامی کثرت عصیان کے سبب اس نام سے مشہور ہو گیا۔ جواب بگڑ کر مری بن گیا۔ جیسا فارسی میں شہو اور بمعنی سردار سوار ہے، ایسا ہی آلات اور اوزار کے نام، تیشہ، آردہ اس کا فارسی نام آردہ ہے، برہم کا پنجہ، سدان اصل میں سندان ہے، ایچ کنش، گونیا۔ وہ آگ جس سے کوئلے کی بھت درست کی جاتی ہے۔ کرنڈی جس کا اصل نام کارندی ہے، اگر مالہ وہ آگ جس سے کھل کر تے ہیں اس میں یہ گل مالہ ہے، اس معنوں کا میدان فراخ ہے، لہذا اسے پر بس کیا جاتا ہے،

نیچہ یہ ہوا کہ جن پیشہ وروں کے نام عربی یا فارسی ہیں۔ کیا ضرورہ عربی اصل یا فارسی زائیں؟ چونکہ فارسیوں نے اپنی ملک اپنی زمینیت کا کوئی معیار ثبوت نہیں دیا اس لئے ان کا اپنے آپ کو قریبی ظاہر کرنا خیال باطل ہے،

آخر میں اس مضمون کو حضرت سرور کائنات مغفور موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صحیح حدیث پر ختم کرتا ہوں۔ کہ جو شخص اپنی نسب غیر کے ساتھ منسوب کرتا ہے، اللہ قتلے اس کو کس عذاب کا مستحق بناتا ہے،

إِنَّ مِنْ أَكْظَمِ آثَمًا أَنْ يَدْعِيَ الرَّجُلُ لِأَيِّ شَيْءٍ أَوْ يَدْعِيَ عَيْنِيَدٍ مَالِكٍ سَرَّ مَا-
أَوْ يَدْعُو لِعَلِّهِ دَسُو لِي اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كُنْتُ يَعْلَمُ (صحیح بخاری)

ترجمہ :- تحقیق بڑے باہمی افترا میں سے ہے جو شخص اپنے غیر باپ کے ساتھ نسب کا دعویٰ کرے یا دیکھے اپنی دونوں آنکھوں کا وہ خواب جو انہوں نے نہیں دیکھا۔ یعنی جو بی خواب بیان کرے، یا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ کلام ظاہر کرے جو آپ نے نہیں کہا۔ یعنی جو بی حدیث بتائے۔ اس کے اخیر میں فرمایا ہے کہ ایسا شخص اپنے بیٹے کی جگہ دوزخ میں بنائے،

غلامِ نبوت، صدیقی منیر

ایک دیہاتی عورت سکول کے اسٹرکٹور کو کھتی ہے جس میں اپنے لڑکے کی غیر ماضی پر سبقت کرتی ہے، جناب بن! آج پیر محمد ا سکول بچا کا کیر کو آج وہ اپنے باپ کی جگہ پر کام کر رہے ہیں اور اسکے والدہ صاحبہ کو کہنے لگے ہیں جو اپنے پیر کو دیکھتا کہ جو کس ایک گھنٹہ میں ایک بیس چلتے ہیں اسکو ہمیں کی نسبت اس مرتبہ کو کہنے لگے کہ تھوکت کی ضرورت ہوگی، چونکہ اس صاحبہ میں پیر جیسے کس بچے کی قوت سے باہر تھا۔ اس لئے محمد اسیر و منیر کو ہٹا پڑا اور آج وہ مجھ سے شکر پر اس سوال کو حل کر رہے ہیں اور پیر لڑکی جگہ کام کر رہے امیدوار ہوں کہ اسی غیر ماضی سان فرمائی جائیگی،

بذوہ القریش

کارروائی اگر کوئی منقذہ کیم اکتوبر ۱۹۳۲

بہ عافی ہزار حکیم علی صاحب انسپکٹر، شیخ احمد الدین صاحب فائز، حکیم شہاب الدین صاحب مدیر طباعہ، مفتی علامہ فیروز خان، مفتی امین، کابو محمد مسلم صاحب کلک، ابو محمد مختار صاحب بی۔ اے، مفتی محمد علی صاحب، مفتی میر محمد صاحب پنشنر، مفتی عبدالرحیم صاحب پنشنر، قریشی محمد عظیم صاحب نائب صدر قانگو، قریشی محمد علی صاحب رکن اور خاک محمد فضل حکیم دفتر تبلیغ میں ص ۹ بجے کارروائی شروع ہوئی، سابقہ اجلاس کی کارروائی کفرم ہونے کے بعد دروغہ مستہاضہ مہری پیش ہوئیں۔ جب ذیل امید ومان کی درخواستیں خاص کمیٹی کی سفارش پر منظور کی گئیں اور باقی آئندہ اجلاس کیلئے ملتوی کر دی گئیں،

(۱)، مفتی برکت علی نیچر، جو اینٹ سکڑی بجن قرین امر تر (۲)، ڈاکٹر نذیر حسین صاحب مول ہسپتال،

(۳)، مولوی فضل حمید صاحب فاروقی بی۔ اے، پیشاں (۴)، قریشی محمد سرور صاحب ایسی مولوی فاضل مظفر گڑھ،

(۵)، میاں فقیر محمد صاحب امر تر (۶)، قریشی محمد سلیم صاحب لاہور،

۳۔ نامی نظیر حسین صاحب فاروقی کا مکتوب دوبارہ اس کے کہ فتائی مرسوس کے تتبع میں قریشی کا دعویٰ کر رہے ہیں کیا مذوہ القرین مسبارہ میں کوئی قدم اٹھایا گیا؟ پین ہو کر تجویز ہوا کہ نامی صاحب کی خدمت لکھا جائے کہ اگر آپ ایسے سحر موش قلمی ادا کریں تو اس کی اشاعت کے لئے "مذوہ" اور القرین دونوں حاضریں محفوظ رہیں متعلق ہر مفید تجویز پر وہ عمل کرنے کے لئے وہ ہر وقت تیار ہیں، ایک روزیہ سشن کے ذریعہ حکومت کو توجہ دلائی جائے کہ وہ میزبوں کی طرح مشائخ کی تعزیت کے اندراج میں یہی حد مردم شماری کو خاص اہمیت دے کام لینے کی ہدایات جاری کر دے،

۴۔ سکڑی کی رپورٹ دوبارہ اس کے کہ "ضیاء" مطبوعہ سنبر میں "مذوہ القرین" کی ایک تجویز کے تحت تاریخی واقعات کے غلط استدلال میں قریشیان ہند کی نامذہ جماعت "مذوہ القریش" پر بنات ناروا اور غیر مناسب سمجھ گئے ہیں، پر غور کرنے کے بعد تجویز ہوا کہ قبل اس کے کہ کوئی کارروائی کی جائے، مذوہ کے صدر مولانا حکیم زید احمد صاحب عباسی سے استفسار رائے کیا جائے کہ وہ اس غیر لائق اقدام کے مستحق اپنے صحیح اور واضح مندرجہ سے مستفید کریں، اور شل آئندہ اجلاس میں ہو،

۵۔ رپورٹ سکڑی دوبارہ اس کے کہ فیصلہ ثالثی مورخہ ۲۳، اگست سن ۲۰۱۱ میں بجن قریشیان ہند امر تر کے صاحب کو تسلیم ہوا حال غفلت سے رکھا ہوا، اور کاغذات کو مٹا دیا گیا ہے۔ چہ کہ یہ غیر جانبدار ناانین کی رائے ہے اس لئے کارکنان جنہیں مذکور مطلع کیا جائے کہ وہ قومی سرمایہ کو بیجا بطریق پر خرچ کرنے اہتر از کریں، اس پر جب ذیل مذکور سیشن بالاتفاق

پاس کیا گیا ،

”ابن زبشیاں ہند“ امرتسر کا سرایہ قوم کا سرایہ ہے اور فیصلہ ثالثی مورخہ ۱۲۳۱ گت سنہ سے ظاہر ہے کہ اس کا صاحب - صاحب کا غفلت سے رکھا ہوا اور کا ذات معلوم ہے کہ بے ضابطہ ہیں اور ایسی حالت میں غوثی سرایہ کا نقصان یقینی ہے ، لہذا مذکورہ اقرضہ کا یہ اجلاس اپنی ذمہ داری کا احساس کرتا ہوا زبشیاں امرتسر کے ۱۲ جوی سنہ کے اس مذکورہ پیش کی جس میں ابن زبشیاں کی غیر اعلیٰ کارروائیوں پر اظہار نفرت کرتے ہوئے اسے متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ اس نام سے دم کو دھوکہ نہ دیں ، اور اس کے سرایہ کو بے ضابطہ طریق پر خرچ نہ کریں ، تاہم و حاتم کرتا ہوا اس کے کارکنوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنا صاحب و کتاب اپنے طور پر قوم کے سامنے پیش کریں ورنہ قوم اور اس کی نمائندہ جماعت مذکورہ اقرضہ کو من ہوگا کہ وہ غوثی سرایہ کے تحفظ کے لئے مناسب تدابیر عمل میں لائے ۔“

۵۔ چونکہ اراکین ابن زبشیاں ہند نے بلا وجہ من کے جھوٹے اور بے سرو پا الزام کی ترش خروش سے غلط فہمی پیدا کر دی ہے ، لہذا تجویز ہو کہ فیصلہ ثالثی کو بذریعہ اشتہار شائع کر کے کثرت کے تقسیم کیا جائے تاکہ عوام اور افراد قوم کو حق و صداقت کی تلاش و جستجو کی زحمت نہ ہو ،

۶۔ نیازند سکری کی رپورٹ پر منشی بکرت علی صاحب سابق جو انٹ سکری ابن زبشیاں ہند جو حال میں اس سے اپنی مرضی سے علیحدہ ہو کر مذکورہ کے جبر ہوئے ہیں ، اور مولوی میر محمد صاحب گوڑٹ پشتر کے اساتذہ گرامی اگر کٹو میراں میں منظر کئے گئے ،

۷۔ فاضل معراج الدین صاحب کی درخواست اور حکیم مناب الدین صاحب کی سفارش پر صرف چندہ داخلہ پران کا نام میراں مذکورہ میں منظر کیا گیا اور پھر سالانہ چندہ کی رعایت کر دی گئی ، ۱۱ بجے جلسہ بخیر و خوبی برخاست ہوا :-

بقیہ فہرست میراں مذکورہ اقرضہ

- | | |
|---|--|
| ۱۱۔ منشی عبدالرشید صاحب کپور بندہ سیٹ | ۷۔ حکیم غلام مصطفیٰ صاحب رحاس |
| ۱۲۔ قرنی محمد عطاء اللہ صاحب بلوچستان | ۸۔ صوبیدار ڈاکٹر غلام حسین صاحب پشاور |
| ۱۳۔ قاضی قدرت اللہ صاحب سیالکوٹ | ۹۔ منشی حسن محمد صاحب سول ڈپارٹمنٹ |
| ۱۴۔ سید ظفر اسماعیل صاحب | ۱۰۔ ڈاکٹر محبوب عالم صاحب ، جالندھر |
| ۱۵۔ قرنی اقبال محمد صاحب ، فیروز پور | ۱۱۔ حکیم فضل حسین صاحب ریونیو اسٹنٹ |
| ۱۶۔ میاں میر محمد صاحب پشتر ، گورداسپور | ۱۲۔ منشی احمد اللہ صاحب ایچ اسی غوث پورہ |

باقی آئندہ

نار ، چیف سکریٹری ، مذکورہ اقرضہ

ایک سین او اُس کے چھ پردے

دیرنی ہے شگفتگی دل کی

کیا عمارت غنوں نے ڈالنی جو

(۱) دریا کا کنارہ برسات کا موسم، شام کا وقت، اور پانی برس گیا ہے، دریا اپنے زروں پر بہ رہا ہے سورج پر سورج، لہر پر لہر آتی ہے اور اپنے ساتھ خدا جلتے کہاں کہاں سے حس و عاشق بیائے لئے چلی جاتی ہے، خشک کھڑی کا بھڑکا کسی دھت کی تازہ ٹوٹی ہوئی شاخ، اور کچھ نہیں تو خالی پانی ہی ہے مگر ایک عجیب سرعت اور بھیدگی سے ہر ایک شے بہتی چلی جاتی ہے، دریا کی روانی سوچے والوں کے دل میں دینے والی کیفیت سے بدگمانیاں پیدا کر رہی ہے، بے ثباتی کا تصور اس وقت کے مشاہدہ معنی سے ادا دیا کر ایسی روشن تصویر دیدہ دل کے سامنے پیش کرتا ہے اور پھر اور کسی عینک کی مشابہت نہیں رہتی،

(۲) ناؤ کا پہل بندھا ہے، لوگ اس پر سے گزرتے ہیں، ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر آتے جاتے ہیں، کوئی رداں رداں جلدی جاتا ہے، کوئی دگ دگ کر سیر دیکھتا ہوا چلتا ہے، کوئی کہیں، اپنے ہم مذاق دوستوں کے مجمع میں کسی کشنی کے ایک کونہ پر بیٹھا تماشہ دیکھتا ہے، دل خوش کیا اور ب اہلکار جلدیے، غرضیکہ چلتا ہر حال میں مقدم ہے اس سے خالی کوئی بات نہیں،

(۳) دریا کے اس پار عین کنارے پر ایک پُرانی بارہ دری ہے، اس کی یہ حالت ہے کہ چھت منارو، کبھی کی پڑی ہوئی جیاجی ایسی گڑی کر پھر کسی نے بنوانے کا نام نہ لیا سو دریا کے فریب کے جتھہ کی دیواریں بھی پانی کے لگا تار اثر سے نرم ہو کر دریا میں گر پڑیں، پانی بالکل مالاہوا گدھا ہے اور مکان کے باقی حصوں کے رہنے کی بھی کوئی امید چنداں نظر نہیں آتی، جو ننگے ستون اور دیواریں اب تک کھڑی ہیں گویا زبان حال سے بکا رہی ہیں، کہ ”تم کو دیکھو ہمارا حال سنو!“ اور دنیا اداس کی بونفائیوں کا سبق خوب ذہن نشین کر لو، مگر بسے اہل دل کہاں سے لائیں، جو دریا کے شور و غل میں ان جیاجی دیواروں کی خاموش آوازوں کی طرف کان دھریں، صدا طوطی کی سننا کون ہے نقار خانے میں،

(۴) اس پار دیہے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر تین پُرانے مقبرے نظر آتے ہیں، ایک تو کسی بادشاہ و جمہا کا وہ تو خیر بہت کچھ اپنی شان کو قائم رکھے ہوئے ہے اگرچہ اتانکے، دوسرا اس سے کچھ دور آبی بادشاہ کے کسی امیر کیر کا، مگر اس کے گنبد کی عجب حالت ہو رہی ہے، اس کے نیچے کی مسترکاری اینٹوں سے میچھ ہو کر گر چکی چاہتی ہے، واہ رے معمارو! تم نے تو معمار کے بنائے اور اس کے ٹکڑے میں کوئی کسر اپنی طرف سے نہیں چھوڑی مگر اس کو کوئی کیا کرے کہ قانونِ مدت

ہی ہمیشہ ہر چیز کی حالت میں ایک تبدیلی چاہتا ہے، چونکہ اسے اپنے آپ میں تو ابھی تک ایسی ہیروست ہے کہ بچنے کا نام نہیں لیتی مگر کجبت اینٹوں کو کوئی کہاں تک کو سے، جہنم نے اپنے سے علیحدہ کر کے اس چیار سے کو ہی کے حال پر پہنچا دیا ہے، تیری بلا سے کوئی مرے با کوئی بنے، تیرا مقبرہ بھی جہت والا، ذرا اور فاصلہ پر امی بادشاہ کی سب سے پیاری بیگم کہے، اس مکان کی ناکفہ بہ حالت کا کیا کہنا، ادیکھو تو اس کی مین خود اپنی نہ بولنے والی زبان سے کسی پیش گوئی کر گئی ہے،

بر مزار ماغریاں نے چراغے گئے
نے پر پردانہ سوز دے صدائے بیچے

دن کو فریب کے گاؤں کے چوہا ہے اپنے جانور چوہے لے آتے ہیں، مکان میں گو برب طرف جا بجا پڑا ہے، کہیں گائیں بھینس بھی ہیں، کہیں بچہ کھڑے کھڑے ہیں، کہیں بکریوں کے پاس ان کے بچے کھین کر رہے ہیں، اس پاس لڑکے بچے کھلی سے مختلف کہیں کھیلے ہیں اور اپنی نادانی میں ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ہم کس کی خاک کو پاؤں کر رہے ہیں، آہ! وہ جس نے اپنے زمانہ میں اپنے علم اور عقل، غری اور سخاوت کے نور سے ایک جہاں کو منور کر رکھا تھا، آج اسی کے قول کے موافق اس کی قبر پر دیا تک بھی نہیں ہے، پیہلوں کا تو کیا نہ گور،

۵۔ ناؤ کے بل سے اوپر کی طرف لوہے کا پل ہے، ریل گاڑی اس پر سے آتی اور گزر جاتی ہے، اگرچہ بظاہر وہ اس منظر کے اثر سے متاثر نہ ہوتی بالکل معلوم نہیں مرنی مگر ایک روانی ہے کہ جس سے وہ خود بھی غالی نہیں۔ دنیا کی کسی بات کو قرار نہیں، قیام نہیں، واقعی ۶ سخت بے اعتبار ہے دینا،

۶۔ دبا کے اس پر کڑی کا ایک گھٹا کسی پہاڑی مقام سے برکرایا ہے، اس پر ایک مینی شخص اپنی بے خودی کے عالم میں غرق خاموش بیٹھ ہے، اس کا پاؤں اور چارکر نوا باپ ابھی تھوڑے دن ہوئے اس کے سر سے اٹھ گیا ہے، اس کو بالکل معطل اور دل شکستہ چھوڑ گیا ہے، وہ ہر چند اپنے ہمدرد کو اپنے دل سے دور کرنا چاہتا ہے اور اس کی کوشش بھی کرتا ہے اور شائد کیا عجب ہے کہ وہ اسی خیال سے اپنا ہی ہمدانے کو دہلے گنا رہے آ بیٹھ ہے، مگر کہاں! جو دل مدائے ایسے بنائے ہیں، کہ ہمیشہ ہم کی چاشنی سے لذت گیر رہتے ہیں، وہ کہیں ایسے ہمدردوں کو آسانی سے بھول سکتے ہیں، اس نے دبا، بل، بارہ دہی اور مہنوں کی طرف کیے بعد دیگرے نگاہ مزد دانی، اور سب میں ایک روانی، تیرا اور شکستگی کی کیفیت بھی پائی، مگر وہ کہیں کا خیال اس کو اپنی جانب ہی متوجہ کرتا تھا۔ ادبار بارے ساختہ اس کی زبان سے نکل جاتا تھا،

دینی ہے شکستگی دل کی
کیا عمارت غنوں نے ڈھالی

جہانگیر

میری سرگزشت

نمبر ۷

برہستان بہر کے برہمی اور بلوچ سرداروں میں سے یوسف خاں ہی ایک ایسا سردار تھا۔ جو بچپن ہی میں معمول تعلیم مرد مر کے لئے علیحدہ بھیجا گیا اور جس نے بوچی دستور کے مطابق سر کے لیے برادر کہنے کے باوجود اس اثنا میں کوٹ پتوں اور ترکی ٹوپی کا استعمال ہی کیا۔ لیکن جو بہنی کہ اپنے وطن مالوہ میں واپس پہنچا تو اس نے علیحدہ کی بود و باش کے تاثرات کو کھیر بہا دیا اور خالص برہمی بن گیا،

شادی پر چکنے کے بعد اس کی کن بی تعلیم کا سلسلہ القظ ہو گیا اور موقعہ کو منیت جان کر گورخان نے اسے اپنی پولیٹیکل درس گاہ میں داخل کر لیا۔ اس لئے اب میری فرائض انما سبق زیادہ نازک اور پیچیدہ مرحلہ پر پہنچ گئے، کیونکہ یوسف خاں کے نام سے کی غمن سے اس کو اس کے باپ کی غلط اور تباہ کن پالیسی کے اثر سے محفوظ رکھنا بغاوت مزدوری تھا، پولیٹیکل ایڈوائزر صاحب ریاست قلات بھی صدقل سے یوسف خاں کی بہتری کے متمنی تھے، چنانچہ ۲۶ جولائی ۱۹۰۹ء کو قلات سے ذیل کا جو مراسلہ انہوں نے میرے نام پر لکھا وہ انکی صداقت اور میری فرائض کی اہمیت کا منظر ہے،

مضمون مراسلہ :- فضیلت پناہ مولوی نظیر حسین سلامت باشند، بعد از سلام واضح باد، چوں دریں وقت رو قطع رپورٹ ہائے مناجاب سردار گوہر خاں و سردار یوسف خاں بخلفی آپ کے بمقدور دعویٰ میں کہش و اند خضدار نسبت خانقاہ بہادر دالے قلات موصول ہوئے، نیز ایک عریفہ سردار یوسف خاں کا جو نام خانقاہ جب کے تھا، وہ بھی ہمارے ملاحظہ سے گذرا اور مناجاب کما نیر و جانشین خضدار ہی اس بارہ میں رپورٹ بخدمت خاں صاحب آئی تھی، کہ جوہر خاں برادر سردار گوہر خاں پیدا دار ملک مذکور میں است اندازی کرنی چاہتا ہے آپ کیا حکم دیتے ہیں؟ ان رپورٹ کے دیکھنے سے ہم کو نہایت افسوس ہوا کہ سردار گوہر خاں ہنوز در پے فساد ہے، زیادہ تر ہلکویہ افسوس ہے کہ سردار یوسف خاں ہی ایسی ہی درخواست کرتا ہے کہ خانقاہ صاحب اور سردار گوہر خاں کو زور آزمائی کرنے دو اور برٹش گورنٹ تماشایکیتی ہے،

ہنیں جانتا کہ سرکار انگریز نے یہ مبلغ پچاس ہزار روپیہ سالانہ تنخواہ جہلا و انیاں خانقاہ سے اس شرط پر منظور کرائی ہے کہ آئندہ سرکار انگریزی زور دار ہے کہ امین سرداران جہلا و انیاں اور خان صاحب کے کچھ نہ وینس ہوگا، اگر وہ خانقاہ صاحب اور سردار گوہر خاں کو زور آزمائی پر چڑھا جائے اور سرکار تماشایکیتی ہے، یہ بات کیسے شرم کی ہے،

اور ہلکویہ افسوس ہے کہ سردار گوہر خاں کے واسطے بڑا پردہ تھا کہ وہ صبر سے بیٹھ جاتا، اب ملک اس کی حریت اور نام آوری کافی ہو گئی تھی، اگر وہ اسی طرح زیادہ دلیور دستخبر ہو گیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ آخر الامر لاچار اور سرسبز ہو کر بیٹھے گا۔ خوشی

میں یوز کا ایک تہانہ دار مقرر کیا گیا۔ جسے گوبر خاں خیال خود مشتبہ محاکموں سے دیکھتا تھا اور اسے کاشا سمجھ کر کہا دھبکنے کی فکر میں تھا۔ جب یوسف خاں پر اس نے قابو پایا تو اس نے تہانہ کو تکلیف دہی شروع کی اور شیخون مار پکڑی دھکی دی، اس لئے اگت سلاٹھ میں سیر جم خاں کو روک تھامی دار زہری بعد عملہ متعلقہ راتوں رات زہری سے قلات چلے جانے پر مجبور ہوا۔

اس طرح سے جب یہ میدان صاف ہو گیا تو گوبر خاں نے اپنے دشمن دیرینہ سردار عمر خاں مسیانی سکھ بیل کے ساتھ جنگ کرنے کی ہٹائی۔ بجائیکہ فردی سلاٹھ ۱۷۰۰ میں بمقام ہی سردار یوسف خاں اور سردار عمر خاں مذکور کے درمیان صورتِ رضامندی واقع ہو چکی تھی، مگر گوبر خاں اس کو پسند نہ کرنا تھا، اور مطمئن نہ تھا،

بالآخر چند ہی روز بعد غالباً اگت سلاٹھ میں، سردار مسیانی کے صدر بمقام موضع بیل کے سلسلے قریباً ایک میل کے فاصلہ پر موضع سلاٹھ میں سردار گوبر خاں نے دیر سے ڈال دئے اور بیل جنگ بجاریا،

یوسف اپنے باپ کی حمايت پر تھا اس لئے ہم سب کا ڈیرہ سلما بنجہ میں ہوا، لشکر جمع کر نیکا طریقہ تاصدیحینا، ڈھول پٹونا اور کسی متعلقہ پہاڑ کی چوٹی پر آگ کا روشن کرانا ہے، تلوار کا کمرے باز دھنا اور اینارین کا رواج ہے اور شیر کا گلے میں حائل کرنا بول کا دستر، تزان یا جالا دان ساڑھے تین سو سال تک بولوں کے زیر حکومت رہ چکا ہے اور یہ اب تک ان کے عہد حکومت کی یاد گار ہے کہ یہاں کے باشندے اپنی خداوندی گلی ہی میں آؤنیزاں رکھتے ہیں،

اس واقعہ اور عارضی سحارہ میں فریقین کے قومی لشکر کی مجموعی تعداد پانچ سو نفر سے زائد نہ تھی، قریباً ہفتہ بہر لڑائی کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ گوبر یوسف طلوع آفتاب پر میدان جنگ کو جانے اور غروب آفتاب پر واپس آ جاتے۔ مجھے اس لئے ہمراہ نہ بجاتے کہ برٹش رعایا کو نقصان پہونچنے کی ذمہ داری انہیں عائد ہوتی، مسیانی اپنے گاؤں کی دیواروں کے قریب رہ کر لڑتے اور گوبر ہمہ اپنے لشکر کے کھلے میدان میں ہوتا۔ جنگ کا منظر سلما بنجہ کے مکانات کی چیتوں پر سے بھی دکھائی دلیکتا تلوار سے دست برداری کی ذبت تو نہ آئی، البتہ فریقین کی جانب سے گولیوں کی بوچھاڑ کی جاتی رہی، جس سے طرفین کے متعدد اشخاص زخمی ہوئے جو زخمی ہوتا وہ بیل یا دنٹ یا گہوڑے پر یا گہوڑے پر اپنی اپنی گوتھ مقام راکش، پر علاج معالجہ کے لئے چلا جاتا، مسیانیوں کے فصلات اور باغات کا بھی نقصان ہوا۔

دورانِ جنگ میں جو سن پیداکرنیکے لئے جانیں کے "لوری" (ڈوم مراسی) زور کے ساتھ ڈھول پیٹتے اور بڑی زبانیں بکوشید، بکوشید اور سریر و شہید کے پر زور نعرے لگاتے،

بڑی ہوں یا بلوچ، قبائلی اقوام کے موجودہ عدم اتحاد اور باہمی بغض و عناد کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب مراسی کا وجود بھی ہے اور وہ اس لئے کہ یہی ایک ایسا گروہ ہے۔ جو قوموں میں ایامِ گزشتہ کے تڑائے منا کر کہ کس طرح ایک قبیلے دوسرے قبیلے کو چھپاڑا یا ایک دوسرے کو تارا۔ نفرت دیرینہ کو تازہ رکھے جلاتا ہے اس لئے قبائلی امن کے لئے یہ عربوں کا دست ہے،

برقرار رہنے کی غرض سے جس قدر جلدی ممکن ہو اس نفع کا استعمال ہو جانا چاہیے ،

اس وقت اور ہنگامی محابہ کا انجام اس قرار اور پروا کہ گوہر اور سردار شہباز خاں جنگ پر جسے دونوں اپنا مشترکہ دشمن سمجھتے ہیں متفقہ حملہ کریں۔ چنانچہ اس مدعا کی تکمیل کے لئے گوہر خاں اور عرفاں بعد اپنے اپنے رفقاء کے بیس اور سہائے جو سے روانہ ہو کر سیر کے شہر میں حضرت سلطان اعدائین رحمہ کی مزار شریف کی زیارت کے بعد نہایت پرہیزگار پیر کے شہر میں آئے ، میں اور سردار یوسف خاں ان سے جدا ہو کر شاہ بیگ زئی میں آگئے ، اسی رات کو گوہر اور عرفاں شہباز پر بمقام سرائے بنجوں مارا جس میں سردار شہباز خاں کا بیٹا شکر خاں اور سردار مذکور کا بیٹا کریم داد قتل کئے گئے ، گوہر اور عرفاں تو پہاڑوں میں چلے گئے لیکن اس سے اگلی رات کو آہی رات کے بعد شاہ بیگ زئی سے ایک میل کے فاصلہ پر جس اور تنگ کی آواز سنائی دی اور معلوم ہوا کہ سردار جنگ کا افسر (دقی لشکر) اپنے سردار کی مدد کیلئے جا رہا ہے ، اس خیال کی بنا پر کہ وہ انتقام کے لئے شاہ بیگ زئی پر حملہ آور نہوں ، سردار یوسف خاں کے سسرال کے مکان کے قریب "محل" پر سردار مذکور میں اور اس کے پانچ چہ بھر ہی اور اس کے دو تین غلام سب کچا ہو گئے ، اور ہر ایک نے اپنی اپنی حفاظت کے لئے ہندو سبھال لی۔ چنانچہ میں نے بھی ایک ٹوپی دار ہندو کے لی ، ملک کے دستور کے مطابق دشمن پر برہنہ ہر کر کے کھیلے کہ ہم باخبر ہیں اور مقابلہ کے لئے تیار ، "محل" کی دیوار کے سوراخوں میں سے جو اسی مدعا کیلئے ہوئے ہیں ہم سب نے اندھیری میں بغیر کسی نشان کے اور ہر طرف سے شروع کر دیے ، اس وقت مسامحہ نہیں یہ خیال آیا کہ یہ تو اپنی ان غرض کے لئے لڑتے ہیں۔ مگر ذاتی جہت کے لحاظ سے "سیر لہریا میر کسی کو مارنا دونوں بے معقد ہیں۔"

اتفاق کی بات ہے کہ وہ اس طرف نہ آئے اور اس کوہ کی طرف چلے گئے ، تاہم بہ نظر احتیاط ہم سب رات بھر جاگتی رہے اور دن کو خوب سوئے ،

اس لڑائی کی دو مدد کو بہت زیادہ کرنے سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ گوہر خاں کی شہیدہ سری علاقہ جہاں دان کے قبائلی امن اور ترقی کے لئے سچی خطرناک ہے کاش کہ اس کی سرگرمیوں کا رنج کسی صحیح جانب پر نہوتا اور اس کی طاقت قوم کشی پر مرکوز نہ ہوتی ،

نامی ظہیر حسین فاروقی

ربنارڈ مستی

گوہر لہریا

یکم اکتوبر سن ۱۳۳۵ھ

انجمن حمایت اسلام لاہور کا سالانہ اجلاس تاریخ ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر سن ۱۳۳۵ھ بمقام جامعہ ہفتہ و اتوار اسلامیہ کالج کے میدان میں منعقد ہوا جس میں پانچ ہزار سے زائد افراد نے شرکت کی ، ہزاروں قوم و مدد گاران انجمن کا فرض ہے کہ وہ اپنی شمولیت سے جلسہ کی رونق بڑھانے کے علاوہ اسے ہر پہلو سے کامیاب بنانے کی کوشش کریں ،

خصائص عجیب

یورپ کے ایک لکھ شاس نے مختلف قوموں کے مفالیں پر تبصرہ کرتے ہوئے ذیل کی دلچسپ نکتہ تیار کی ہے،
ایک جرمن تنہا پروفیسر ہوتا ہے،

دو جرمن ملکر میکہ بن جاتے ہیں،

تین جرمن ل کر دارالرض میں تبدیل ہو جاتے ہیں،

ایک انگریز تنہا یتیم خانہ صغیفہ نظر آتا ہے،

دو انگریز ل کر کلب لیف دارالمفسدین بن جاتے ہیں،

اور تین انگریز ملکر بہت بڑی سلطنت بن جاتے ہیں،

سورٹ لینڈ کا ایک باشندہ تنہا شمالی کی دو کان کا سروٹف ہے،

دو سوہلین ملکر سراسرے بن جاتے ہیں، اور تین سوہلین ملکر شاخدار منہل

میں تبدیل ہو جاتے ہیں،

ایک آشوری تنہا ایک روٹوئی بیوری ہے،

دو آشوری ملتے ہیں تو ان میں سے ایک مہگری بیوری اور دوسرا

زیچ ہو کر رہا ہے،

تین آشوری ملتے ہیں تو تینوں مرگ بن جاتے ہیں،

سکاٹ لینڈ کا ایک باشندہ تنہا صیاد بنگ ہوتا ہے

دو سکاچ ملکر گولف کا کپسل تیار کرتے ہیں،

تین اسکاچ ملکر حکومت برطانیہ بن جاتے ہیں،

ایک فرانسیسی ہو تو وہ سامین کے بیڑی مقرر ہوتا ہے،

دو فرانسیسی ل جائیں تو کانفرنس بن جاتی ہے،

تین فرانسیسی مرد اور عورتیں ل جائیں تو باسلیک گہرن بن جاتا

ہے، تیناروسی زمین زمینیں نکلتی ہے،

دو روسی ل جائیں تو دو آوجع ہو جاتے ہیں،

اور تین اکیچے ہو جائیں تو انار کی میں تبدیل ہو جاتے ہیں،

ایک امریکن تنہا کر لٹینی ہے، اور

دو امریکن ل کر انجمن ناز اور تین ملکر اشاعہ عرب بن جاتے ہیں،

اب ہندوستانی اور بخاری کی بھی سنئے کر وہ کیا فرماتے ہیں

ایک لاج کا طالب علم گر بسکین ہوتا ہے،

دو ل کر باؤنی ہو جاتے ہیں، اور

تین ملکر کا بجٹ، شرارت کی چڑ جاتے ہیں،

ایک آفریدی اکیلا جوت ہوتا ہے، اور

دو مل کر ایک رسلے کی شکل میں تبدیل ہو جاتے ہیں، اور

تین ملکر ایک پوری فوج بن جاتے ہیں،

ایک کانگریسی لیڈر سیٹھ پر سیاں سمجھو ہوتا ہے دو ملکر حنہ

خند اور تین ملکر قوی شیرے بن جاتے ہیں،

ایک کانگریسی دیوی تنہا جلا دہوتی ہے، دو ملکر مذہب وارم

کا گیت گائے والیاں، اور

تین ملکر قوس قزح کی شکل اختیار کر لیتی ہیں،

یورپ کی ایک تنہا عورت سیلج ہوتی ہے اور دو ملکر مختصر

کی رقاصہ بن جاتی ہیں اور تین ملکر سندھ میں تیسرے والی چھپان

میں،

مذہبان کا ایک شاعر تھا کہ اور دہر ہوتا ہے ، دو ملکہ نقا
بن جاتے ہیں ، اور
تین مل کر ایک کھن مشاعرے کی صورت اختیار کر لیتے ہیں
ایک جگہ لکھا تھا لوٹری ہوتا ہے ، اور دو لکھتے ہو جائیں تو چڑیوں
کا سا شور مچا دیتے ، تین ملکر کائیں کائیں کرنے دے ،
ایک مولوی تھا کہ فرشتے والی مٹین ، دو مل کر مٹین
مٹین بن جایا کرتے ہیں اور تین ملکر گنگ کا شند بن جاتے ہیں ،

ایک ایسے ہی مولوی صاحبان کے مستحق دو شعر ملاحظہ فرمائیے
جو ہیں ایک مولوی صاحب نے ہی بلکے ہیں ، دو غبر گردن
راوی ،
سنیئے فرماتے ہیں ،
بہر جا کہ دو ملاں ساکن شہنہ پد شہنہ روز فتنہ در آجنا بود
اگر جمع باشند سہ یا چار یا دو آجنا بود تہسہر پردہ گدا
انھما آھم ، (مسلم ہجرت)

گلدستہ رنگین

کہتا ہوں یاد شام سے اس گلدستہ دار کو
بے خود نہیں ہوں یاد الہی میں محمد ہوں
چکر تو انقلاب نے مجھ کو دھوبت
رہا کیا ہیں کو ہماری زبان نے
بائیدگی تصور مجھوں کی دیکھئے
جب ہم نہیں رہے تو فانی ہی کیوں رہے
پیری میں کہہ رہے ہیں جوانی کا ماجرہ
تم نے جواب عاف دیا کیا غضب کیا
صد شکر آج پاؤں کے چہالے ہی دشتیں

اکبر
انھما
واجہ
واقعہ
چش
قیس
آجھ
سیک
قیصر

پھروں میں تو لستا ہوں شہب انتظار کو
سمجھتا ہوں آج تک کوئی میرے غار کو
پہوڑا نہ میں نے دامن مسبر و قداد کو
کرتے ہیں ایک کام سناتے ہیں چاد کو
میں سمجھتا ہوں ہر عباد کو
اے بیکسی مٹا دے جا رہے مزار کو
ہم یاد کر رہے ہیں خزاں میں بہار کو
بابوس کر دیا دل امید وار کو
پانی پلا رہے ہیں ہر اک لڑک غار کو

دنیقی لہجہ بونی

آٹھ کروڑ مسلمانوں { تمام داعیان اسلام جن کے قلب میں ملت کا درد ہے ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہر کروڑ مسلمان اس وقت
کا ایک رہنما | تک ایک مرکز پر جمع نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ ان کا ایک رہنما نہ ہو۔ اس لئے نام داعیان اسلام کو جانچو
کہ اپنے علاقہ کے تمام سیاسی اور غیر سیاسی اور علماء و مشائخ اور امرا اور ملت کا درد رکھنے والے اصحاب کی ایک فہرست مدلولاتہ اساتذہ
داعیان اسلام کا فرض ہے کہ نہایت سرعت سے کام کریں۔ اعلان پڑھنے کے بعد ایک نئی نئی تاریخ لکھیں اور اس کی بنیاد پر ایک نئی
پوسٹ جس ۳۲۲ ، رنگون ۶

القریش کی خدمات کا عملی اعتراف

زرقند کی تھیلی

صوبہ دہلی، یو پی اور پنجاب کے قریشی نمائندگان کی حاضری میں ۲۹ جون مستندہ کو ندوۃ القریش کے افتتاحی اجلاس میں ذیل کارڈرولیشن متفقہ طور پر منظور ہوا اور القریش کی خدمات کے صلہ میں قوم کی طرف سے زرقند کی تھیلی میں کیلگی

”ندوۃ القریش کا یہ اجلاس مولانا محمد علی صاحب رونی مالک و مدیر القریش کی ۱۶ سالہ مساعی کو عموماً اور گذشتہ اڑھائی سالہ خدمات جلیلہ کو جو انہوں نے مروت کے ادعائے ترشیت کی بطلان و تکذیب سے متعلقہ تاریخی مواد کی اشاعت میں باجسن انجہام دی ہیں خصوصاً قدر و منزلت اور عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوا تجویز کرتا ہے، کہ انہیں انشکر کے طور پر اپنی خدمتیں قوم کی طرف سے کم از کم ایک ”مواہیک“ اور زیادہ سے زیادہ پانستور روپیہ کی تھیلی پیش کی جائے، و نیز یہ اجلاس برادران قریش سے اپیل کرتا ہے کہ وہ ”القریش“ ایسے مفید ترین قومی آرگن کی امداد و اعانت کے علاوہ اس کی توسیع اشاعت میں پوری سعی و کوشش سے حصہ لیں“

ذیہندہ ہیں امرتسر میں قریشی محمد علی رونی پرنسٹن پبلشر ایڈیٹر نے اپنے اہتمام سے چھاپا اور ذراقرین شریف گنج امرتسر سے شائع کیا

مَدَنِي

لَا خَلْقَ لَنَا مِنْ كِرْوَانِي وَخَلْقَ لَنَا شِعْرًا وَقَبَائِلَ تَعَارُفًا لَنَا كَمَعْنَدِ اللَّهِ تَقْلِيدُ

تیس پیدا کیا گیا ایک مرد اور ایک عورت سے اور قبیلے اور کہنے بنائے گئے کہ تم پہچان جاؤ اللہ کے ہوا وہ ہے جو تمہاری ہے

سادات قمریہ کا قومی آرگن

الْقَمَرِ
اَمْرِي

بقمران عالی شان سلطان العلوم نیرا گراں الیڈ مانی نس اعلا حضرت تاجدار دکن خلد اللہ ملکہ مدد رح و سکر نام جاری ہے

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

جلد ۱۶ نمبر ۱۱

قیمت لاکھ تین

ماہ دسمبر ۱۹۳۰ء

ریج اشاعت ہرائگریزی پینے کی سٹو

جہاں

نہروں دوہرے

سج

دھڑل

جوت

جولانی

اکس

سج

لوتیہ

سج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انقرضی

ملک الکلام

بارگاہ نبوی میں تاجدار و کن کی نذر عقیدت

اس میں منزلِ بہستی ز تو بہا کر دند
بجامِ حسنِ ازلِ نختِ نند بادہِ محقق
و فخرِ حسنِ نگینِ درِ فضاے دو کون
کلیدِ میکدہ کر دند وقفِ پیرِ مغان
بساطِ قرب کشیدند چوں سرفراک
بہ چارہ سازیِ دلِ خستگانِ بیچارہ
ہراں کہ از عرب و روم و شام و ہند و عجم
سپاسِ نجات کہ بر در گہت رساند مرا

کہ ذاتِ پاکِ ترا شمعِ رہنما کر دند
بشیشبِ جمعِ بہم درود و ہم صف کر دند
مگر بسینہِ اسِ خستہ جاں کہ جا کر دند
بروئے جُرعہ کشاں با خلیہ واکر دند
بہ زیرِ پائے توائے شاہِ دوسرا کر دند
نگاہِ لطفِ ترا مایہ شفا کر دند
رسید بر درِ تو حاجتش روا کر دند
چہ جائے شکوہ کہ با من شہا چہا کر دند

قدش کہ سایہ ندارد، طنبیلِ او عثمان

ہزار شکرِ ترا سایہ خدا کر دند

شذرات

خدا نے علامہ دسمیان کے فضل و کرم سے اس اشاعت کے ساتھ ”القریش“ کی سولہویں جلد ختم ہوئی ہے۔ اور آئندہ اشاعت سے انشاء اللہ تعالیٰ مترجمین کا آغاز ہوگا۔ دلچسپ اور مفید ترین تاریخی اور اصلاحی مضامین کے علاوہ اس جلد میں تعارف کے عنوان سے ایک الگ باب شروع کیا گیا ہے جس سے مقصود برادران قریش اور ناظرین کرام کے روابط و ضوابط برادرانہ کو مستحکم و استوار کرنا ہے۔ غائبانہ تعارف کے لئے ان معززین برادری و اکابرین قوم کے عکسی قوٹ بھی دیئے گئے ہیں۔ جن کے سوانح حیات اس باب میں شامل کی گئیں۔ چنانچہ اب تک ”حافظ انب رسول“ قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی، ندوۃ القریش کے محرک اہل اور صدر مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی۔ قریش کے قابل فخر فرزند ڈاکٹر محبوب عالم صاحب لدیپالوی اور سر تاج المومنین مولانا سید محمد عبید اللہ صاحب فرحتی ایسی کے حالات اور قوت و شامل ہو چکے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بتدریج دیگر معززین قریش کے حالات و قوت بھی شامل کرنے کی سعی کی جائے گی۔ اور ان برادران قریش کا ذکر خیر زیر حروف میں جلی قلم کے ساتھ کیا جائے گا۔ جو قوم کے اسلامی و ملی اسلامی ازمیں ”القریش“ اور ”ندوۃ القریش“ کا خاص شرف و انہماک کے ساتھ ساتھ دیکھے۔ و ما توشی الا باللہ بن برادران کرام نے قلمی اعانت فرمائی۔ ان میں سے جناب قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی، حضرت شاکر صدیقی۔ جناب فیض الدیپالوی، حضرت شائق، ڈاکٹر محبوب عالم صاحب لدیپالوی۔ جناب ظفر ہاشمی، حضرت شبلی۔ بی۔ اے۔ سید عبدالحمید صاحب اختر۔ میاں محمد حسن صاحب یعنی۔ بی۔ اے۔ اور مولانا محمد عبید اللہ صاحب فرحتی۔ خاص شکر کے مستحق ہیں۔ مع اللہ کرم، زور قلم اور زیادہ۔ آمین!

سال زیر تبصرہ کی اہم کارگزاری، ”ندوۃ القریش“ کا قیام اور قومی تنظیم کا افتتاح ہے۔ قومی ضروریات کے لئے قومی باڈی کی ضرورت ایک بہت بڑی ضرورت تھی۔ جو مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی کی توجہ اور محترم قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کی مینڈاٹ سے پوری ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ احسانہ!

”القریش“ کی ”آرکائیو و ممبران قوم“ نے شہنا اور لبیک کہا۔ بحمد اللہ کہ ۲۹ جون ۱۹۷۷ء کو ”ندوۃ القریش“ کے افتتاحی اجلاس میں صوبہ دہلی اور یو۔ پی کے علاوہ صوبہ پنجاب کے بارہ اضلاع کے نمائندگان شریک ہوئے۔ اور میزبانانہت کے باوجود یہ اجلاس نہایت کامیابی کے ساتھ انجام پذیر ہوا۔ اور اب قوم اس کی طرف اپنی توجہات خصوصی مہذوف کر رہی ہے۔ اس قلیل ترین عرصہ میں ڈھائی تین سو کے قریب معززین قوم اس کی مہم پر قبول کر چکے ہیں۔ مختلف اضلاع میں اس کی شاخیں قائم ہو رہی ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ ہر جگہ قائم ہو جائیں گی!

”ندوة القریش“ کے رزلویشن دربارہ حقوق زراعت پر حکومت نے خاص توجہ فرمائی۔ اور صاحب فنانشل کمشنر کے توسل سے کمیشن متعلقہ کے نام ایک مراسلت جاری کی۔ کہ وہ اضلاع متعلقہ کے ڈپٹی کمیشن ان سے استصواب رائے کر کے مناسب کارروائی عمل میں لائیں۔ چنانچہ اس پر مناسب غور و خوض کیا جا رہا ہے۔ اس بارہ میں سرکل نمبر ۲ جوندہ القریش کے دفتر سے جاری کیا گیا ہے۔۔۔۔۔ کی ایک ایک کاپی نظریں کراہ کی دافیت کے لئے ”القریش“ میں رکھ دی گئی ہے۔

ندوة القریش کا ایک مختصر سادہ مختلف اضلاع پنجاب میں دورہ کر رہا ہے۔ ضلع گورداسپور میں ”انجمن قریشیان ضلع گورداسپور“ قائم کر چکا ہے۔ چنانچہ اس انجمن کے اجلاس منعقدہ ۲۴ نومبر ۱۹۳۳ء کا رزلویشن جو مغزین قریش ضلع گورداسپور کی موجودگی میں شیخ چراغ الدین صاحب قریشی وکیس کی صدارت میں بالاتفاق رائے منظور ہوا۔ ناظرین کی دافیت کے لئے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے:-

”مغزین قریش ضلع گورداسپور کا ایک اہم اجلاس ۲۴ نومبر ۱۹۳۳ء کو فیخ چراغ الدین صاحب بی۔ اے قریشی وکیس ریس گورداسپور کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اور اس میں جو رزلویشن بالاتفاق پاس کیا گیا۔ اس کی ایک نقل آپ کی اطلاع کے لئے ارسال کرنے کا فخر حاصل کرتا ہوں۔ وموئدا۔

رقی ضلع گورداسپور میں قوم قریش کافی تعداد میں آباد ہے۔ اور ان کا گذارہ زیادہ تر زراعت پر ہے۔ وہ ایک کثیر رقم بلور معاملہ ادا کرتے ہیں۔ اس لئے مستحق ہیں۔ کہ انہیں زراعت پیشہ قرار دیا جائے۔

رہب گورداسپور کے ملحقہ اضلاع ہوشیار پور، جالندھر اور سیالکوٹ میں پہلے سے ہی یہ قوم زراعت پیشہ نوٹیفکاڈ ہو چکی ہے۔ اور قریشیان ضلع گورداسپور کی قدرتی طور پر ان اضلاع کے قریشیوں سے رشتہ داری ہے۔ راج قوم قریش پنجاب کے رانڈر میں اضلاع میں پہلے ہی زراعت پیشہ قوم قرار دی جا چکی ہے۔ اور اس کی پہلے قوم ستیہ پنجاب کے ہر حصہ میں حصول اراضی کا حق رکھتی ہے۔

لہذا یہ نہایت لازمی ولابدی ہے۔ کہ ان چند اضلاع گورداسپور۔ امرتسر۔ فیروز پور۔ لدھیانہ۔ ریتک اور حصار کے قریشیان پر سے زراعت پیشہ نہ ہونے کی قید اڑا دی جائے۔ اور اس سے قریشیان ضلع گورداسپور کی دیرینہ خواہش اور ضرورت پوری کی جائے۔ تاکہ وہ ایک حصول اراضی کے اغراض سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اس رزلویشن کی نقول برائے غور منارب محنت صاحبان فنانشل کمشنر، چیف سیکریٹری گورنمنٹ پنجاب کمشنر

لامپورڈونٹن اور ڈپٹی کمشنر گورداسپور اور چیف سیکریٹری ندوة القریش امرتسر بھیجی جائیں:-

قریشیان گورداسپور کو حقوق زراعت سے مستفید کرنے کے لئے پہلے بھی ضلع ہڈا کے حاکم اعلیٰ کے سامنے مسئلہ پیش ہے۔ اور صوبہ کی تسلیم شدہ سائیدہ جماعت ”ندوة القریش“ نے بھی اسی مطلب کی درخواستیں اور رزلویشن

چیف سکریٹری گورنمنٹ پنجاب کی خدمت میں ارسال کئے ہیں۔ اور جلسہ مذاقہ القریش کی کارروائی کی تاخیر مزید کرتا ہوا حکام اعلیٰ سے التجا کرتا ہے۔ کہ قریشیان اضلاع متذکرہ کی یہ دیرینہ خواہش پوری کر کے مشکور فرمایا جائے ؟

رجیم جنس سکریٹری انجمن قریشیان گورداسپور
”مذاقہ القریش“ کے رزلوشن دربارہ اس امر کے کہ مردم شماری کے وقت میرا سی اور قصاب وغیرہ اقوام کے اندراج قومیت کے وقت ایسا کاران مردم شماری کو خاص احتیاط سے کام لینے کی ہدایت کی جائے۔ حکومت کی طرف سے جو چھٹی نمبر ۱۲۴۲ نمبر ۲۲ نومبر ۱۹۷۱ء موصول ہوئی ہے۔ اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:-
جنرل سکریٹری صاحب ”مذاقہ القریش“ امرت سر

جناب میں! جواب آپ کی چھٹی نمبر ۶۲۹- مؤرخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۷۱ء کو جناب نے ہذا کیسلسی گورنر آف پنجاب کی خدمت میں ارسال کی ہے۔ میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں۔ کہ متعلقہ ایسا کاران کو ہدایات دی گئی ہیں۔ کہ اگلے اقوام کو اعلیٰ اقوام میں شمار نہ کیا جائے۔ انہیں ان کی اصلی قوم میں ہی شمار کرنا چاہئے ؟

آجکلہ فادار۔ سپرینٹنڈنٹ محکمہ مردم شماری پنجاب
کارکنان مذاقہ اس قسم کی مفید ترین کارروائیوں پر عملی توجہ دے رہے ہیں۔ اور یقین و اتق ہے۔ کہ اگر برادران قریش نے ان کی ہمت افزائی کی۔ تو وہ بہت جلد ان اہم قومی ضرورتوں کو بوجہ احسن پورا کر لیں گے۔ و باللہ التوفیق ؟
ڈپٹی کمشنر امرت سر نے ارزہ عنایت اس چھٹی کی جو حکومت کی طرف سے آپ کو ذرا عتی حقوق کے بارے میں موصول ہوئی ہے۔ ایک نقل مذاقہ القریش کے دفتر میں بھی ارسال فرمائی ہے۔ اور موقع دیا ہے۔ کہ مذاقہ اس سلسلے میں جو دلائل اور دعائی پیش کرنا چاہتا ہے۔ کیے۔ تاکہ ان کے اس مطالبہ پر مناسب رپورٹ کی جاسکے۔ اور لیکن مذاقہ نے آپ کی اس توجہ فرمائی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جو رپورٹ بطور جواب پیش کی ہے۔ وہ بھی ناظرین ”القریش“ کی واقفیت کے لئے مذاقہ القریش کی کارروائی کے تحت کسی دوسری جگہ درج کی گئی ہے ؟

خسرو دکن کی فیاضی
العلوخت حضور نظام کی علمی نیا ضیوں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ مدراس سے اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ العلوخت نے مدراس کی مسلم لیڈنر ایسوسی ایشن کو ایک ہزار روپیہ کا عطیہ مرحمت فرمایا ہے اور اس کے لئے پچاس روپے ماہوار کا وظیفہ دوامی مقرر کیا ہے۔ ایسوسی ایشن مذکور تعلیم نسوان کی اشاعت کے لئے مدراس میں مفید کام کر رہی ہے۔ اور اس کی تازہ رپورٹ سے واضح ہوتا ہے۔ کہ حکومت مدراس نے اس کی استعداد پر مسلم لڑکیوں کے لئے لازمی اور مفت تعلیم کا اجرا منظور کیا ہے۔ ایک ہائی سکول کی منظوری بھی صادر ہوئی ہے۔ جو برٹ سیکنڈری اینڈ ٹرننگ سکول میں مسلم طالبات کے لئے سواری کا مفت انتظام کیا گیا ہے۔ اور بلدیہ نے ایک ہزار روپیہ ایک پردہ پارک قائم کرنے کے لئے دیا ہے۔ یہ کامیابی ایسوسی ایشن کی استعداد پر دولت کرتی ہے۔ اور ہرگز اللہ تعالیٰ اس کا عطیہ حقیقت میں

ایک متقی مجلس کو مرحمت فرمایا گیا ہے۔ اور یہ ایک امر واقعہ ہے کہ حضور نظام کی بارگاہ عالی میں حقدار کی غیور حق رسی ہوتی ہے؛
تاجدارِ بہادرِ پور کا عطیہ | اعلیٰ حضرت نواب صاحب بہادر پور حال میں بنفس نفیس علیگڑھ تشریف لے گئے۔ اور وہاں
 نرہیکسیسنی واٹھرائے کی تشریف آوری کی خوشی میں سلم پور ٹی کو ایک لاکھ روپیہ کا لاکھند
 عطیہ مرحمت فرمایا۔ حضور مدوح کی یہ شانہ علی فیاضی آپ کے خاندان کی روایتی علم پروری و معارف پروری کے عین مطابق ہے
 ہم پور ٹی کے اربابِ عمل و عقد کو اس خوش بختی پر مبارکباد دیتے ہیں۔ کہ تاجدارِ بہادر پور نے اس کے استحقاق اعانت کو عملی طور پر پانا
 اور اس کا اس شاندار طریق پر ثبوت دیا۔ ہم حضور مدوح کی خدمت میں تمام قوم کی طرف سے اس قد شناسی پر مدیہ تہنیت و تبریک
 پیش کرتے ہیں؛

جامعہ عثمانیہ اور عربی علوم | قومی ترقی کا سب سے پہلا اصول یہ ہے۔ کہ ہم اپنی معاشرت، اپنی تہذیب اور
 اپنے علوم و فنون کو غیوروں کی معاشرت، غیر ملکی تہذیب و تمدن اور اجنبی علوم و
 فنون پر فوقیت دیں۔ یہ ممکن ہے کہ زمانہ کے نئے نئے تئیرات کے ماتحت ہمارے طرز زندگی، طریق بود و باش اور طرز تعلیم میں
 کوئی خامی آگئی ہو۔ اور ہم اس میں اصلاح کی ضرورت محسوس کریں۔ لیکن اصلاح اور چرچہ ہے۔ اور اپنی معاشرت، تہذیب
 و تمدن اور تعلیمی طریقوں کو غیوروں کی تہذیب اور تعلیمی طریقوں سے کمتر سمجھ کر ترک کر دینا اور چیز۔
 قومی زندگی کا دارِ ہی آزار و تعلیم اور ایسی معاشرت پر ہے۔ جو کسی قوم کے گرد و پیش کے حالات کے مطابق قدرتی طور پر
 اس کے لئے مناسب و سفید ہو۔ اگرچہ ہندوستان تدریجی طور پر اس فطری اصول کی طرف آ رہا ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے۔ کہ ہندوستان
 کی آئندہ نسلوں کی دماغی نشو و نما اور فکری بالیدگی کے لئے جس سرعت سے اس راستہ پر گامزن ہونے کی ضرورت ہے۔
 اس کا احساس اب تک ہندوستانی دماغوں میں مفقود ہے؛

یہ امر قابلِ مسرت ہے۔ کہ ہندوستان میں جامعہ عثمانیہ (حیدرآباد) نے سب سے پہلے اپنے ذی علم تاجدار کی سرپرستی
 میں مشرقی علوم و فنون اور ملکی زبان کی برتری کے اصول کو تسلیم کر کے تمام مشرقی ممالک کے لئے عموماً اور ہندوستان کے
 مرکزی تعلیمی اداروں کے لئے خصوصاً ایک قابلِ تقلید مثال پیش کرنے کا امتیازی فخر حاصل کیا ہے؛
 اب یہ اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ جامعہ کی دس سالہ لگہ کے سلسلہ میں عربی علوم کی اشاعت و تعلیم کا انتظام
 کیا جا رہا ہے۔ ہمیں امید ہے۔ کہ جس مقصد میں ہمارے دینی مدارس ناکام رہے ہیں۔ اس میں جامعہ عثمانیہ بہت جلد کامیابی
 حاصل کر سکے گی۔ اور اسلامی علوم کی خدمت ایک ایسے بلند سطح نظر کے ماتحت کی جائے گی۔ جس کی وجہ سے موجودہ علماء
 سے زیادہ وسیع اور اعلیٰ علمی نصب العین رکھنے والے علوم و فنون کے ماہر پیدا ہو سکیں؛

فوق تقلید و ترقی | افسور پور ٹی کا سکرٹری اپنی قابلیت کی وجہ سے ایک رنگالی مسلمان منتخب ہوا ہے۔
 ”پادویر“ اپنی تازہ اشاعت میں لکھتا ہے۔ کہ جہاں تک ہم کو علم ہے۔ اس کی کوئی مثال

موجود نہیں۔ کہ کوئی شہدت فی السفر و فی یورپی یونین کے عہدہ سکرٹری شپ کے لئے منتخب ہوا ہو۔ اس دفعہ بنگالی کے سربراہ کی کیرئیر عہدہ تفویض ہوا ہے۔ اور عام رولز کے مطابق آئندہ سال وہ صدر نشین بن جائیں گے۔ طلباء کی دنیا میں کوئی نوڈیشن اس قدر اہم اور وسیع نہیں ہے جس قدر اہم یونین کی صدر نشینی ہے۔ اور یہ اتفاق زمانہ ہے۔ کہ یونین کی صدارت یورپی یونین کے ہندوستانی طالب علموں کی چھوٹی سی جماعت کے ایک فرد کے حصہ میں آئی۔ سرٹیکری کی اس کامیابی پر اس کے ساتھی طلباء میں فوجی تقلید و ترقی پیدا ہو گیا ہے اور چاہتے ہیں۔ کہ وہ بھی اپنے آپ کو اس کا ہل ثابت کریں۔ یہ سب محنت و کوشش اور شوق علم کا ثمر ہے۔ اور ہر طالب علم کو یہ خوبیاں پیدا کرنے کی سعی کرنی چاہئے۔

انجمن حمایت اسلام کا آئندہ اجلاس | صوبہ پنجاب کی سب سے بڑی اسلامی انجمن، انجمن حمایت اسلام لاہور کا سالانہ اجلاس اس دفعہ نہایت ترک و احتشام سے بتایا

۲۶-۲۸ اور ۲۹ دسمبر ۱۹۷۸ء کو منعقد ہونے والا ہے۔ اس اجلاس کی صدارت اعلیٰ حضرت فرامان دئے بہاؤلیہ و فرمائیں گے انجمن مذکورہ سال سے بہترین اسلامی خدمات انجام دے رہی ہے۔ مدارس و کتب اور قیام خانوں کی وجہ سے اس انجمن کے اخراجات بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ اس لحاظ سے مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ وہ اس کی ہر ممکن طریق سے امداد کریں۔ اور یہ اجلاس جو اعلیٰ حضرت مدوح الشان کی صدارت کی وجہ سے ایک خاص اہمیت اور خاص شان کا اجلاس ہوگا۔ مسلمانوں کی خاص توجہ کا محتاج ہے۔ ضرورت ہے۔ کہ برادران اسلام اس کی زونٹ بڑھانے کے لئے جوق و جوق آئیں۔ اور ہمدردانہ طور کے شایان شان اُسے ایک شاندار اجلاس بنانے کی کوشش کریں؛

دعوتِ لاندہ بیت | دشمنانِ آمین و ہولِ عیشہ ایسے مواقع کی تلاش میں رہتے ہیں۔ جو ملک میں بد نظمی و بد آئینی پیدا کرنے کا باعث ہوں۔ وہ وطن دوستی ایسے طریقوں سے کرنا چاہتے ہیں جو دشمنی کے عین مترادف ہے۔ چنانچہ بمبئی کا ایک کبرست گاہ تلاش ان کے لئے ملک کے سامنے عیب و غریب خیالات پیش کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ:-

”ہندوستان میں وہی لوگ امن قائم رکھ سکیں گے جن کا مذہب سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ اگر مذہب اچھی چیز ہوتا۔ تو آج ہندوستان میں کوئی بڑا آدمی نظر نہ آتا۔ ایک بات ایک مذہب میں جائز ہے۔ دوسرے میں ناجائز جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اچھائی یا برائی سے مذہب کو کوئی تعلق نہیں۔“

کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتنا سنا ہے۔ کہ ایک نئی سوسائٹی کی بنیاد رکھی جائے جس میں تمام ایسے لوگ ہوں جن کا کوئی مذہب نہ ہو چنانچہ آپ اس سوسائٹی کے اصول کے متعلق فرماتے ہیں۔ کہ اسے نہ صرف دی و لوگ ہو سکیں گے جو ملک کی خدمت کرنا پسند فرمیں۔ بلکہ خدا کی عبادت کرنے نہ کر سکے متعلق شخص کو اختیار حاصل ہو۔ جو شخص ہے یا جو شہدائی ہے کسی مذہب میں کوئی حصہ نہ لے۔ نہ کسی نام قطعی خیرت نہ دینا ہے۔ اس کے ہمراہ سب کچھ کھانے میں۔ جو صحت کیلئے مضر نہ ہو۔ یہ ہیں ایک سہاروں کے خیالات غالیہ، و کیمیں کہنے میں جو اس دعوت کو قبول کرتے ہیں۔ فاقیر و یا ادنیٰ الالبصار

تَذَكَّرُ الصَّلَاةَ

حضرت خواجہ حسن بصریؒ

تذکرۃ الاولیاء میں مذکور ہے کہ حضرت خواجہ ابتداً عمر میں سوتیوں کی تجارت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مال لے کر واپس ملت معائے در دولت پر حاضر ہوئے۔ وزیر صبح کہیں باہر جا رہے تھے۔ اشارہ پا کر حسن بھی گھومے پر سوار ہو کر پھر کباب چلے چلے آبادی سے دور ایک وسیع میدان میں پہنچے۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ دیباٹے رومی کا بنا ہوا ایک نیمہ ریشم کی روئیوں اور سونے کی میخوں سے کسا ہوا نصب ہے۔ اتنے میں قوی میکمل سپاہیوں کا ایک دستہ سر سے پیر تک اسلحہ حرب سے آراستہ نمودار ہوا۔ نیمہ کے گرد حواف کیا۔ زبان سے کچھ کلمات ادا کئے۔ اور چلا گیا۔ پھر ملک کے نامی حکماء و فضلا کا ایک گروہ قریب چار سو کی تعداد کے آیا۔ اسی طرح نیمہ کے حواف کیا۔ کچھ پڑھا اور نصرت ہو گیا۔ اس کے بعد تین سو کے قریب اس وقت کے مشہور علماء و زہاد آئے جن کے چہرے بجا عبادتِ نفس کے نور سے چمک رہے تھے۔ اور اسی طرح نیمہ کا چکر لاکر اور کچھ پڑھ کر چلے گئے۔ اب پری ہمال۔ گل رخصا، کینروں کی باری آئی۔ زرو جہاں کے زیورات سے لدی ہوئی ان کی ٹوٹی آئی اور گئی۔ رب سے آخرین خود بادشاہ روم مع وزیر نیمہ میں داخل ہوئے۔ اور باہر نکل آئے۔ حسن حیرت سے یہ سارا تماشا دیکھتے رہے۔ بالآخر وزیر صاحب سے سوال کیا۔ اور جواب میں یوں گویا ہوئے۔

بادشاہ سلامت کے ایک لڑکا تھا۔ بخاطر حسن و جمال، عالم انسانیت میں فرد۔ مردانگی میں طاق۔ علم و فن میں کامل۔ بادشاہ اس پر ہزار جان سے عاشق تھا۔ ایک بیک ہیا ر پڑا۔ دنیا کے حکیم حاذق اکٹھے ہوئے۔ حکم فقہا کے آگے کسی کی نہ چلی۔ اسی نوجوان شہزادہ کی قبر اسی نیمہ کے اندر ہے۔ آج اس کی سالانہ زیارت کا دن ہے۔ پہلے جان باز و سرفروش اہل لشکر آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ”اے شہزادے! اگر محض مردانگی و شجاعت سے تیری جان بچ سکتی۔ تو ہم تک خوار تو تیرے لئے جان لڑا دیتے۔ اور تیرے پسینہ پر اپنا خون بہا دینے کو حاضر تھے۔ پھر علماء و فضلا کا گروہ آتا ہے اور کہتا ہے کہ اے دارشِ تحت و تاج! اگر دلائلِ علمی تیری جان بچانے کے لئے کافی ہو سکتے۔ تو اس دنیا کی مخلوق میں تو کوئی یم پر علمی دلائل سے غالب نہیں آسکتا تھا۔ پھر علماء و زہاد آتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ ”اے بادشاہ کی آنکھوں کے تارے! اگر محض دعاؤں اور گریہ زاری سے تیرا یا ہوا وقت مل سکتا۔ تو ہم سب کی جانیں تیری جانب سے کفارہ بن جانے کو موجود تھیں۔“ پھر ماہرِ کینر میں آتی ہیں۔ اور کہتی ہیں۔ کہ ”اگر مال و جمال سے ملک الموت پر کچھ اثر پڑ سکتا۔ تو ہم سب اپنے مال و جمال سمیت تجھ پر نذا ہونے کو تیار تھے۔ غرض۔ سی طرح رعایا کا ہر طبقہ اور ہر گروہ اگر شہزادہ مرحوم سے

اپنی انتہائی عقیدت اور ساقہ ہی اپنی بے بسی اور بچا رگی کا اظہار کرتا ہے اور چلا جاتا ہے ۱
 سب سے آخر میں خود جہاں پناہ مع ذریعوں اور امیروں کے آتے ہیں اور کہتے ہیں۔ ”جانِ پدر! دیکھو۔
 تمہارا عاشق زار باپ مع اپنے سارے خزانے اور لشکر اور حسن و جمال، علم و فضل، زہد و تقویٰ کے بہترین
 نمونوں کے ساتھ تمہارے سر ہانے کھڑا ہوا ہے۔ ان میں کوئی آئی ہوئی گھڑی کو ذرا بھی ٹال سکتی۔ تو یہ سب
 کچھ مجھ پر نثار تھا۔ مگر وہ تو کسی کے بس کا بھی نہیں۔ ہر سال اسی طرح اس جوان مرگ شہزادہ کی برسی منائی جاتی
 ہے ۲

حسن کے دل پر اس واقعہ کا ایسا گہرا اثر پڑا۔ کہ اسی وقت موتیوں کا کاروبار چھوڑ اپنی زندگی کو ایک دُور
 بے بہا بنانے میں مصروف ہو گئے۔ اور حسن سوداگر سے صوفیوں کے سرتاج، عارفوں کے امام حضرت خواجہ حسن
 بھری رحمۃ اللہ علیہ ہو گئے ۳

آیاتِ دلگداز

خانہ بدوش ہوں گھر بار ہے ویراں میرا آج کل بے سرو سامانی ہے ساماں میرا
 موسمِ گل کی ہواؤں میں جنوں خیزی ہے جب بہار آئی ہو اُچاک گریباں میرا
 رات دن گریزِ زاری کے سوا کام نہیں ہو گیا ہجر میں کیا حال پریشاں میرا
 آتشِ سوزِ دروں خیر منائے اپنی ان دنوں زوروں پہ ہے دیدہ گریاں میرا
 تیرے دیدار کی اے یا تمنا ہی ہی تو نے پورا نہ کیا ایک بھی ارماں میرا
 عین آرام ہے اس حالتِ بیتابی میں چھوڑ دو چارہ گرو! درد ہے درماں میرا

تاقیامت کبھی آباد نہ ہونے پائے

فیضِ برباد کیا جس نے گلستاں میرا

ابنِ السد فیضِ لبیبیانوی

فیض

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

کی

سیاستِ قلمبرہ

ملکی و مذہبی نظام کے لئے فاروق اعظم نے جابجا قاضی امیر، تھویدار، قضا اور مبلغ مقرر کئے۔ ذلک پچیس برس تک تعلیم و تبلیغ کا غلط خواہ بندوبست کیا۔ آبپاشی اور خلق خدا کی آسائش کے لئے جابجا کنوئیں کھدوائے۔ پتھر، لکڑی اور دریائے نیل سے ایک بہت بڑی نہر نکالی۔ جس سے تجارت، زراعت اور پیداوار کو نمایاں ترقی ہوئی۔ اشد فقر مقامات پر تقریباً ساڑھے چار ہزار مسجدیں تعمیر کرائیں۔ اقتصادی ترقی کے لئے اپنے ممالک محروسہ سے غیر ممالک کی تجارتی تعلقات قائم کرنے کی اجازت دی۔ اور دیگر ممالک کی پیداوار پر مناسب خراج مقرر کیا۔ حفاظتِ ملک کے لئے واجبی ٹیکس لگایا۔ غرض ہر کام کو انتہائی غور و تدبر سے بروہاء کیا۔

عرب میں اگرچہ لکھنے پڑھنے کا رواج قدیم سے چلا آتا تھا۔ لیکن زمانہ اسلام میں یہاں تیس نو بت لکھنے والے تھے۔ کہ صرف قبیلہ قریش میں سات آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اور حساب کتاب سے تو بالعموم لوگ بے بہرہ تھے۔ چنانچہ سترھویں میں جب مکہ فتح ہوا۔ تو ساری فن میں ایک شخص بھی ایسا نہ ملا۔ انہیں کو حساب کتاب میں مارتا۔ مگر۔ اور مال غنیمت کو صحیح طور پر تقسیم کر سکے۔ مجبوراً لوگوں کو ایک چار ہزار سالہ لڑکے زید یا دین ابی سفیان کی مدد سے رجوع کرنا پڑا۔ اور اس کی تنخواہ دو درہم پورے مقرر کی گئی۔

آئندہ کے لئے پورے ملک کے طول و عرض میں درس گاہیں جاری کر دی گئیں۔

حضرت عمرؓ نے پورے ملک میں خطبے دیئے۔ جن میں بظاہر منوئی باتیں ہوتی تھیں۔ مگر اصل میں بہت سے پتھر پھینکتے تھے۔ قوتِ تقریر کے ساتھ تحریر میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔

ملکی انتظام کے بعد حضرت عمرؓ نے ہر ایک ضلع میں جد جدا عدالتیں قائم کیں۔ اور سند جہ فیل قاضی مقرر کئے

(۱) عبداللہ بن مسعود۔ (۲) شریح (۳) جبیل بن سمہر (۴) ابو مریم خفی (۵) سلمان بن ربیعہ (۶) عبدالرحمن بن ربیعہ

(۷) ابو قرت (۸) عمران بن حصین۔

ایک فرمان میں گود نہ کوفہ کو عدالت کے متعلق یہ قانونی احکام تحریر کئے۔

(۱) سب کو ایک آنکھ سے دیکھے۔ اور بابر ثبوت مدعی پر سو (۲) مدعا علیہ اگر کوئی شہادت یا ثبوت نہ رکھتا ہو۔ تو اس سے قسم لی جائے (۳) فریقین سر حالت میں صلح کر سکتے ہیں۔ مگر قانونی امر کے خلاف صلح نہیں ہو سکتی۔ (۴) اگر مقدمہ فیصل ہو چکا ہو۔ تو اس کی نگرانی ہو سکتی ہے۔ (۵) مقدمہ کی پیشی کی تاریخ مقرر ہونی چاہئے۔ اگر مدعا علیہ حاضر نہ ہو۔ تو بیکطرفہ فیصلہ دیا جائے۔ (۶) ہر ایک مسلمان گواہی دے سکتا ہے۔ مگر جو شخص سزا یافتہ ہو۔ یا اس کا جھوٹی گواہی دینا ثابت ہو۔ اس کی گواہی نہیں لی جاسکتی۔

آپ کو اس بات کا بچہ خیال تھا۔ کہ ہر ایک شخص جھوٹے سچے فتوے نہ دینے لگ جائے۔ اور غلط مسئلے تاریخ نہ ہو جائیں۔ آپ نے خاص معنی مقرر کئے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ حضرت علیؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ معاویہ بن جبلؓ۔ عبد الرحمن بن عوفؓ۔ ابی بن شعبہؓ۔ زید بن ثابتؓ۔ ابو ہریرہؓ۔ ابو درداء رضی اللہ عنہم۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ کی خاص ایجادیں جن کی وجہ سے ملکی حالت اصلاح پذیر ہوئی۔ یہ ہیں :-

(۱) بیت المال (۲) عدالت (۳) قاضی (۴) تاریخ (۵) سزا (۶) امیر المؤمنین کا لقب (۷) جنگی اور ملکی دفتر۔ (۸) پولیس (۹) والدین (۱۰) چھاؤنیاں (۱۱) طریق پیمائش (۱۲) مردم شماری (۱۳) جیلخانہ (۱۴) وژہ کا استعمال۔ (۱۵) پرچہ نویسی (۱۶) مکتب مدارس (۱۷) مسلولوں کی تنخواہ۔ (۱۸) پیمان خانے (۱۹) وقف کا طریقہ۔ (۲۰) شراب پینے والے کے لئے انٹی کوڑسے (۲۱) مسجدوں میں عذق کا طریقہ (۲۲) غریب عیسائیوں اور یہودیوں کے وظیفے۔ یہ تمام ایجادیں حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں رائج ہوئیں۔ تاریخ عالم کے ہزاروں ورق الٹ کر بھی اس کی نظیر نہیں ملتی۔ حضرت عمرؓ کی عبیت شروع سے جو پرستنداس واقع ہوئی تھی۔ یعنی جس شخص میں جو قابلیت ہوتی تھی۔ وہ اس کی تہ تک پہنچ جاتے تھے۔ آپ نے جس شخص کو جو کام دیا۔ اس کے انجام دینے کے لئے اس سے بہتر آدمی نہیں مل سکتا تھا۔ عجب میں چار شخص تھے۔ جو فن سیاست میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ امیر معاویہ عمرو بن العاص۔ فیروز بن شعبہ۔ زیاد بن سمیہ۔ حضرت عمرؓ نے زیاد کے سوا شیوں کو بڑے بڑے ملکی عہدے دیئے۔ یہ حضرت عمرؓ کی سیاست دانی کا اعلیٰ ثبوت ہے۔

ممالک بحودہ کی شادابی کے لئے آپ نے جو نہریں جاری کیں۔ وہ یہ ہیں :-

(۱) نہر ابی موسیٰ بصرے کو شاداب کرنے کے لئے ابو موسیٰ اشعری کے ذریعہ تمام جلد سے ۹ میل لمبی نہر کاٹی گئی۔

(۲) نہر مقل۔ یہ نہر بھی مقل بن یسار کی گلابی میں جلد سے کاٹ کر تیار کی گئی۔

(۳) نہر سعد ایرانیوں کی درخواست پر سعد بن وقاص نے سعد بن عمر کی زیر نگرانی بنائی۔

(۴) نہر امیر المؤمنین دریائے نیل سے ۶۶ میل تک کا چکر کھانے کے بحر قزقم میں جا ملتی ہے۔

آپ اس قدر سیاست دان تھے۔ کہ ایک طرف تو فوج کی نقل و حرکت میں مصروف ہیں۔ اور دوسری طرف ملک کی اندرونی اصلاح درپیش ہے۔ غرض جب تک زندہ رہے۔ غیب مساکین سنس لوگوں کی بندہ دہی میں رات دن ایک کر دیا۔

آپ کی شہادت کا واقعہ اسلامی تاریخوں میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ کہ فروز نام ایک ایرانی غلام کو جو عام طور پر ابو لوگوں کے نام سے مشہور تھا۔ مغیرہ عراق سے لایا تھا۔ مغیرہ کی غلامی میں وہ بڑھتی کا کام کرتا تھا۔ ایک دن بازار میں امیر المومنین سے ملا اور کہا۔ یا امیر المومنین! آپ کا انصاف دنیا میں ضرب المثل ہے۔ آپ میرا انصاف کریں کہ مغیرہ مجھ سے بہت زیادہ اجرت لیتا ہے جس کو میں ادا نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا۔ تو کیا کام کرتا ہے؟ اور روزانہ کس قدر ادا کرتا ہے۔ جس کے جواب میں ابو لوگو نے کہا۔ حضرت میں بڑھتی لوٹا اور نقاشی ہوں۔ حضرت نے کہا۔ کہ ایسے ہشیار کار بیکر کے لئے دودھ ہمارا کرنا کچھ زیادہ نہیں۔ یہ کہ کر آپ وہاں گھر آئے۔ دوسرے دن صبح کو نماز کے واسطے لوگ مسجد میں جمع ہوئے۔ تو ابو لوگو بھی کہیں سے ان میں آکر بیٹھ گیا۔ اور حضرت نے ایک رکعت نماز ادا کر کے اٹھے۔ تو بدبخت ابو لوگو نے آپ پر حملہ کیا۔ اور تلوار سے چہ زخم لگائے۔ اور بدبختوں کو شہید کر کے آپ بھی اپنے ہاتھ سے داخل جہنم ہوا۔ حضرت نے فرمایا۔ لوگ گھبراہٹ کر لے گئے۔ مگر آپ نے گھر جانے سے پہلے عبدالرحمن بن عوف کو نماز ختم کرنے کے لئے کہا۔ دریافت کے بعد جب آپ کو اپنے بیٹے عبدالرحمن سے معلوم ہوا۔ کہ میرا قاتل ایک ایسا شخص ہے جس نے خدائے وحدہ لا شریک کو کبھی سجدہ نہیں کیا۔ تو کہا۔ اللہ وہ میں اس شخص کے ہاتھ سے شہید ہوا ہوں۔ جو مسلمان نہیں ہے۔

پھر جب یہ معلوم ہوا۔ کہ زخم سے جانبر ہونا مشکل ہے۔ تو لوگوں نے کہا۔ کہ آپ اپنا جانسین یا دلی عبد افتخار کریں۔ مگر آپ نے کہا جس کو آپ لوگ مناسب خیال کریں۔

الغرض جناب رسول صلعم کے دوسرے حلیفے حضرت عمرؓ نے ۶۰ سال کی عمر میں ۱۰ اپریس ۶۰ ماہ ۴ دن کی خلافت کے بعد ۱۳ روز بیمار رہ کر ۲ ذی الحجہ ۳۳ھ کو انتقال فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ وَاَنَا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ

اشارات

طرز معاشرت کوئی سیکھے رسولؐ سے
سوگایاں سننے تو دعائیں ہزار دہے
اُمت میں ہم اُسی کی ہماری دعا ہے یہ
اللہ ہم کو حوصلہ دے کہ افسار دے

خودداری کا ایک سبق

(از مولانا حافظ محمد اسلم صاحب پیر چوری)

ایک کتے نے کہا یہ شیر سے ہے بات کیا ؟
 ماور بھٹنے میں تجھ کو مانتے ہیں با دوست !
 آدمی بھی کرتے ہیں عزت تری ہر اک طرح
 یہ لڑاں ہر تری صورت تیج پر تیرا ہے نقش
 تو کسی کے بھی نہیں دنیا میں کام آتا کبھی
 جانور جنگلی کے تجھ کو دیکھ کر جاتے ہیں بھاگ
 تیرے ناخن میں وہ میریت ہے بچ سکتا نہیں
 نہ کی تری کی تجھ میں خود نہیں ہے نام کو
 دیکھتے ہیں جب ترسے اس ظالمانہ کام کو

لوگ پھر عزت سے کیوں لیتے ہیں تیرے نام کو
 ساری دنیا میں سلم ہے وفاداری مری
 پاسبانی کو ہے اس کی وقف بیداری مری
 کام آتی ہے نہایت تیز رفتاری مری
 کٹتی ہے خدمت میں اس کی عمری ساری مری
 دیکھتے فرماں پذیر ہی حکم برداری مری
 ہر گلی کوچہ میں ہوتی ہے سدا خواری مری
 ایک بھی سننا نہیں ہے گریہ وزاری مری
 میری عزت کا سبب ہے خاص خودداری مری

خیر کے کھیلے پہ رہتی ہے تری ہر دم نظر
 اس لئے دنیا میں ہے تو خوار و رسوا دبدر

تاریخ ہندویت اسلام کا ایک نئے ورق

ہندو کی عظمت و تہذیب کا افسانہ آج کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ لیکن ہم بمقتضائے - ۶۰
گاہے گاہے باز نیاں اس قصہ پر نظر آ
ایک عربی مکتوب کا ترجمہ حضورؐ کے غلطی تفسیر کے ساتھ یہ ناظرین کرتے ہیں۔ تاکہ اس دور اختلاف و انتشار
میں ہمیں اپنے اسلاف کے اتحادی کارناموں سے کوئی سبق حاصل ہو سکے (مترجم)

”بغداد“ کا تاریخ اسلام میں جو جہز پایہ ہے۔ وہ محتاج تشریح نہیں ہے۔ اس کے مرتبہ عالی کو آج تک کوئی دوسرا
شہر نہیں پہنچ سکا ہے۔ یہ قدیم شہر تمدن عرب کے نشوونما کے ساتھ نشوونما پاتا گیا۔ اور آخر الامر اس نے ایک ممتاز درجہ
حاصل کر لیا۔

اس کا زمانہ سب سے بڑی عربی سلطنت یعنی دولت عباسیہ کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ بنی عباس نے اس شہر
میں کثرت تمول - مظاہر عظمت - شہہ ابی ملک اور دولت سلطنت کو ایسے درجہ تک پہنچا دیا تھا جس سے زیادہ
قیاس میں نہیں آسکتا۔ بنی عباس کے جوں جوں ساری اقبال کے ساتھ اس کا تمدن ترقی کرتا گیا۔ اور آخر کار ان کا زوال
اس کے لئے پیغام ہلاکت ثابت ہوا۔ اس شہر نے بنی عباس کی تاریخ مجدد حضارت میں ایک طویل عمر پائی۔ یہاں
ملک کہ اس کی تہذیب و تمدن پر آثار پیری نمایاں ہو گئے۔
تمدن عرب میں دو زمانے بہترین شمار کئے جاتے ہیں۔

۱۔ بغداد میں عباسیوں کا زمانہ اور

۲۔ قرطبہ میں امویں کا عہد۔

لیکن بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ بغداد کو اپنی ادبیت و عظمت کی بنا پر نمایاں فہریت حاصل ہے کیونکہ
اس کا زمانہ قرطبہ سے پہلے اور ایک زریں دور ہے۔ جہاں سے آفتاب علم نے طالع ہو کر اپنی سطر کرکڑوں سے
تمام عالم کو یکسر نور بنا دیا تھا۔

خلفائے راشدین کے پایہ ثنوت ”مدینہ“ کا قائم مقام بنی امیہ کا دارالسلطنت ”دمشق“ ہوا۔ اور دمشق
کی جانشینی کا فرض بنی عباس کے دار الخلافہ ”بغداد“ نے ادا کیا۔ اس عہد سے یہ اسلام کا تیسرا دارالسلطنت ہے۔
لیکن اس کا زمانہ پہلے دوروں سے کئی طرح ممتاز ہے۔

۱۵) اس دور میں فتوحات عرب نے انتہائی وسعت حاصل کر لی۔

۱۶) اس زمانہ میں عرب علوم و فنون کی جانب غیر معمولی طور پر متوجہ ہو گئے۔ اور عرفان و حکمت کے حصول کے لئے بہترین شہنشاہ و مسافر ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بغداد میں صنائع و فنون کے دریا بہنے لگے۔ تشنگانِ علم و ادب کو ”لیکا“ ”کہا گیا۔ اور حکمت و فلسفہ کے قالبِ مرہ میں از سر نو زندگی کی رودور لگائی۔

بنیادِ تعمیر

بغداد کا سنگ بنیاد بانی دولت عباسیہ ابو جعفر منصور نے رکھا۔ اس کا محل وقوع قدیم مشہور شہر ”بابل“ کے کھنڈرات کے قریب ہے۔ گویا صانعِ قدرت نے ارادہ کیا کہ اس سرزمین کو اس کی گزشتہ سیادت و عظمت سے ایک مرتبہ پھر لطافت آٹھ کر دے۔ چنانچہ اس زمانہ میں تمام دنیا کے نفٹ حصے سے زیادہ اس کے زیرِ نگین تھا۔ منصور نے بغداد کے لئے اس موقع کا اس لئے انتخاب کیا کہ وہ ایک تجارتی مرکز بننے کی بہترین صلاحیت رکھتا تھا۔ کیونکہ واسطہ ایلان، اموزہ، فارس، عمان، یمامہ اور بحرین سے جو سیلاب تجارت براہِ درجہ آتا تھا اس کی پی گد رگاہ تھی۔ دوسری طرف موصول، آذربائیجان اور آرمینیا سے جو سامان کشتیوں میں لا دکر وچلے لایا جاتا۔ یا تہ۔ شام۔ ممالکِ سرحدی۔ مصر اور مغرب سے جو مال کشتیوں میں بار کیا جاتا۔ اس سب کا تجارتی مرکز صرف بغداد ہی ہو سکتا تھا۔

بنی عباس کا یہ مہتمم بادشاہ دارالسلطنت، داروں رشید اور اس کے بعد ماموں رشید کے زمانہ میں جو علم و ادب علم کے عروج کا زمانہ تھا۔ تہذیب و تمدن کے سراج کمال تک پہنچ گیا۔ یہ وہ وقت ہے کہ براءکہ وغیرہ کی بدولت علوم و فنون اور دولت و ثروت اطرافِ عالم سے بغداد پر ٹوٹ پڑی تھی۔ خزانِ ان اموال سے جو بیس ممالک سے یہاں لائے جاتے تھے۔ مہر گئے تھے۔ اس کے حکم کے سامنے ایشیاد و افریقہ نے سرطاعت خم کر دیا تھا۔ اور سیادتِ عالم اس کے لئے مسلم ہو گئی تھی۔ ان دونوں خلفائے ”مدینہ السلام“ کو جو مرکز اسلام اور عالمی مدینہ تھا۔ مرکزِ علم و حکمت بنا دیا۔ اور اسے براہِ سیاسیہ میں ایک عظیم الشان مرتبہ عطا کر دیا تھا۔ کیونکہ اسلام دنیا کے تمدن کا رکنِ اعظم بن گیا جاتا تھا۔

دارالخلافہ نہ صرف خلفاء و علما کا مرکز بلکہ معارف و مشرقی کا بھی تہا سہ ماہیہ دار تھا۔ وہ مشرق کا تہا دارِ علوم تھا۔ جہاں سے ہر سال بڑے بڑے عالم۔ فلسفی اور ادیب خارجِ ایشیہ و افریقہ میں منتشر ہوتے تھے۔

۱۷) مدینہ اسلام بغداد کا ایک نام ہے۔ یا قوت کے معجم میں نقل کیا ہے کہ اس کا نام مدینہ السلام اس لئے رکھا گیا کہ سلام خدا کا نام ہے۔ گویا اس سے مراد ہے مدینہ اللہ۔ یا چونکہ وچلے کو ”داوی السلام“ کہتے تھے۔ اس لئے اس کی مناسبت سے اس کا نام ”مدینہ السلام“ ہو گیا۔

برباد ویران کھنڈات پر ابوتھام کا یہ قول صادق آتا ہے - ع

لا انت انت ولا الدیار دیار :- نہ تم پہلے کی طرح نہ دیار پہلے کی طرح رہے ؛

بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابوتھام نال کار سے پہلے ہی واقف تھا کہ جیسی تو اس نے زوال بغداد سے

سزا سن چکے ہیں کہا ہے :-

فلیکھا الحراب الدھس باکیسجا

اس لئے زمانہ کی تباہ کاریوں سے اس پر دھواں ہو گیا اور تو کھو رہا تھا

والنار تطفاء حسناً فی لواحیسا

اور آگ اس کی لوح کے حسن کو برباد کر رہی تھی

فالآن اخسر منها الیاس راجیسا

لیکن اب اس کے آرزو مند مایوس ہو چکے ہیں

وبان عنها جمال کان یخفیها

اور اس کا محبوب حسن زائل ہو چکا ہو

اور اس کا محبوب حسن زائل ہو چکا ہو

زوال بغداد پر تمام دنیا نے رنج و افسوس کے آنسو بہائے - چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے :-

فقدت لفضارة العیش الا یسق

جب میں نے شاداب زندگی کی تازگی کھو دی - تو میں بغداد پر خون کے آنسو روپا

ومن سعة تبد لنا الضیق

اور من سعة تبد لنا الضیق

ہماری مسرت غم سے اور ہماری فانیغ البالی غمگینی سے تبدیل ہو گئی

فانت اهلها بالمنجنین

فانت اهلها بالمنجنین

ہمیں حاسدوں کی نظر لگ گئی - اور اہل بغداد محققوں سے تباہ کر دیے گئے -

وناحۃ نشوح علی غریق

وناحۃ نشوح علی غریق

بہت سے بگ جبر اُجلا دیے گئے - اور اکثر نوہنوں خواہن غرق شدہ لوگوں پر نوہنہ گرہیں

لقد اقام علی بغداد دنا عیسا

بغداد پر اس کو خبر موت دینے والا ٹھہرا

كانت علی مائها والحرب موقدة

اسکی وہی روغن تھی اسی حالت میں کہ آتش جنگ بجھ کر ہی تھی

توجی لها عودۃ فی الدھر صالحۃ

اس کے لئے ایک خوشگوار انقلاب کی امید کی جاتی تھی

مثل العجوز التي دالت شبیبتها

مثل العجوز التي دالت شبیبتها

اس بڑھیا کی طرح جس کا شباب افسردہ ہو چکا تھا

اور اس کا شباب افسردہ ہو چکا تھا

زوال بغداد پر تمام دنیا نے رنج و افسوس کے آنسو بہائے - چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے :-

بکیت وما علی بغداد لہما

بکیت وما علی بغداد لہما

تبدلنا ہموماً من سرور

تبدلنا ہموماً من سرور

ہماری مسرت غم سے اور ہماری فانیغ البالی غمگینی سے تبدیل ہو گئی

اصابتنا من الحساد عین

اصابتنا من الحساد عین

ہمیں حاسدوں کی نظر لگ گئی - اور اہل بغداد محققوں سے تباہ کر دیے گئے -

وقوم احرقوا بالنار قرا

وقوم احرقوا بالنار قرا

بہت سے بگ جبر اُجلا دیے گئے - اور اکثر نوہنوں خواہن غرق شدہ لوگوں پر نوہنہ گرہیں

تاریانہ عبرت

عزت اسلام باقی ہے جہاں میں اب کہاں
 روم ہو یا شام ہو ایران ہو یا ہندوستان
 پہلی سی شوکت کہاں عزت کہاں خیمت کہاں
 نو گز عشرت میں پہلی سی کہاں ہیں گرمیاں
 خود ہیں بے بہرہ ذیل دُخواریں بے خانماں
 قعرِ دلت میں پڑے ہیں لب پہ ہے اب ہوں نہ ہاں
 محو خواب خود فراموشی میں گویا بے گماں
 اختلافِ حسد کیلئے کا ہے اک سنگہ رواں
 خواب میں ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں پیر و جواں
 اغنیا میں عیش و عشرت سے بلا شک و گماں
 ہیں شعارِ ملت بیضاسے وہ کو سولہ داں
 وہ مٹے تہذیبِ مغرب سے ہوئے ہیں سرگراں
 سب کے سب مدحوش میں غفلت میں بے شک و گماں
 کفر و بیدینی کی ان پر چل رہی ہیں اندھیاں
 کون ہے جس پر نہیں ہے حرص کی بندگراں
 مسجدیں خالی پڑی ہیں بے چراغ و بے اذان
 بوعلی و رومی و وضو کی ہیں واقف کہاں
 پرکتا ب پاک سے بے بہرہ ہیں یہ نکتہ داں
 آج ہے ہر رنگ میں غرب کی بس نکت عیاں

کہ رہے ہیں غیر یہ سچ ہے کہ بے وہم و گماں
 آپ دیکھینگے جہاں پر قوم ہو گی یہ ذلیل
 منافسی کی گرم بازار میں سے ناداری کا زور
 تھے آری سے جو جفاکش جنگجو شمشیر زن
 اہل دنیا کو سکھائے جتنے تھے تہذیب شن
 گونجتے تھے جنکے نعروں سے کبھی دُشترت جیل
 لٹ گیا ناموس تو بھی خود پڑے خاموش ہیں
 فرقہ آرائی ہے آپس میں بھی ہے جنگِ جدل
 کچھ ہیں پابندِ مراسم کاہل و جاہل ہیں کچھ
 عالموں میں جنگ ہے اذیتوں میں مکرو زور
 جو تہی نایہ میں پابندِ مراسم ہیں وہ سب
 ہیں فرین قوم کے جو لو جو ان تسلیم سے
 الغرض نفی ہو عالم جو کہ منطوق یا غنی
 ہیں عقائد کے یہ سچے شرع سے وہ بے خبر
 کون سے جو شاہدِ شہرک سے عاری نہیں
 آستانوں کی زیارت کے لئے وہ ستر و مد
 نام لیتے ہیں از سطر کا نہایت ادب سے
 ڈارون اور کھیلے کی کتب پر تو ہے عبور
 آج ہے یہ بات میں تقلیدِ یورپ کا اثر

ہے شریعت کو دین تک بارانِ اجلاس میں
 کہ جہاں تک عقلِ مغرب مان لے باغ و شان

ابو مسلم خراسانی

کذلت پیوستہ
(ع)

ابوالعباس سفاح، بنی عباس کا سب سے پہلا خلیفہ تختِ خلافت پر متمکن ہوا۔ اس نے ابوسلمہ کی غت و حرمت میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا۔ اسے نہایت بلند مرتبہ پر پہنچایا۔ سفاح اُسے اپنا زبردست معاون اور پر خلوص مددگار سمجھتا تھا۔ اس کے کارناموں اور احسانات کا ہمیشہ سرت اور شکر گزاری کے ساتھ تذکرہ کیا کرتا تھا۔ قیامِ دولت کے متعلق اس کی جدوجہد اور گرانقدر خدمات کا کھینے دل سے معترف تھا۔ خود ابوسلمہ بھی اپنی اہمیت سے ناواقف نہ تھا۔ اس کے اشرار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہے کہ کس شخص اسی کی جان توڑ کو ششیں اور پر خلوص کاوشیں اس غیر معمولی اور عظیم الشان انقلاب کا سبب ہیں۔

سفاح کے بد مشہور اور ننگ نہیں خلافت ہوا۔ منصور پہلے دن سے ہی تہمتا ہوا ابوسلمہ کو اپنی نگاہ سے نہیں دیکھتا تھا۔ جس کی ایک غامبی وجہ تو یہ تھی کہ اس نے سفاح کے ماتھے پر بیعت کر لی۔ اور منصور کی جانب جو میں موجود تھا ملقنت نہیں ہوا۔ علاوہ انہیں غیر ارادی طور پر مشہور ابوسلمہ سے ایک قسم کی نفرت کا احساس نہ کرتا تھا۔ اور اس کے اعمال و افعال میں خلوص و دیانت کا غصہ اسے سقوطِ آخر آتا تھا۔ پناہ پر منصور نے ایک دہ مرتبہ سفاح کو مشورہ بھی دیا۔ کہ وہ ابوسلمہ کو سخت کر دے۔ لیکن سفاح اس پر آمادہ نہیں ہوا۔ اور اس نے ہر موقع پر سختی سے اس اور کاب قتل سے انکار ہی کیا۔

جب منصور خود خلیفہ ہوا۔ تو اس نے اپنے چچا عبداللہ بن علی کے مقابلہ کے بہانے جنہوں نے شام میں بغاوت کی تھی۔ ابوسلمہ کو اوپر ڈال دیا۔ ابوسلمہ گیا۔ اور اس نے عبداللہ بن علی کے ساتھ جنگ شروع کر دی۔ باغی ابوسلمہ کامیاب ہوا۔ اور عبداللہ کے لشکر کا تمام مال و اسباب اس کے قبضہ میں آگیا۔ عبداللہ بن علی شکست کھا کر ہجہ کی طرف پسپا ہو گئے۔ منصور کو جب اس کی اطلاع ہوئی۔ تو اس نے اپنا ایک خاص آدمی ابوسلمہ کے پاس بھیج کر کہلا بھیجا کہ تمام مال غنیمت جو اس سرکرہ میں حاصل ہوا ہے۔ تاکہ شامی محفودہ کروایا جائے۔ ابوسلمہ کو یہ بات ناگوار لگ رہی۔ اور اس نے کہا کہ خوب اہم خون پر تو میں ہوں۔ مال پر خائن ہوں۔ اور اسی سلسلہ میں منصور کے متعلق کچھ سخت سہت کہا۔ اور گالیاں دیں۔ منصور کو بھی پرچہ گذرا۔ ابوسلمہ کہنے کو تو کہہ گیا۔ لیکن بعد میں جب اس نے غور کیا۔ تو اسے اپنی خیریت نظر نہیں آئی۔ آخر اس نے قصد کیا۔ کہ منصور کی خدمت میں حاضر نہ ہو۔ اور خراسان کی جانب چلا جائے۔ منصور کو جب اس ارادہ کی اطلاع ہوئی۔ تو اسے سخت تشویش ہوئی۔ اُسے اچھی طرح احساس تھا۔ کہ

اگر بوسلم مخالفانہ خیالات کے ساتھ خراسان پہنچ گیا۔ تو معاملہ خطرناک اہمیت اختیار کرنے لگا۔ اور تمام ملک میں فتنہ و شاد کئے شعلے بجھ کر اٹھیں گے !

چنانچہ منصور نے بوسلم کو لکھا۔ کہ وہ جلد وارخانہ میں حاضر ہو جائے۔ بوسلم نے جواب دیا۔ کہ میں فی الحال خراسان کی جانب جا رہا ہوں۔ اگر حضور میری جانب سے اپنی طبیعت کی کدورت اور بدگمانی کو دور فرماویں۔ تو میں ہر صورت مطیع اور سلطنت کا خیر خواہ ہوں۔ اور جو حکم ہوگا۔ اس کی تعمیل کرنے کے لئے بسر و چشم حاضر ہوں۔ بصورت دیگر اگر حالات ایسے ہی دگرگوں رہے۔ تو مجھے اپنے متعلق غور کرنے اور اپنی حفاظت کی تدبیر سوچنے کا حق حاصل ہے۔

منصور اس جواب سے اور بھی خوف زدہ ہوا۔ اور اس نے بوسلم کو پھر ایک خط لکھا۔ جس میں اس کی بڑی دہجہ کی تھی۔ اور اس نے بنی عباس پر جو احسانات کئے تھے۔ ان کا تذکرہ کر کے لکھا تھا۔ کہ میری جانب سے جو تمہیں بہ سلوکی اور مضرت رسانی کے لئے بنیاد اور فاسد خیالات پیدا ہو گئے ہیں۔ یہ بالکل غیر معقول اور سراسر خلاف واقعہ ہیں۔ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ سلوک و احسان ہی کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اور تمہاری ملاقات کا نہایت اشتیاق ہے !

بنی فاشم کے دوسرے معزز امراء سے بھی منصور نے بوسلم کو خطوط لکھوائے جن میں انہوں نے بوسلم کو ملاقات کی۔ کہ تم نے امیر المومنین کی جانب سے ایسے غیر معقول خیالات کیوں قائم کر لئے ؟ ہم سب تمہارے طرفدار اور احسان مند ہیں۔ تم کو فوراً بارگاہ خلافت میں حاضر ہو جانا چاہیے !

یہ تمام خطوط ایک ہوشیار، مضبوط، اور متبرجہ قاصد کے حوالہ کئے گئے۔ اور اسے زبانی بھی سمجھا دیا گیا۔ کہ بوسلم سے بہت نرم اور مصانعانہ گفتگو کرے۔ اور جس طرح بھی ممکن ہو۔ اسے بارگاہ خلافت میں حاضر ہونے کے لئے مجبور کرے۔ چنانچہ قاصدان تمام یہ آیات کو اچھی طرح سمجھ کر اور ذہن نشین کر کے بوسلم کے پاس روانہ ہو گیا۔ اور وہاں دیکھ کر معلوم ہوا کہ وہ دوسرے اسی باب کے خطوط کے ساتھ اسے پہنچا دیئے۔ بوسلم نے خطوط پڑھے۔ اور انہیں پڑھ کر اپنے نہایت اہم و مستاناکہ اور بشیم سے اس کے متعلق مشورہ کیا۔ ماناک نے کہا۔ کہ منصور کے پاس سرگز نہ جانا چاہئے۔ اگر تو وہاں گئے۔ تو یقیناً قتل کر دیا جائے گا۔ یہ ہے۔ کہ تم اسی طرح آگے بڑھتے رہو۔ اور رے میں پہنچ کر یہاں آجائے۔ اس کے بعد کو پورے حالات کا مطالعہ کرو۔ اور دیکھو کہ معاملہ کیا نوعیت اختیار کرتا ہے۔ اگر تمہارے خلاف کوئی سازش ہو رہی ہے۔ تو خراسان بہر صورت تمہاری پشت پناہی کرے گا۔

اس سے اس رائے سے اتفاق کیا۔ اور ہم ارادہ کر لیا۔ کہ اسی رائے پر عمل کرے گا۔ چنانچہ اس نے اٹھی سے اٹھ کر اپنے گھر کے سامنے امیر المومنین سے عرض کر دیا۔ کہ میں فی الوقت دارالخلافہ میں حاضر ہونے سے مستور ہوں۔

اور میرا جلد خراسان پہنچنا نہایت ضروری ہے۔

ایلیچی نے کہا۔ کہ ابو مسلم! تو آل محمد کا امین ہے۔ اور رب تجھ پر کامل اعتماد کرتے ہیں۔ اب تو اس اختلاف و انتشار کا باعث بن کر خود بھی گنہگار ہوتا ہے۔ اور دوسروں کو بھی مصیبت میں مبتلا کرتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تو امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہو کر جو غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ انہیں رفع کر دے۔ اور یا فرض اگر تجھ سے کوئی فروگزاشت ہو گئی ہے۔ تو اس کے متعلق معذرت ممکن ہے۔ مجھے پورا پورا یقین ہے۔ کہ امیر المومنین تجھ سے نہایت مہربانی کا برتاؤ کریں گے۔

ابو مسلم نے جواب دیا۔ کہ اس کے متعلق زیادہ گفتگو بحث ہے۔ میں نے جو فیصلہ کر لیا ہے۔ وہ ناقابل تخریب ہے۔ قاصد نے کہا۔ خوب! جب بنی عباس نے کریم لوگوں کے پاس آیا تھا۔ تو تو نے ہم سے کہا تھا۔ کہ "اس کو مانو۔ جو اس کی مخالفت کرے گا۔ اس کی سزا صرف موت ہو سکتی ہے۔ تو نے ہمارے ساتھ مل کر آل عباس کی مدد کی۔ اور ان کے دشمنوں کی حکومت برباد کر کے ان کی سلطنت قائم کی۔ اب جبکہ ہم ان کے معاون و مددگار ہو گئے۔ تو ہمیں کیوں مکر چھوڑ سکتا۔ اور ان کی حکومت سے کس طرح انکار کر سکتا ہے؟

ابو مسلم نے جواب دیا۔ یہ سب بجائے۔ تاہم میں خراسان ہی جانا چاہتا ہوں۔ اور امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہونے سے مجبور ہوں۔

قاصد نے پھر کہا۔ کہ اگر تو نے منظور کے حکم کی تعمیل نہ کی۔ تو وہ بنفس نفیس تیرے مقابلہ کے لئے فوجیں لے کر آج موجود ہو گا۔ اس کے برخلاف اگر تو نے حکم کی تعمیل میں سبائل نہ کیا۔ اور فوراً بارگاہ خلافت میں حاضر ہو گیا۔ تو میں امیر المومنین کی جانب سے ضمانتوں۔ کہ تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

مختصہ یہ کہ بڑی بیعت و تحفیص اور قیل و قال کے بعد ابو مسلم کو اس پر آمادہ ہی کر لیا۔ کہ وہ اپنے فیصلہ پر فرید غور کرے۔ اور آخر امر اسے مجبور ہو کر اپنا آمادہ فیض کرنا پڑا۔ چنانچہ خلیفہ کے روبرو حاضر ہونے پر رضامند ہو گیا۔ ایلیچی کو تو وہیں سے رخصت کر دیا۔ کہ وہ جا کر خلیفہ کو یہ خبر پہنچا دے۔ اور اس کے بعد اپنا لشکر چند معتمد اشخاص کے سپرد کیا۔ اور انہیں بجایا دیا۔ کہ میرا جو خط آئے۔ اگر اس پر نصف مہر لگی ہو۔ تو اسے میری جانب سے باور کرنا۔ اور اگر پوری مہر ہو۔ تو سمجھنا کہ خط جعلی ہے۔ علاوہ انہیں اور ضروری ہدایات دے کر خود خلیفہ سے ملاقات کے لئے دارالسلطنت کی جانب روانہ ہو گیا۔

(باقی)

مقصوم قیدی

(میسو تہ بندشتہ)

چوتھا باب

بعد مدت کے ملازم کو وہ دھوکا دے کر

یاد جب اس ستم ایسا کی صورت نہ رہی

جمشید کے ساتھیوں نے راشد کو بتایا کہ وہ ایک قتل کے معاملہ میں اپنے مقید سے خون آلودہ چاقو برآمد ہونے پر گرفتار کیا گیا تھا۔ اور کوڑوں کی سزا بھگتنے کے بعد جلا وطن کر کے اس جیل خانہ میں بھیج دیا گیا ہے۔ راشد نے یہ سن کر جمشید کی طرف دیکھا۔ اور اپنے زانوؤں پر دونوں ہاتھ زور سے مار کر کہنے لگا۔ ”یہ تو بڑی حیرانی کی بات ہے! بڑے بابا! تم اتنی جلدی اس قدر بڑے کیوں ہو گئے ہو؟“

جمشید اپنی زبان سے کچھ نہ بولا۔ لیکن دوسرے تمام قیدی حیران تھے۔ کہ یہ نوادر انسان بابا جی کا کیسے واقف ہے۔ آفران میں سے ایک نے دریافت کیا۔

”تم بڑے بابا کو کب سے جانتے ہو؟ اور تم نے اس سے پہلے ان کو کہاں دیکھا تھا؟“ اس سوال پر راشد خاموش ہو گیا۔ اور اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

ادھر جمشید سرگردانی کی حالت میں بیٹھا سوچ رہا تھا۔ کہ یہ بوڑھا شخص اس قاتل کو ضرور جانتا ہوگا۔ جس نے سوداگر کو سرائے میں قتل کیا ہے۔ آخر کار اس نے پوچھا:

”راشد! تمہیں اس سوداگر کی بابت کچھ معلوم ہے جو رات کے وقت سرائے میں قتل کیا گیا تھا؟ ممکن ہے کہ تم نے اس سے پہلے بھی مجھے کہیں دیکھا ہو۔“

”ہاں! دیر ہوئی۔ کہ اس قسم کی ایک افواہ بہت گرم ہو رہی تھی۔ راشد نے بات کو ٹالتے ہوئے جواب دیا۔

”لیکن جو کچھ میں نے سنا تھا۔ وہ اس وقت بجھے یاد نہیں ہے۔ اور میں ہافلڈ کی کمزوری کے باعث سب کچھ بھول گیا ہوں“

”تم جانتے تو ہو گے۔ کہ کس شخص نے اس سوداگر کو قتل کیا تھا؟“ جمشید نے پھر پوچھا۔

”یہ ضرور وہی شخص ہوگا جس کے قہیلے سے خون آلودہ چاقو برآمد ہوا ہے“ راشد نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”بھلا اور کوئی تمہارے قہیلے میں کس طرح چاقو چھپا سکتا ہے۔ جبکہ وہ تمہارے سر کے نیچے دھرا ہوا تھا۔“

بانہض اگر کوئی ایسا کرے بھی۔ تو پھر کیا تہا ری نیند نہ اچٹ جائے گی؟

راشد کے اس قدر اکشاف سے جمشید کا شبہ یقین کے درجہ کو پہنچ گیا۔ اس کے دل نے مان لیا۔ کہ یہی وہ عالم ہے جس نے اس غریب سوداگر کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ وہ غصہ کی حالت میں اٹھا۔ اور انہیں خیالات میں غوطے لگاتا ہوا اپنی کوٹھڑی کی جانب چلا گیا۔ اس رات اس کی رُوح بہت بے قرار رہی۔ اس کو مطلق نیند نہ آئی۔ اور وہ شب بھر دیشا ہوا مختلف قسم کی قیاس آرائیاں کرتا رہا۔ اس نے عالم تصور میں اپنی بیوی کی تصویر کھینچی۔ اور اپنے ننھے ننھے عزیز بچوں کو اس کی آغوش میں لیٹے ہوئے پایا۔ پھر سوچنے لگا۔ کہ وہ کس دلی شوق کے ساتھ میلہ میں جانے کے لئے اپنے گھر سے روانہ ہوا تھا۔ اُس نے اپنے بچپن کا پرکھ زمانہ یاد کیا۔ تو اس کی نمدیدہ آنکھوں سے ایک بیک آنسو ڈھبدا آئے۔ اور وہ اس گھنے درخت کی چھاؤں کا خیال کر کے زار و قطار رونے لگا۔ جس کے سایہ تلے وہ آرام سے بیٹھا ہوا اپنی ستار بچا رہتا تھا۔ کہ اس کو نگاہیں گرفتار کر کے اس صہیت میں ڈال دیا گیا۔ ان گونا گوں مایوس کن خیالات نے جمشید کو اس قدر رنجیدہ خاطر بنایا۔ کہ وہ خود کشی کرنے پر آمادہ ہو گیا۔

راشد کے خلاف اس کا غصہ اس قدر ترقی کر گیا تھا۔ کہ دن کے وقت اس کے ساتھ گھنگھارے کرنا تو درکنار۔ وہ اس کی طرف دیکھا بھی نہیں کرتا تھا۔ کچھ دن اسی طرح فوت ہو گئے۔ لیکن جمشید کی بدستور وہی حالت رہی۔ اور وہ اب استعد رصہیت زدہ ہو گیا تھا۔ کہ اس کو ایک پل کے لئے بھی چین نہ نصیب ہوتی تھی۔

ایک رات وہ تاریکی کے اندر زندان کی چادر دیا۔ ی کے ارد گرد گھوم رہا تھا۔ کہ اُسے ایک محراب میں سے کچھ گیلی مٹی باہر نکلتی ہوئی دکھائی دی۔ اُس نے جھانک کر غور سے دیکھا۔ تو راشد ایک ہیڈ اور ڈراؤنی صورت بنائے ریگت سو باہر نکل رہا تھا۔ جمشید نے سوچا۔ کہ وہ اس بدبخت سفلہ کی منحوس شکل دیکھنے بغیر ہی پاس سے گزر جائے۔ لیکن راشد نے جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور کہنے لگا۔

”میں زمین کے نیچے ایک بہت بڑا سوراخ کھود رہا ہوں۔ اس راستہ کے ذریعہ تم بھی اس صہیت سے نجات حاصل کر سکو گے۔ دیکھو۔ اس پوشیدہ بات کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ ورنہ اگر یہ راز ظاہر ہو گیا۔ تو مجھے اس کا خیا زہ کھینچنے کیلئے اس قدر کوڑے کھانے پڑیں گے۔ کہ میری لہر در پشت کبھی ہو جائیگی۔ لیکن باور ہے۔ کہ میں اپنی جان پر کھینچنے سے پہلے تمہارا کام بھی تمام کر جاؤں گا۔“

”میرا ہاتھ چھو دو۔ مجھے پکڑ لیتے اور فرار ہونے کی کوئی خواہش نہیں ہے۔ اور نہ ہی تمہیں میرا کام تمام کرنے کی کوئی ضرورت ہے۔ تم نے تو وعدہ ہوا۔ کہ میری زندگی کو بر باد کر کے مجھے نامراد بنا رکھا ہے۔“ جمشید نے کہا۔

اب یہ راز مجھے کسی پر ظاہر کرنا چاہئے یا نہیں؟ (رہائی آئندہ)

فیض محمد فیض لدھیانوی

تو قلم ہے خیالات

اٹلی کے سابق وزیر خارجہ کاؤنٹ اسفورن امریکہ کے اخبار گرٹ میٹری میں بیداری مشرق پر تبصرو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "مشرق کے زورہ دورہ میں انقلابی بحیثیات کو نہ رہی ہیں۔ مشرق مغرب کو دھمکا رہا ہے۔ اور مغرب کو شدید خطرہ لاحق ہے یورپ کے لئے یہ خطرہ نہایت اہم ہے۔"

دارالعوام میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مسٹر بین وزیر سائنس فرمایا کہ "ہندوستان میں تحریک مقاطعہ مختلف مقامات پر مختلف پیمانے کی ہے جو ایک حالت پر قائم نہیں رہتی۔ صرف کچھ میں اس تحریک کا اثر زیادہ ہے۔ لیکن ہمیں جمہوری بہت کمزور ہے۔"

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے تجارتی نمکداشت نے جو تازہ رپورٹ شائع کی ہے۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ ہندوستان کی پسیدہ اور درآمدات آمدنی بہت زیادہ ہیں۔ اور پیداوار کی قوت اندازہ سے باہر ہے۔ ہندوستان کی آبادی نسل انسانی کا پانچواں حصہ ہے۔ اور اس کی آمدنی کنیڈا اور آسٹریلیا وغیرہ سے کہیں زیادہ ہے۔ ملک کی سالانہ پیداوار دس ارب ڈالرز ہے۔

مولانا محمد علی نے اپنی تقریر لندن میں ہندوستانی سیاست کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا۔ کہ ہمارے اور ہمارے احباب کی مساعی سے مسلمان موجودہ تحریک آزادی میں شریک نہیں ہوئے۔

بگم شاہ نواز نے گل میز کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ اگر ہم نے مجلسی گنسیوں کو سلجھایا۔ تو ایک دن ہندوستانی مستورات کو بھی مغربی مینوں کی طرح آزادی تقریر اور آزادی فعل حاصل ہو جائے گی۔ ہندوستان میں عورتوں کو اپنے فرائض کا زیادہ احساس ہو گیا ہے۔ اور پردہ تیزی سے غائب ہو رہا ہے۔

امریکہ کے اخبار ٹیگاسٹریون کے نمائندہ مسٹر ولیم ہنری نے جو آجکی شب میٹری میں ایک مضمون اپنے اخبار میں ہندوستان کی عورتوں کے متعلق لکھا ہے۔ جس میں ذکر کیا ہے کہ ہندوستانی عورتیں اب پردہ کو ترک کر رہی ہیں۔ انہوں نے سب سے زیادہ آزادیت کی خدمت بھی کی ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ ویدک زمانہ میں ہندوستانی عورتیں سیاسی مجلسوں میں نمایاں حصہ لیتی تھیں۔ اور اب پھر نہ تو گاندھی کی ہربانی سے ہندوستان کی عورتوں میں کافی بیداری پیدا ہو گئی ہے۔ بہت سی عورتیں اس وقت جیلوں میں جا چکی ہیں۔ اور ان کی حالت ہی ہندوستان کی عورتوں کے شانہ بشانہ کام کرنے لگیں گی۔

بزم قریش

۱) مکرمی قاضی عبدالعزیز صاحب دہلوی باقی نویس گورداسپور کی لکھتے ہیں۔ کہ آپ کا پہلا خط اور اس کے بعد پرسوں دوسرا اول نامہ مل گیا۔ آپ کی اس سچی کامیابی بہت شکر یہ ہے۔ جو آپ نے ضلع گورداسپور کے قریبیوں کے لئے زراعت پیشہ اقوام میں شامل کرنے کے لئے فرمائی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سچی کو بار آور کرے۔ یہ ۳۲ نمبر کا مکتوب ہے۔ اور ۳۲ نمبر کو نمبر ۱ کے نمائندگان گورداسپور پہنچے۔ اور وہاں کے جاسد میں نزدیک ہوئے۔ جس کی مختصر کارروائی کسی دوسری جگہ مروج ہے۔

۲) اندوہ کے صدر محترم مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی دہلی سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میں حالات طبع اور بدعشر گوناگوں مصروفیتوں کی وجہ سے آپ کو جواب نہ دے سکا۔ ابھی ملک اطمینان نہیں ہوا ہے۔ بس میاں بھی مصروف تھے اندوہ کے حالات سے مطلع فرماتے رہا کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے کام میں برکت دے۔ میں خوب یاد آیا۔ قاضی سید نفیر حسین صاحب فاروقی کی خدمت میں تحفہ پیش کرنا ہے۔ اس کے لئے ذرا بجے اطمینان ہو جائے۔ تو ہواؤں۔ آپ میرے جواب نہ دینے سے ملوں خاطر نہ ہوا کریں۔

۳) محمدمدی قاضی نفیر حسین صاحب فاروقی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ حقوق زراعت اور مردم خوار کی کمی کے متعلق آپ کی کوششیں ہزار تین کے قابل ہیں۔ خدا کا سیاق عطا کرے۔ آمین!

۴) پیر محمد اسحاق صاحب لائسنس بنی۔ اے وکیل بخیر پورہ سے ۳۲ نمبر کو غلام قاتل صاحب ہوا۔ آپ دہلی قومی سے بھر نرے۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ قریش بھی ترقی پذیر فہم اور سنبھلی ہوئی اقوام کے خوش پیش چلے۔ اور ہاں مذاکرے میں آپ نے فرمایا۔ کہ کیا اچھا ہو۔ کہ کوئی صحیح نمائندہ جماعت یہ فرض اپنے دہلے۔ اور ہوائوں کو مستطیل اطمینان اور متحدہ اسل کر دے۔ تاکہ قومی تنظیم اور دیگر اصلاحی امور میں کسی روکاؤ کا خدشہ باقی نہ رہے۔ اٹھائے گفتگو میں انجمن اور اندوہ، ضیا اور انقرش کا بھی ذکر آیا۔ اور بے معنی ہے دے۔ اس کے نتائج اور فیصلہ ثالثی پر آپ نے انہماک افسوس کیا۔ اور بنایت برادرانہ انقرش کی فریاد ہے۔ اور بحیث قومی اندوہ کی ملکیت قبول فرمائی۔ اور دے۔ کیا۔ کہ میں آپ کی مساعی کی داد دیتا ہوں۔ اور آپ کے ساتھ ہوں۔ خدا اسے عطا کرے۔ اور اس کے عزم میں اسے قبول اور اراہوں میں برکت عطا کرے۔ آمین!

۵) قریشی سلطان علی صاحب پیشوا نے گورداسپور کے مقام پر دوران طاعت میں اپنی قومی انگریزوں کے اجمالی تذکرہ فرماتے ہوئے کہا۔ کہ قومی تنظیم و اصلاح کی شدید ترین ضرورت ہے۔ گورداسپور ہے۔ کہ قوم اور قوم کے

بے پرواہ ہے۔ انجمن قریشیاں لاچوال وسیع پیمانہ پر کام کر رہی تھی۔ اس کی شاخیں جاندہر اور گورداسپور میں کھولی گئیں مگر انیسوس کے نتائج حسبِ دعواد برآمد نہ ہوئے۔ لاچوال کی انجمن سرمایہ کی حیثیت سے تو ایک معقول انجمن ہے۔ مگر کانٹاں کی حوصلہ افزائی نہ ہونے کی وجہ سے وہ ایک محدود دائرہ میں کام کر رہی ہے۔

بعض اضلاع میں قریشیوں کو حقوقِ زراعت حاصل نہیں۔ اور اس وجہ سے ان کی ترقیاں محدود ہو رہی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ مجبوراً دیگر اقوام میں مدغم ہو رہے ہیں۔ لہذا ندوہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اس کے لئے اتھارٹی کو کششیں عمل میں لائے۔ میری پندہ دیاں ندوہ کے ساتھ ہیں۔ پنشن ہونے کی وجہ سے مجھے فرصت ہے۔ انشاء اللہ تو میں اردکین ندوہ کا امکان بھر ساتھ دوں گا۔ اور مہربانانہ کی بھی کوشش کروں گا۔ آپ نے چند فارم ممبری لے لئے۔ اور وعدہ کیا۔ کہ بعد از خانہ پری ارسال کروں گا۔ اور دفتر میں آکر لکھ عمل تجویز کرنے کے لئے تبادلہ خیالات کروں گا۔ آپ کی حمایت قومی قابلِ پرستائش ہے۔ قوم میں زندہ دل باجمیت افراد کی کمی نہیں۔ کو بخشش بکا ہے۔ اگر اس قسم کی چند بستیاں ندوہ کے ساتھ ہو جائیں۔ تو برسوں کا کام دونوں میں انجام پاسکتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

(۶) یہ خبر نہایت رنج و اندوہ سے سنی جائے گی۔ کہ ندوہ افریش کے معزز کن شیخ عبدالرحیم صاحب پنشن دو ماہ کی علالت کے بعد ۶ دسمبر ۱۹۷۳ء کی صبح کو داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ آپ نہایت شریف الطبع اور منکسر المزاج تھے خداوندِ مہربان کرے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

(۷) مری مولوی غلام احمد صاحب چک علاء ضلع لائل پور سے بکال حزن و دلال اطلاع دیتے ہیں۔ کہ منشی فضل احمد صاحب ہیڈ کسٹبل پولیس جو ایک شریف الطبع نوجوان تھے۔ چند روز مرضِ نمونہ میں مبتلا رہ کر ۲۶ نومبر ۱۹۷۳ء کو رحلت کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

مجموعہ ایک صاحب الرائے اور دیانت دار نوجوان تھے۔ اصلاحی امور میں گہری دلچسپی رکھتے۔ اور رسم و رواج کے سخت دشمن تھے۔ انیسوس موت نے میلٹ ندوی۔ اور دل کے خیالات دل ہی میں لے گئے۔ دعا ہے۔ کہ خدا نے تبارک و تعالیٰ مجموعہ کو جو ارحمت میں جگہ دے۔ اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین!

(۸) مسٹر فیض محمد صاحب فیض الدین نئی تحریر فرماتے ہیں:- کہ محمد احباب آئندہ مجھے فیض محمد فیض کی بجائے ابنِ الاسد فیض کے نام سے یاد کیا کریں۔ تاکہ میرے نام کے ساتھ والدم مجموعہ کا نام بھی زندہ رہے۔ امید ہے کہ احباب اس پر عمل کر کے فیض صاحب کو مشکور کریں گے!

—————

جن احباب کا سالِ خیرِ دہری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ مہربانی کر کے اپنا اپنا درجہ بندِ بدیع مئی آرڈر بھیجا کر مشکور کریں۔ ورنہ دھوئی وی۔ پی کے لئے تیار ہیں!

ندوة القریش

سرکارِ نمبر ۳

منجانب چیف سکریٹری "ندوۃ القرائین" امرتسر

برادر محترم فاضل کشر صاحبان پنجاب، چیف سیکریٹری گورنمنٹ، کشر صاحبان و جملہ ڈپٹی کشر و تحصیلدار صاحبان پنجاب
 بکواب چٹنہری ۲۰۱۳ - آر۔ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۷ء التماس ہے کہ

نسبی حیثیت سے سعادت و قریش میں کوئی فرق نہیں۔

حسن و رسالتاً مبارک و کائنات فخر موجودات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی قوم میں سے تھے؛

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سردارِ فریض اور آنحضرتؐ کے بعد چوتھے خلیفہ تھے۔ کی وہ اولادِ جعفرِ انبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت ابی فاطمہؑ کے بطن مبارک سے ہوئی۔ فضیلت و برتری کی وجہ سے سیدہ سے سردار کے لقب سے ملقب ہو کر سیدہ النعم ہو گئی۔ پس ساداتِ دفریض میں یہی ایک امتیازی فرق ہے۔ ورنہ لہذا یہ ایک ہی قوم ہے؛

بشمول مٹی صوبہ پنجاب میں سافا کی آبادی بروئے مردم شماری ۱۹۹۱ء ۶۰ لاکھ سینتالیس ہزار ستاسی (۲۴۷.۸۷۷)

نفوس پر مشتمل ہے۔ اور یہ بلا کسی قسم کی تہیز کے ہر ضلع میں زراعت پیشہ قرار دیئے گئے ہیں۔ علیٰ ہذا قریش ایک لاکھ ساٹھ ہزار تین سو ستاسٹھ (۱۶۰۳۶۶) کی تعداد میں آباد ہیں۔ اور وہ پنجاب کے ۶۹ اضلاع میں سے تین اضلاع

میں زراعت پیشہ ہیں۔ اور باقی
حقوق زراعت سے محروم ہیں۔

قریش من حیث القوم ایک ممتاز، برگزیدہ اور مشہور و معروف قوم ہے۔ اور سادات کے یہ ملیہ اور سہا بر کی مالی

جاتی ہے۔ پنجاب کی دیگر ممتاز اقوام مغل، پٹھان اور راجپوت وغیرہ کو بھی اس کی فضا میں ویرتیری کا اقدار ہے۔

۔ زمزمہ چغت سے یہ قوم ٹری ٹری جاگروں اور ارضیات کی مالک ہے ۔ اور کثیر مقدار میں معاملہ ادا کرتی ہے ۔ اس

میں نہ دلا بھی میں۔ اور سفید پوش بھی۔ فلدار بھی میں اور ٹیکس گندہ بھی۔ آنکھیں مسٹھٹ، آنکھیں سول چ،

آزمیری، گکھڑ اور کونسلوں کے ممبر بھی ہیں، میعادہ نشین ہیں، اور نواری بھی۔ دالے راست ہیں، اور اناٹل سولہ ہیں۔

ماہنامہ کے جن جن جن سے بھی یہ رقم درگمیز واقعات کے عجیب اور مستطرب اثرات سے بھر پور ہو گئی۔

میں نے یہ سب کچھ دیکھ کر اس کے ہونے پر حیرت ہوئی ہے اور سب سے پہلے اس کے لئے دعا کرتا ہوں کہ وہ جلد صحت یاب ہو سکے۔

صوبیدار، صنعت اور زمین نامہ جہدوں پر ادولپٹیس میں آئے۔ ایس پی۔ ایک پلے اور سب اسپائر ویدہ عیدوں پر

ایہوں پر نام نہیں۔ ان میں تاجر، ڈاکٹر، بیسٹ اور وکیل بھی ہیں۔ اور مختلف وسائل و ذرائع سے سرکاری خدمات انجام دے رہے ہیں۔

اضلاع پنجاب میں پٹھان اور منسل قومیں بہت قلیل تعداد میں آباد ہیں۔ لیکن انہیں اعلیٰ و معزز اقوام سمجھ کر ہر جگہ حکومتی مراعات و مراعات کیے گئے ہیں۔

یہ بات کرنے کے لئے کہ تفتیشی اقوام زراعت پر مشتمل وقت تفتیش کنندگان سے غلطی ہوئی۔ اور انہوں نے بوقت تفتیش تفتیش کی تفتیش کو ایک سرکاری لنگھ سے دیکھا۔ حکمہ مال کا ریکارڈ ایک بین اور مسلم غوث کی صورت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ اسلئے لنگھ آرڈر نمبر اسکے اہل کے وقت صرف چند خاص اضلاع میں جن کی تعداد دس بارہ سے زیادہ نہ ہوگی۔ قریش کو زراعت پر مشتمل قرار دیا گیا۔

عثمانی، عباسی اور عدلیتی، الگ الگ قومیں قرار دی گئیں۔ بجائیکہ یہ قریش ہی کی شاخیں ہیں۔

ناروتی قریشیوں کا ایک گروہ بود کہ کے لقب سے مشہور ہے۔ لیکن ضلع فیروز پور وغیرہ میں یہ ایک الگ قوم قرار دیکر زراعت پر مشتمل تسلیم کی گئی۔

گروہ ضلع میں کہ قریش نغز، ناروتی دے گئے۔ درآٹھ لکھ و ماں آبادی، ملکیت، زراعت اور ادائیگی معاملہ کے لحاظ سے وہ نو مینڈا ہونے کا افضل ترین حق رکھتے تھے۔

تفتیشی اقوام کی اس غلطی کو بارہ تسلیم کر کے متعدد بار اس کی تصحیح کرنی پڑی۔ اور ان کے حقوق کو تسلیم کرنا پڑا۔ چنانچہ

۱۔ ضلع ہوشیار پور میں ۴۰ مارچ ۱۹۱۱ء

۲۔ ضلع جالندھر میں ۲۰ جولائی ۱۹۱۱ء

۳۔ ضلع سیالکوٹ میں ۸ اگست ۱۹۱۱ء

۴۔ ضلع گوجرانولہ میں ۶ جولائی ۱۹۱۱ء

۵۔ ضلع منٹگے میں ۶ جولائی ۱۹۱۱ء

کو قریشی زراعت پر مشتمل تسلیم کیے گئے۔

چونکہ اقوام پنجاب میں قدیم ترین قوم ہے۔ اور حکومت کا ریکارڈ اس بات کا بین غوث پیش کر سکتا ہے۔ ایک بھاکش، جنگو اور وفادار تاریخی قوم ہے۔ اس لئے حق رکھتی ہے۔ کہ اسے ان حقوق و مراعات سے مستفید جاسکے۔ بہر صورت اس کے بعد پٹھان اور منسل اقوام کو باقیہ حقوق و مراعات کے ضمن میں خاص ہیں۔

پس

تاریخ ان کی نمائندہ جماعت سندھوہ اللہ پیش، حکومت پنجاب کی مراسلت نمبر ۲۶۱۳-۲۷ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۱۱ء کے جواب میں۔

مستعدی ہے۔ کہ امور متذکرہ کا لحاظ کرتے ہوئے قریش اسی معزز، وفادار، نزاعت پیشہ، جنگجو اور تاریخی قوم کو پنجاب کے ہر ضلع میں حقوق زراعت عطا کر کے مشکور فرمایا جائے۔

بشیر احمد شبلی سدیقی - بی - اے
چیف سیکریٹری - ندوۃ القریش

امریہ
۱۹۳۰ء
محرم الحرام

کارروائی ۳۰ نومبر ۱۹۳۰ء

دفتر تقریش میں اگر کوئی کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوا۔ بخاضری جلد ممبران کارروائی شروع ہوئی۔ سابقہ اجلاس کی کارروائی کفہ مہونے کے بعد حکومت پنجاب کی چھٹی نمبری ۲۷۱۳- آرڈر ہی لگئی۔ سب سے پہلے صاحب ڈپٹی کمشنر امرتسر کا شکریہ ادا کیا گیا۔ کہ انہوں نے ندوۃ القریش کو اس بارہ میں مزید دلائل و ثبوت پیش کرنے کا موقع دیا ہے۔ اس کے بعد حکیم شہاب الدین صاحب نے اس وفد کی رپورٹ جو مختلف اضلاع میں ندوہ کے مقاصد کی اشاعت کے لئے کیا تھا۔ پیش کی۔ اور مغزین تقریش ضلع گورداسپور کے اجلاس منعقدہ ۲۴ نومبر ۱۹۳۰ء کی کارروائی بیان کرتے ہوئے وہ رزلویشن جو اجلاس مذکور میں بالاتفاق پاس ہوا۔ پڑھ کر سنایا۔ تجویز ہوا۔ کہ اس کا ترجمہ تقریش میں شائع کر دیا جائے۔

بٹالہ، بشیخ پورہ، لاہیانہ اور حصار وغیرہ مقامات کے متعلق بعد مشورہ قرار پایا۔ کہ ماسوائے بٹالہ دیگر مقامات پر ندوہ کے نمائندگان بھر جائیں۔

اس کے بعد سرکلر نمبر ۱۲ اور دیگر کاغذات متعلقہ پیش ہوئے۔ جن پر حاضرین نے اطمینان کا اظہار کیا۔ اور سیکریٹری صاحب کی کوششوں کی تعریف کی۔ انہیں ہدکار و دائی کا جدید پروگرام پیش ہو کر منظور ہوا۔ اور تجویز ہوا۔ کہ اس پر فوری عمل شروع کر دیا جائے۔ اور قبل از محتاج شائع نہ کیا جائے۔

۱) درخواست ہائے ممبری پیش ہوئیں۔ جن میں سے

۱) شیخ رحیم بخش صاحب قریشی، الفاضل نویس؛

۲) قریشی محمد چراغ الدین صاحب کلرک؛

۳) شیخ چراغ الدین صاحب قریشی وکیل

۴) قریشی ابوسعید صاحب ریڈر کسٹن کورٹ

کی درخواستیں منظور ہوئیں۔ اور باقی آئندہ تجویز ہیں۔ ورنہ کے متعلق سیکریٹری سپیشل کمیٹی کی رپورٹ طلب کی گئی۔

اس کے بعد شیخ چراغ الدین، صاحب وکیل قریشی سلطان علی صاحب پنشنر، ایکٹر اور قاضی عبد الغفری صاحب

حاصل باقی نویس کا خصوصاً اور دیگر قریشی برادران ضلع گورداسپور کا عموماً شکریہ ادا کیا گیا۔ کہ انہوں نے ندوۃ القریش

کی کارروائیوں سے اس قدر مدد کی کہ ان ندوہ کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ جلسہ برخواست ہوا۔

کارروائی ۷ دسمبر ۱۹۳۳ء

بخاڑی جلد ممبران کارروائی اجلاس شروع ہوئی۔ سابقہ کارروائی کنفرم ہونے کے بعد سر کلرنگرم کا مسودہ پڑا گیا۔ جو معمولی کمی بیشی کے بعد منظور ہوا۔ اور تجویز ہوا کہ سرکٹری صاحب اسے فوراً طبع کر کے شائع کریں گے۔ اس کے بعد شیخ عبدالرحیم صاحب پشتر کی وفات پر اظہار افسوس کیا گیا۔ فاتحہ پڑھی گئی۔ اور تجویز ہوا کہ آپ کے فزندان سے ندوہ کی طرف سے اظہارِ ہمدردی کیا جائے۔ مرحوم ندوہ کے سرگرم رکن اور خیراندیش کارکن تھے۔ آپ کی بیوقت موت ندوہ کے لئے ایک ناقابلِ تلافی صدمہ ہے۔ خدا مغفرت کرے۔

اس کے بعد فرمائروائے رام پور کی تقریب سالگرہ پر اظہارِ مسرت کیا گیا۔ اور تجویز ہوا کہ آپ کو مبارک باد کا تار دیا جائے۔

فرمائروائے بہاول پور نے چونکہ ارہ اسلامی سرمدی صوبہ پنجاب کی سب سے بڑی اسلامی انجمن ”انجمن حمایت اسلام ندوہ کی حدت قبول کرنے میں شانہ فزا خدی سے کام لے کر مسلمانوں کے دلوں کو تسخیر کر لیا ہے۔ لہذا ”سکرٹری ندوہ اندریش کو ہدایت کی گئی کہ وہ اعلیٰ حضرت کے حضور میں ہدیہ تشکر بذریعہ تار پیش کریں۔

سکرٹری صاحب سپیشل کمیٹی ندوہ کو ہدایت کی گئی کہ وہ کارروائی متعلقہ متدارہ دیگر درخواست لائے ممبری بعد رپورٹ بہت جلد چیف سکرٹری کے حوالے کریں۔

مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب دیگر معززین قریشی کے مراسلات پڑھے گئے۔ اور مناسب جوابات کے لئے ہدایت کی گئی۔ ۳ بجے شام جلسہ بخیر و خوبی برپا ہوا۔

نیازمند محمد طفیل حلیم فاروقی

فاروقی چیف سکرٹری ”ندوہ اندریش“ امرتسر

ایکٹیب ایجاد | مرکہ سے خبر آئی ہے کہ شکاگو یونیورسٹی میں ایک ایسا آدمی ہوا ہے جس کے لگا دینے سے یہ فوراً کھل جائے گا۔ کہ انسان جھوٹ بول رہا ہے یا سچ۔ اس آدکذب کشا یا دروغ نما کا تجربہ دلی ہزار انسانوں پر ہو چکا ہے۔ پولیس والے اس کے بڑے علاج و معارف پر اور شکاگو یونیورسٹی میں اس وقت بڑے بڑے ماہرین فن کی نگرانی میں امرکا تجربہ ایکٹیب رائیٹنٹس، ٹیوس، پر مورہا ہے۔ اخبارات یہ سب کچھ لکھتے ہیں۔ لیکن یہ کوئی نہیں لکھتا۔ کہ آیا اسکا تجربہ یورپ، ہندوستان کے نامی گرامی سماجی مدبرین پر بھی ہو چکا ہے؟ آیا اس کا تجربہ امریکا، برطانیہ، فرانس، وٹنی کے دروازے سعادت و اعیان مملکت کی تقریروں کے وقت بھی کیا جا چکا ہے؟ آیا ہندوستان کے وائسرائے اور برطانیہ کے وزیراعظم، وزیر ہند اور صوبہ کے گورنروں کی تقریروں کو بھی کبھی اس پیمانہ سے ناپا گیا ہے؟ رنج

علوم العرب

(عمید جاہلیت)

جزیرۃ العرب ایک ریگستانی اور سنکلاخ ٹک ہے جس میں چاروں طرف پہاڑوں کا زنجیرہ ہے۔ اس وجہ سے جاہلیت میں بھی عرب فن زراعت میں ترقی نہ کر سکے۔ اور چونکہ یہ قانون قدرت ہے کہ ملک کی طبعی حالت انسان کی عام معاشرت پر زبردست اثر ڈالتی ہے۔ اس لئے عرب مولیشی پالنے پر مجبور ہوئے۔ اور مولیشی میں بھی گھوٹلا اور ڈٹ ان کا خاص رفیق تھا۔ اور بکریاں خوراک میں کام آتی تھیں؛

جب ان حیوانات کی ترقی ہوئی۔ تو چراگاہوں میں ان کو اپنے اپنے مقام سے نکلنا پڑا۔ اور یہی بدوی زندگی ان کا شعار ہو گئی۔ چونکہ موجودہ ذریعہ معاش رکھ بانی / نارغ البالی کے لئے کافی نہ تھا۔ اس لئے لوٹ اور قتل و غارت کی ضرورت ہوئی۔ اور اس میں بھی اس قدر انہماک ہوا کہ اقارب اور اغیار کا امتیاز اٹھ گیا۔ اور اس خانہ جنگی کی بدولت ان کو ایک جگہ جم کر رہنا دشوار تھا۔ قبائل کی اگرچہ یہ معمولی نقل و حرکت تھی۔ لیکن انہیں اسباب سے ان میں علوم و فنون کی بنیاد پڑی۔ مثلاً گھوڑوں اور اونٹوں کی کثرت سے تربیت انجیل اور بیلا ری کا فن ایجاد ہوا۔ اسی طرح روزمرہ کے کویت و مقام اور طبعی حوادث نے علم الانواء (نچھتر) اور علم ہبوب (الریاح) (موسی ہوائں کا چلنا) کا رستہ دکھایا۔ کیونکہ منزلوں کے طے کرنے میں اس وقت عربوں کے راہ نما صرف ستارے تھے۔ اور

عرب کا مصلع بھی دیگر ممالک کے مقابلہ میں بہت زیادہ صاف تھا۔ لہذا روز بروز جدید انکشاف ہونے لگے۔ اور فلکیات کا علم ترقی کر گیا۔ اور اسی قسم کے قدرتی اور طبعی اسباب نے طبعیات و طب و دغیرہ کی بنیاد ڈالی بجز قلم بجز ہند اور خلیج فارس کے قرب اور وسائل تجارت نے علم الملاحہ (کشتی رانی) میں استاد بنا دیا۔ جنگائے جہال میں قبائل ایک دوسرے کی اعانت کے محتاج تھے۔ اور ان میں عصبيت ارتباط اور اتحاد کی سخت ضرورت تھی۔ لہذا اس مقصد نے علم الانساب کو رواج دیا۔ اور چونکہ قتل و غارت کے بعد ہر ایک قبیلہ اپنے دشمن کے قتل میں جاتا تھا۔ اس ضرورت سے علم الہمت (جنگل اور ریگستان میں صحیح راستہ پہنچنا اور علم اقیافہ (علم نقش قدم) ایجاد ہوا۔ عرب میں کوئی دریا نہیں ہے۔ اور ریگستان میں پانی نایاب ہوتا ہے۔ اور پھر برف یہ ہے کہ آئے دن قحط کا سامنا رہتا ہے۔ اس ضرورت سے علم الکیافہ زمین و زمین کو دیکھ کر دیکھ کر پانی کس قدر گہرائی میں ہے) کی بنیاد پڑی۔ اور جنگ و جمل سے علم الرمی (سہماں (نیزہ بازی) پیدا ہوا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ضرورت نے بہت سے مفید علوم پیدا کر دیے۔ باقی رہے معارف ملیہ یہ اس ملک کا حصہ ہے

القریش کی خدمات کا عملی اعتراف

زر نقد کی تھیلی

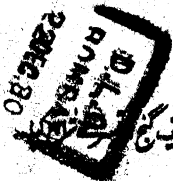
صوبہ دہلی، یو۔ پی اور پنجاب کے قریشی نمائندگی کی حاضری میں ۲۹ جون ۱۹۷۷ء کو ”ندوۃ القریش“ کے انشائی اجلاس میں ذیل کا نذر پیش منفقہ طور پر منظور ہوا۔ اور القریش کی خدمات کے صلہ میں قوم کی طرف سے نقد کی تھیلی پیش کی گئی

ندوۃ القریش

ندوۃ القریش کا یہ اجلاس مولانا محمد علی صاحب رونق مالک و مدیر القریش کی مٹول سالہ مساعی کو عموماً اور گزشتہ اڑھائی سالہ خدمات جلیلہ کو جو انہوں نے مراسیت کے اوقات قریشیت کی بطلان و تکذیب سے متعلقہ تاریخی مواد کی اشاعت میں بوجہ احسن انجام دی ہیں خصوصاً قدر و منزلت اور عزت کی نگاہ سے دیکھنا ہوا تجویز کرتا ہے۔ کہ انہیں ایک لاکھ روپے کی خدمت میں قوم کی طرف سے کم از کم ایک سو ایک اور زیادہ سے پانچ سو روپیہ کی تھیلی پیش کی جائے

نیز یہ اجلاس برادران قریش سے اپیل کرتا ہے کہ وہ ”القریش“ ایسے مفید بین قومی آئین کی امداد و اعانت کے علاوہ اس کی توسیع اشاعت میں پوری سعی و کوشش سے حصہ لیں

بجانب



وزیر ہند پرینسپل، قریشی مجلس ملی، قادیان پرنسپل و پبلشر اور ایڈیٹر نے اس پر اہتمام سے چھاپا۔ اور نذر القریش خلیفہ مسیح

التواضع جلد اول

۲۹۷۵ - ۵

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔
